واصف علی واصف
گفتگو ۔ ۱۱
urdukutabkhanapk.blogspot
www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

واصف علی واصفؒ

گفتگو-۱۱

کاشف پبلی کیشنز

۲۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

نام کتاب	گفتگو ۱۱
مصنف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۲ء
بار	اول
قیمت	۱۸۰ روپے

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔ اے۔ جوہر ٹاؤن ۔ لاہور

زبان ہم ہیں ہمہ گوش و گفتگو ہم ہیں
ہم آئینہ ہیں نظر ہم ہیں رُو برُو ہم ہیں

(واصف علی واصف)

فہرست

﴿ ۱ ﴾

﴿ ۲ ﴾

﴿ ۳ ﴾

﴿ ۵ ﴾

﴿ ۶ ﴾

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق جب کسی دوسرے سے رابطہ کرتی ہے تو اس کے اظہار کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ مخلوق میں سے سب سے زیادہ شرف انسان کو ملا ہے اور اظہار کے گونا گوں طریقے بھی اسے ملے۔ انسان اپنے خیال، سوچ اور فکر کا اظہار کئی طریقوں سے کرتا ہے جن میں تحریر، تقریر، گفتگو اور مکالمہ زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان ذرائع سے وہ اپنی بات احسن اور مؤثر طریقے سے آگے تک پہنچاتا ہے۔ سننے والے پر اس بات کے کئی طرح کے اثرات ہوتے ہیں، وہ بیک وقت کانوں سے سنتا ہے، آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا تجزیہ بھی کرتا جاتا ہے۔ اگر تجزیہ دماغ کے ذریعے ہو تو وہ سود و زیاں کی کسوٹی پر اسے جانچتا ہے اور اگر وہ بات کرنے والے پر کامل یقین اور اعتماد رکھتا ہے تو پھر بات اس کے دل میں اتر جاتی ہے۔ دل میں اتر جانے والی بات اس لیے مؤثر ہوتی ہے کہ پھر اس انسان کو عمل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس شخص کا علم لاشعوری اور غیر ارادی طور پر عمل بنتا چلا جاتا ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کے پاس اپنے سوال لے کر آنے والے شخص کے ساتھ بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ آنے والا اپنی دِقت بیان کرتا تو واصف صاحبؒ اپنے یکتا انداز سے اس کا حل بتانا شروع کرتے۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے علم و عرفان کا ایک دریا رواں ہو جاتا اور سوال کرنے والا اس سے اپنی پیاس بجھاتا۔ پھر سب لوگ دیکھتے کہ آنے والے دنوں میں اس شخص کے خیال میں کشادگی اور زندگی میں آسانی آ جاتی تھی۔ آج بھی جب یہ سوال اور جواب پڑھے جاتے ہیں تو اسی دِقت اور کیفیت کے حامل اصحاب کو ایک آسان اور قابل عمل حل مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''گفتگو'' کے سلسلے کی پہلی دس جلدوں کو قابلِ ذکر مقبولیت اور قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اسی سلسلے کی گیارھویں جلد اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ادارے کو امید ہے کہ یہ کتاب بھی خیال کی کشادگی اور عمل پذیری کے لیے بے حد معاون ثابت ہوگی۔ ادارے کو ہمیشہ کی طرح آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔
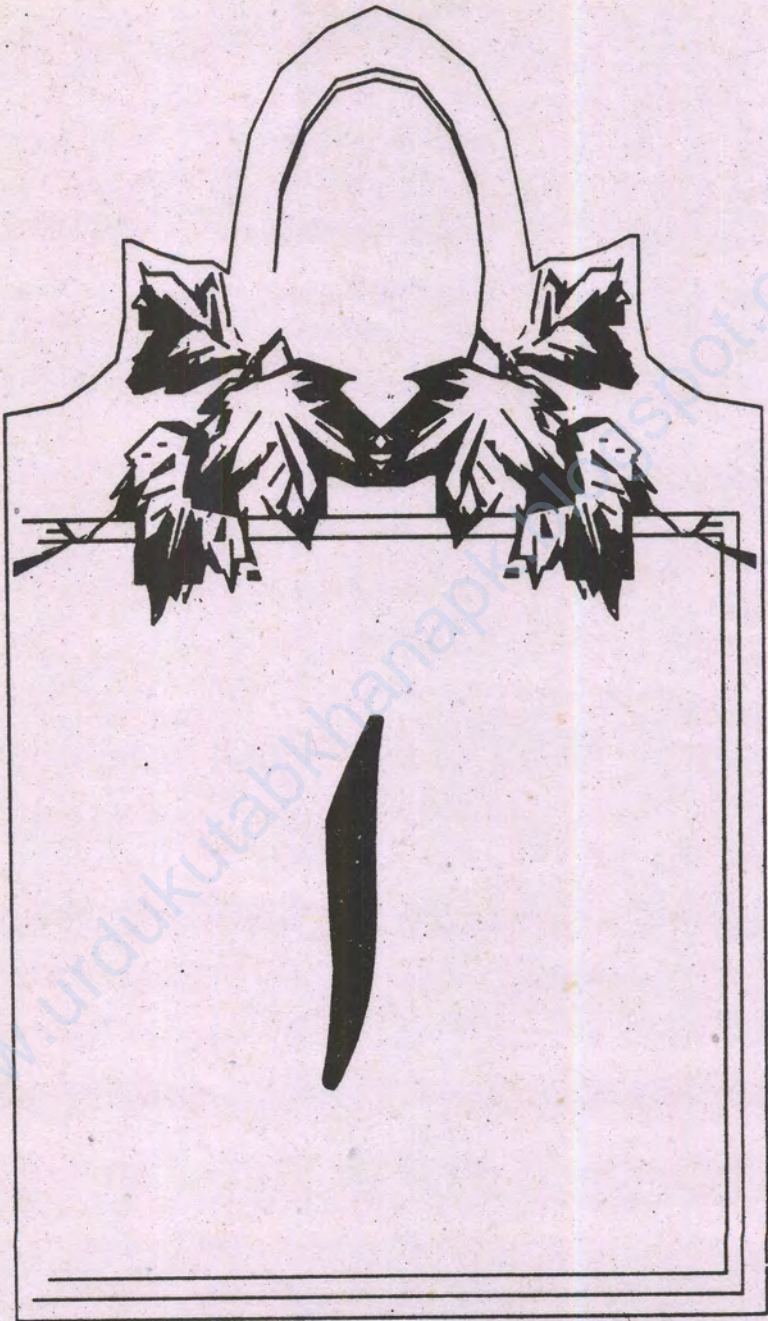
1- سکون قلب کیا خواہش کے پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش کو ترک کرنے کا نام ہے؟

2- حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو۔ اس سے کیا مراد ہے؟

3- اسلام تو سچا دین ہے مگر دنیا اس سے کیوں دور ہے؟ اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق کیوں ہے؟

4- اللہ والے اپنی تعداد میں اضافہ کر تو سکتے ہیں لیکن کیوں نہیں کرتے؟

5- یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ خواہش اللہ کی ہے یا غیر اللہ کی؟ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر راضی ہے؟

سوال:۔

سکونِ قلب کیا خواہش کے پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش کو ترک کرنے کا نام ہے؟

جواب:۔

سکونِ قلب کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے فضل کا نام ہے۔ تو اللہ کے فضل کا ایک نام سکونِ قلب ہے۔ اللہ کے فضل کے اور بھی بڑے نام ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا فضل جب نازل ہوتا ہے تو آپ کو سکونِ قلب محسوس ہوتا ہے اللہ کا فضل ہو تو خواہشات کی فراوانی والا بھی، مطمئن رہتا ہے اور خواہشات نہ پورا کرنے والا بھی مطمئن رہتا ہے۔ جس نے زندگی خوشحالی میں گزاری اس کو بھی سکونِ قلب مل گیا اور جس نے زندگی اللہ کے نام کی گزاری اس کو بھی سکونِ قلب مل گیا، بھوک میں بھی سکون مل گیا اور لنگر خانوں میں بھی مل گیا۔ تو مطلب یہ ہے کہ سکونِ قلب کسی فارمولے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کے فضل کا نام ہے۔ فارمولا تو ایسے ہے جیسے بچوں کے لیے مٹھائی ہوتی ہے، تو اس لیے اس کا فارمولا اور نسخہ بناتے رہتے ہیں مثلاً" یہ کہ کسی کا سکونِ قلب برباد نہ کرو تو سکونِ قلب مل جائے گا، دوسروں کو خوش رکھا کرو تو سکونِ قلب مل جائے گا، پیسوں سے محبت نہ کیا کرو تو سکونِ قلب

مل جائے گا' خواہشات کو ضد کی حد تک نہ Follow کرو' نہ لے جاؤ تو سکون مل جائے گا۔ دعا کے اوپر بھی ضد نہ کرنا کیونکہ وہ منظور کر دیتا ہے تو سبحان اللہ' اور جب فیصلہ اس کی منظوری پر ہی ہے تو نا منظوری بھی منظور ہے کیونکہ نا منظور بھی اسی نے کیا ہے۔ تو نا منظور خواہش کا بھی اتنا احترام کرو جتنا منظور کا۔ اگر یہ فرق سمجھ نہیں آتا ہے تو سکونِ قلب نہیں ملے گا۔ تو مقصد یہ ہے کہ اس خالق کا آپ کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے' اور یہ تعلق ستم کا ہو یا کرم کا ہو' دونوں ہی کرم ہیں۔ اگر آپ اپنی کسی بات پہ ضد کر رہے ہیں یا خواہش کر رہے ہیں یا آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کر دے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا تو یاد رکھیں کہ آپ کے کسی کام کے مکمل ہونے کا نام سکونِ قلب نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہو رہا ہے اگر اس کو پسند کر کے آپ چلنا شروع ہو جائیں سکونِ قلب ہو جائے گا۔ یعنی کہ آپ اللہ کے پروگرام میں اپنے پروگرام کے حوالے سے مداخلت نہ کرو اس لیے کہ تمہیں ایک سائیڈ کا پتہ ہے اور اول تو ایک کا بھی نہیں پتہ اور دوسری طرف' دیوار کے پرے کیا ہے' اس کا تو خیر کسی کو پتہ نہیں۔ اور دیوار کے اس طرف کیا کیا واقعات ہیں' وہ بھی کسی کو نہیں پتہ۔ آپ ایک چیز کرتے ہیں کہ یہ چیز حاصل ہو جائے' مثلاً" بھوک لگی ہے شدت کی' کھانا مل گیا اور کھانے کی بھوک مٹ گئی۔ اب یہ کھانا کن ذرائع سے آرہا ہے' کون انسان پکا رہے ہیں' اس کی تاثیریں کیا ہیں' اس کی ضرورتیں کیا ہیں اور یہ کھانا جو ہے کن کن لوگوں کو ملنا آپ سے زیادہ ضروری ہے؟ اگر یہ سارے واقعات سمجھ نہ آئیں تو اپنی خواہش کے پورا ہونے سے بھی سکونِ قلب نہیں

مل سکتا۔ آپ دیکھیں' یہ راز کی بات ہے کہ یا تو کوئی ایک خواہش ہو اور آپ وہ ایک خواہش اپنے اندر ڈھونڈ لو Locate کر لو۔ اب خواہش آپ کی اور Locate بھی آپ نے کیا' اگر اللہ پوری فرمادے تو پھر اس کے بعد ہر خواہش حرام ہو جائے گی۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس خواہش کو آپ سکونِ قلب سے متعلق کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو پتہ ہو کہ یہ میری جو خواہش ہے یہ آخری اور پہلی' انتہائی اور ابتدائی خواہش ہے اور یہ پوری ہو جائے تو مجھے سکونِ قلب مل جائے گا' اگر آپ وہ خواہش دریافت کر لیں تو وہ پوری نہ بھی ہو تب بھی سکونِ قلب مل جائے گا۔ جب تک آپ نے وہ خواہش دریافت نہیں کی ہے' جتنی مرضی خواہشات پوری کرتے جائیں یا وہ ٹوٹتی جائیں' ہرگز سکون نہیں ملے گا۔ تو گویا کہ سکونِ قلب یہ ہے کہ ایک واحد خواہش کو دریافت کر لیا جائے جس پر باقی تمام خواہشات قربان ہو جائیں۔ تو آپ ضرور دریافت کر لینا۔ اگر وہ خواہش آپ نے دریافت کر لی تو اگر وہ پوری ہو جائے تب سکونِ قلب ہو گا۔ اور نہ پوری ہو تب بھی سکونِ قلب ہو گا۔ تو گویا کہ سکونِ

قلب جو ہے یہ اپنے اندر پھیلاؤ کی خواہش کو سمیٹنے کا نام ہے۔ تو پھیلاؤ جو ہے اس کو سمیٹا جائے۔ لوگ بعض اوقات نیکی کے نام پر بے سکون ہو جاتے ہیں' مثلاً" یہ کہ "میں تو نیکی کے لیے مسجد بنا رہا ہوں اس کے لیے اینٹیں درکار ہیں' سیمنٹ چاہیے" تو یہ ایسے ہی مسجد کے نام پر پریشان ہے۔ مسجد اللہ کی ہے اور انتظام اللہ کا ہے تو وہ شخص اپنی ہستی کے اندر رہ کے کام کرے۔ ہستی سے باہر یہ اپنے آپ پہ بوجھ ڈال رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان پر اس کی استعداد سے

زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ تو مسجد بنانا اس شخص کا کام ہی نہیں' تو البتہ وہ نماز پڑھ لے۔ تو مسجد بنانے کی اگر ہمت نہیں ہے تو کیا کریں؟ نماز کی ہمت ہے تو وہ پڑھ لو' اگر بہت قیمتی کپڑے نہیں ہیں تو سادہ کپڑوں میں ہی نماز پڑھ لو۔ مدعا یہ ہے کہ آپ اپنی استعداد کے اندر رہیں۔ تو ماڈرن مین کو ایک نہ ایک خواہش رہتی ہے اور اس کو زندگی کے اندر بڑی سزا ہے کیونکہ اس کو جب بھی مارا' اس کی خواہشات نے مارا اور خواہشات کی چابکوں نے مارا۔ انسان اپنے اندر ایک خواہش بنا لیتا ہے' چابک نکال لیتا ہے' پھر اپنے نفس کو کہتا ہے کہ مجھے مار' اور نفس اس کو نیکی کے نام پر خواہش سے مارتا رہتا ہے۔ کس کے نام پر؟ نیکی کے نام پر اپنے آپ کو مبتلا کرنا' اور جس نیکی کا اسے شعور نہیں ہے' جس نیکی کا اسے حکم بھی نہیں ہے' جس نیکی کا سیاق و سباق اسے پتہ نہیں ہے تو وہ اس نیکی کا پرچارک بن جاتا ہے حالانکہ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ دوسرا کیا کر رہا ہے۔ تو کسی کو خواہ مخواہ آپ اُس کام میں نہ لگاؤ جو اس کام کے لیے بنا نہیں ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ نیکی ہے مثلاً" ایک کسان کو اس کے ہل چلانے سے منع کر دینا اور اسے عبادت گاہ میں داخل کر دینا۔ اس طرح تو نظامِ عالم بھوکا مر جائے گا۔ اب کتنی تبلیغ ہو رہی ہے اور جو ہل چلانے والے ہیں اس سے پوچھا کہ کیا کلمہ اس تک پہنچا ہے۔ آپ صبح' شام تبلیغ کرتے ہیں بلکہ لاؤڈ سپیکر پر کرتے ہیں' اگر کسی سے پوچھو کہ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' نیک لوگ ہیں' کیا آپ کو دعائے قنوت آتی ہے' کیا کلمہ نمبر تین آتا ہے' چلو جی جانے دو' صرف گیارھویں پارے کا نام ہی بتا دو۔ پھر بھی بڑی تبلیغ ہے' اسلام لوگوں پر وارد ہوا پڑا ہے' لیکن

لوگوں کو ابتدائیات کا بھی پتہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اسلام کی تعلیم ہے وہ جس جس کے حق میں جو جو اللہ تعالیٰ نے لکھا' وہ اس کو ملتا جا رہا ہے' باقی ساری کی ساری تبلیغ ہی ہے' ایک شور ہے' کرتے چلے جاؤ۔ ہونا وہی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے جو مزدور آپ کا مکان بنا رہا ہے اور اس نے روزہ نہیں رکھا' تو وہ اگر روزہ رکھے تو اسے درمیان میں Relief چاہیے' آرام چاہیے لیکن وہ آپ اسے نہیں دیں گے اور کہیں گے کہ دہاڑی پوری کر۔ مقصد یہ ہے کہ روزے کی عزت تو کرو اور اسے کہو کہ کیونکہ تیرا روزہ ہے اور تجھے اپنے دن کے پیسے ملتے رہیں گے' رمضان شریف میں تو کام نہ کر۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ میں نے کام پورا لینا ہے' آپ کو پتہ ہے کہ پورا کام پورے روزے کے ساتھ نہیں ہو سکتا' لہٰذا پھر اس پہ یہ الزام تو نہ لگاؤ کہ تو نے کھانا کھا لیا اور تو نے چائے پی لی' تو تُو بڑا بے ایمان ہے کام چور ہے' تو اسے کہتے ہیں کام چور ہے۔ اور اگر ایمان ترک کر گیا' روزہ ترک کر گیا' مگر کام پورا کرتا ہے تو پھر آپ کہتے ہیں کہ روزہ خور ہو اور کام چور ہو۔ تو پھر آپ کو سکون کدھر سے ملنا ہے۔ سکون یہ ہے کہ پہلے آپ لوگوں کی کیفیت پہچانو' اور پھر اپنی کیفیت پہچانو۔ اگر کوئی والہانہ خواہش پیدا کر دی جائے جس کا تعلق دنیا سے ہو تو سکون نہیں ہوگا اور اگر خواہش کا تعلق عاقبت سے ہو اور وہ پوری ہو یا نہ ہو تو وہی سکون ہے۔ مثلاً" حج کی خواہش کا میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس میں شدت کی خواہش ہو کہ حج کرے تو سکون مل جائے گا۔ وہ پرانے زمانے کے لوگ جو تھے وہ ایسی خواہش رکھتے تھے۔ وہ پرانے زمانے کے لوگ کہتے تھے کہ میں یہاں ہوں' آپ وہاں ہیں'

مدینہ دور ہے' یہ ہند کی سرزمین ہے' میرے مولا بلا لو مدینے مجھے۔ یعنی کہ وہ جو خواہش ہے وہ خواہش بذاتِ خود ایک کعبہ ہے' وہ خود ایک نیکی ہے اور نیکی کی خواہش پوری ہو یا نہ ہو' بذاتِ خود نیکی ہے۔ یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ نیکی خواہش میں آجائے تو نیکی کہلاتی ہے اور بدی خواہش میں آجائے تو بدی نہیں کہلاتی بلکہ بدی اگر ہو جائے تو بدی کہلاتی ہے۔ جب وہ بدی خواہش میں ہے اور اندر ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو پھر سزا نہیں ہے اور اگر نیکی خواہش میں آجائے تو سمجھو کہ ہو گئی۔ اس لیے کون سی خواہش ہے جو آپ کو سکونِ قلب دے گی؟ تو وہ خواہش جس کی Direction' سمت زندگی کے بعد کی ہے'۔ جس کی ڈائریکشن دین کی ہو' جس کی ڈائریکشن عاقبت کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کی ہو اور جس کی ڈائریکشن اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو وہ خواہش سکون پیدا کرے گی۔ جس کی ڈائریکشن یہیں قیام کرنے کی ہے' اینٹ کے اوپر ایک اور اینٹ' گارے کے اوپر ایک اور گارا' اور کرکٹ کے رنز کے اوپر ایک اور رنز' سنیچری کے اوپر اور ایک سنیچری' تو پھر سکون کا نام نہ لینا چاہیے۔ تو اس طرح سکون نہیں بلکہ وہ ایک ابتلا ہے اور سزا ہے کہ آپ دوسروں کا پیسہ گنتے چلے جاؤ۔ یہ دوسرے کون ہو سکتے ہیں؟ اولاد ہو سکتی ہے اور اولاد کی غلطیاں ہو سکتی ہیں' پتہ نہیں وہ پیسہ کہاں خرچ کریں گے اور کیا کریں گے۔ تو سکون جو ہے وہ ایک ایسی خواہش کا نام ہے جو خواہش اللہ کی راہ پر استعمال ہو' پوری ہو جائے تب سکون ہو گا اور پوری نہ ہو تب سکون ہو گا۔ تو آپ نے سوال کیا ہے کہ سکون کیا خواہش کے ترک کا نام ہے یا خواہش کے Saturate ہونے کا نام ہے'

سیراب ہونے کا نام ہے' تو خواہش کے ساتھ سکون کا تعلق ہی کوئی نہیں۔ سکون کا تعلق اللہ کے فضل کے ساتھ ہے' اس کی مہربانی کے ساتھ ہے' وہ جب کبھی کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر سکون نازل کر دیتا ہے۔ تو اس کو سکون آ جاتا ہے اور انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر سکون آ گیا اور خواہش کے اندر ٹھہراؤ آ گیا۔ تو ٹھہرنے میں سکون آ گیا۔ یعنی کہ زندگی کو اللہ کا فضل ماننے والا سکون دریافت کر گیا۔ جس آدمی کی ابھی بہت ساری دعائیں ضروری ہیں اور وہ کہتا ہے کہ کبھی اللہ مل جائے تو ساری دعائیں میں نے پوری کرانی ہیں تو اسے سکون نہیں ملے گا۔ اب وہ دعائیں جو دنیا کی ہیں' ان میں سکون نہیں ہے' وہ دعائیں جو یہاں سے متعلق ہیں' ان میں سکون نہیں ہے۔ جو آدمی کہتا ہے کہ زندگی تو بہت اچھی ہے' اللہ کا بڑا فضل ہو رہا ہے لیکن جس نے "لیکن" لگا لیا اسے سکون نہ ملا۔ "زندگی میں بہت مہربانی ہے' اللہ کا بڑا فضل ہو گیا' پہلے سے بہت آرام میں' بڑے اچھے حالات ہیں لیکن ...." یہ "لیکن" بے سکونی کا نام ہے۔ "اگر مگر" بے سکونی کا نام ہے' "کاش" بے سکونی کا نام ہے' "I wish" بے سکونی کا نام ہے ' "Had it been so!" "اگر ایسا ہو جاتا" بے سکونی کا نام ہے۔ "Otherwise" ' "Thiswise" بے سکونی کا نام ہے' "If" جو ہے وہ بے سکونی کا نام ہے' "But" بے سکونی کا نام ہے۔ تو یہ سب بے سکونی ہے اور بے سکون زندگی مشروط زندگی ہے' شرطوں سے بھری ہوئی زندگی ہے۔ تو یہ کہنا بے سکونی ہے کہ "کاش ایسا ہوتا' اگر ایسا ہوتا تو پھر کیا ہوتا؟ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دے تو"۔ گویا کہ جو اب تک ہوئی ہے وہ مہربانی نہیں ہے۔ مہربانی میں مزید

مہربانی کے اضافے کی خواہش جو ہے یہ بے سکونی ہے۔ تو فقیروں کی دنیا میں یا درویشوں کی دنیا میں اس لیے کہتے ہیں کہ خواہش نہ کر کیونکہ بِن مانگے ہی ملتا جا رہا ہے' ہمیشہ ہی بارش ہوتی ہے' ہمیشہ ہوتی ہے' ہمیشہ ہی زمین سے پودے نکلتے رہتے ہیں' اب جو بارش کے لیے بے تاب ہونا ہے کہ یا اللہ آج بارش کر دے' تو آج نہیں تو کل ہو جائے گی' چلو اگلے سال تو ضرور ہی ہو جائے گی کیونکہ یہ نظام اس کا ہے اور چلانا اس نے آپ ہے' آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ لوگ بھوک سے مر جائیں گے تو کیا اسے نہیں پتہ' لوگ اس کے' کھانے اس کے' چلانا اس نے ہے' دنیا کی آبادی اس کی اپنی چال ہے' تم اس کی آبادی کی کیا فکر کر رہے ہو کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں اس غریب کو کچھ نہ کچھ پیسہ مل جانا چاہیے۔ غریب اس نے پیدا کیا اور وہ کئی غریبوں کو غریب بنا کے قریب کر لیتا ہے اور کسی انسان کو پیسہ دے کے دور کر دیتا ہے کیا پتہ۔ اس لیے نہ پیسہ سکون کا نام ہے' نہ غریبی سکون کا نام ہے' صرف اللہ کے فضل کا نام ہے۔ وہ غریبی جو اللہ کے قریب ہو اس کا احسان ہے اور وہ پیسہ جو اس کا قرب عطا کرے' وہ بھی اس کا احسان ہے۔ اس لیے میں پہلے سے بار بار بتا رہا ہوں کہ امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ تقسیم کس بات کی ہے؟ کہ وہ غریب جو اللہ کے فضل کو مانتا ہے اور وہ امیر جو اس کے فضل کو مانتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل سکون اس کا فضل ہے اور اس کی مہربانی ہے۔ اور اس کی مہربانی کیسے محسوس ہوتی ہے؟ ذرا آپ اپنی مہربانیاں زندگی سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹا لو' جو آپ نے زندگی کو بنایا ہے تھوڑی دیر کے لیے اس کو نکال دو تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ

جس Premises میں، جس ماحول میں، جس ابتدا سے انسان شروع کر رہا ہے یہ ابتدا ہی آپ کی نہیں ہے اور جس ذہن سے آپ خواہش کر رہے ہیں وہ ذہن ہی آپ کا نہیں ہے بلکہ وہ اس اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بھوک اس نے بنائی، پیٹ اس نے بنائے، کھانے اس نے بنائے اور اب آپ کیا کر رہے ہو؟ شور کیوں مچا رہے ہو؟ تو پہلے وہ کھانا پیدا کرتا ہے، پھر تمہارے ہاں بھوک پیدا کرتا ہے اور کھانے کا شعور پیدا کرتا ہے۔ نظام عالم وہ چلا رہا ہے اور تم ایسے ہی شور مچا رہے ہو کہ بھوک لگی، بھوک لگی حالانکہ بھوک لگانے والا کھانے کا پہلے ہی انتظام کر چکا ہے۔ تو یہ انتظام اس کا اپنا کیا ہوا ہے۔ اسی طرح آنکھ بینائی ہے، یعنی کہ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی بینائی میں کمزوری آ گئی ہے تو جب وہ کمزوری نہیں تھی تو کیا آپ نے وہ فضل دریافت کیا تھا اور شکر کیا تھا۔ کمزور تو ہر شے کو ہونا ہے، کمزور کا مطلب یہ بھی ہے کہ آخر تو ختم ہی ہو جانا ہے۔ اور وہ نعمت موجود تھی تو کیا آپ نے اس نعمت سے منعم کا سفر دریافت کیا؟ اگر اب ایک نعمت ذرا کمزور ہو جاتی ہے تو باقی نعمتوں کا ہی خیال کر لو۔ ایک ایک کر کے یہ سارے کا سارا ختم ہو رہا ہے، جوں جوں عمر گزرتی جائے گی، نقص پیدا ہوتا جائے گا۔ اس لیے جو نعمتیں محفوظ ہیں ان نعمتوں سے منعم کی راہ تلاش کرو اور اسے اختیار کرو۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو تو دریافت کرنا نہیں ہے، کمال کی بات تو یہ ہے کہ اللہ وہ جو آپ کے ہاں بیان ہو گیا ہے لیکن اس سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی، پر آپ سجدہ تو اللہ کا ہی کریں گے کیونکہ اللہ مسجود ہے اور سجدے کے لیے ہی مسجود ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ کہاں ہوتا

ہے جب وہ یہ سجدہ قبول کرتا ہے۔ یعنی کہ اگر یہیں موجود ہے' اتنا قریب ہے' آپ کے بہت قریب ہوتا ہے جب کہ آپ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں' تو تھوڑی دیر بعد جب آپ مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو وہ دور کیسے جاتا ہے۔ اتنا پاس آ کے اتنا دور کیسے ہوتا ہے۔ پھر جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کے قریب ہوتا اور آپ کا بھائی جو نماز نہیں پڑھ رہا اس سے دور ہوتا ہے' تو پھر وہ کہاں ہے؟ تو وہ شخص کہتا ہے میرے پاس ہے کیونکہ اس وقت میں سجدہ کر رہا ہوں اور جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کے ساتھ نہیں ہے مگر یہ بات یوں نہیں ہے کہ ایک کے پاس ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو' کبھی قریب آجائے اور کبھی دور چلا جائے' کیونکہ وہ اللہ ہے۔ آپ جن شعبوں سے اور جن صفات سے اسے دریافت کرتے ہیں وہیں آپ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اگر آپ زمین پر سجدہ کر رہے ہیں تو ایسا سمجھیں کہ آسمان قریب ہے کیونکہ وہ سجدہ آسمان پر ہو گا۔ تو آپ نے اپنے جسم کے قواء سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے دل کی خواہشات سے اسے دریافت کرنا ہے اپنے ارادوں سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے اعمال سے دریافت کرنا ہے۔ گویا کہ اس کی پہچان اور دریافت آپ کے اپنے عمل کا نام ہے۔ تو یہ سب آپ کے عمل کا نام ہے' مقصد یہ ہے کہ علم کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے۔ اگر آپ کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو سمجھو کہ وہ وہیں ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ مگر اتنا قریب ہے کہ ساری زندگی ملتا نہیں! شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شہ رگ میں سے دنیاوی خواہشات کو آہستہ آہستہ

نکال دو تو خود بخود اس کا ڈیرہ وہاں نظر آجائے گا اور پھر اس کی پہچان، ہو جائے گی۔ سکون کی بات دراصل سکون کی تلاش ہے اور سوال یہ ہے کہ سکون کیا ہے؟ دراصل سکون کی تلاش، اللہ کے فضل کی تلاش ہے اور اللہ کی تلاش ہے۔ اس لیے اس کا فارمولا کوئی نہیں بنتا۔ اگر آپ کو خرچ کرنے کا اس کی راہ میں موقع ملتا ہے تو اگر پیسے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرو۔ اس طرح سکون مل جائے گا۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو پیسے والوں کو معاف کر دو اور انہیں برا نہ کہو۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں اور غریبی ہے تو اس کو برا کیوں کہتے ہو جس کے پاس پیسہ ہے! اس کی آزمائش پیسے میں ہو رہی ہے اور آپ کی آزمائش غریبی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ بات جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس میں دخل نہ دو اور جو آپ کے بس میں ہے وہاں پر جواب دہی ہو گی' جواب دہی پوری ہو گی تو سکون مل جائے گا۔ تو سکون کے یہ فارمولے ہیں۔ اگر دل اس کی یاد سے آباد ہو جائے تو وہ دل ہی سکون والا ہے۔ اگر انسان کی نیت درست ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ اگر یہاں ٹھہرنے کی بجائے نکلنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ اگر آپ کو Option دیا جائے' اختیار دیا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے کہ جانا ہے؟ جو کہتے ہیں جانا ہے تو ان کو سکون مل گیا۔ اور یہاں ٹھہرنے والے کے لیے بے سکونی ہے۔ اور اگر اسے کہا جائے کہ تیرے واپس جانے کا وقت آگیا تو وہ کہے گا کہ نہیں' ذرا Extention دے دو' ہم یہیں ٹھہریں گے۔ اس طرح سکون نہیں ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ملنے کی تمنا کی بجائے آپ کو یہاں ٹھہرنے کی تمنا ہو گئی ہے اور وصال کے بغیر تو دوری

ہے اور دور رہنے کی خواہش حجاب ہے۔ اللہ اس سے پوچھے کہ کیا تمنا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی اپنے پاس نہ بلانا' ابھی مجھے ذرا دور ہی رہنے دو۔ تو اس طرح سکون کہاں سے ملے گا۔ سکون اللہ کے قرب میں ملے گا' اس کی یاد میں ملے گا' اس کے فضل سے ملے گا' اس کے بندوں پر رحم کرنے سے ملے گا' بندوں کی خدمت کرنے سے ملے گا اور خواہشات کے پھیلاؤ کو روکنے سے ملے گا۔ جس کو آپ نے اللہ مانا ہے اس کو یاد کرو' دل سے یاد کرو' اس کا ذکر کرو' جیسے بھی ذکر کرو' ذکر کے بے شمار طریقے ہیں' تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کے بڑے ہی فارمولے ہیں اور اصل فارمولا یہ ہے کہ دعا کرو کہ یا اللہ سکون دے' اور اس سے خواہش نہ پوری کرانا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خواہش ترک کردو لیکن بات یہ ہے کہ خواہش پوری کرانے والا اور انسان ہوتا ہے اور ترک کرانے والا اور۔ خواہشات اس طرح ہیں کہ جیسے ایک پہاڑی پر ایک اور پہاڑی رکھ دی اور اس کے اوپر ایک اور پہاڑی رکھ دی' پھر دھڑام سے ساری گر جائیں گی۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کی خواہش کا سفر رکا ہو' وہ کہتا ہے پہلے یہ خواہش پوری ہو' پھر وہ خواہش پوری ہو' پھر ایک اور خواہش پوری ہو۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کو خواہش پوری کرنے میں لگایا ہوا ہے اور اس سے محبت نہیں کرتا۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے خواہشات چھوڑ ہی دیں تو کیا قیامت آ جائے گی۔ پھر وہ اصل خواہش پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تم نعمتیں مانگ رہے ہو اس سے اسی کو مانگو! پھر تو نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی۔ یعنی جب منعم ہی ساتھ آجائے گا تو نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی۔ آپ سٹور سے کوئی چیز کیوں لیتے

ہیں' آپ سٹور کی پکی پرچی ہی لے لو۔ تو یہاں سے چیزیں نہ اٹھاؤ۔ اس لیے دل سے خواہش کا چور نکال دو کیونکہ ہوتا یہ ہے ایک دنیاوی خواہش پوری ہو جائے تو پھر انسان کہتا ہے کہ ایک خواہش اور پوری ہو جائے' اس کے بعد دو تین خواہشیں رہ جائیں گی' پھر وہ پوری ہو جائیں گی اور اس طرح زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے سکون کا معنی کیا ہے؟ اپنے آپ پر رحم کرنا۔ تو آپ آزاد ہو جاؤ' جیسے کہ زندگی میں مر گئے ہو' یعنی زندگی میں زندگی کو آپ تھوڑی دیر کے لیے ترک کر دو' ایسے کہ جب مرنا ہے تو پھر یہاں کچھ بھی نہیں کرنا۔ یہاں پر انسان کہتا ہے کہ میرے بعد یہ دنیا چلے گی کیسے۔ اس سے پوچھو یہ بتا تیرے آنے سے پہلے کیسے چلتی تھی؟ اخباروں میں لکھا ہوا ہے اور تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ دنیا کروڑوں سال سے چل رہی ہے' اور آپ یہاں پر نہیں تھے' پھر بھی دنیا چل رہی تھی۔ تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی۔ آپ کے والد صاحب کے بعد چل گئی ہے تو کیا آپ کے بعد نہیں چلے گی۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو یہ دنیا پیغمبروں کے بعد چل گئی' ولیوں کے بعد چل گئی اور آپ کے والدین کے بعد چل گئی ہے تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی' کیا تو کوئی بہت ہی افلاطون ہے۔ اس لیے یہ دنیا چلتی رہے گی۔ بچوں کا کیا ہو گا؟ ٹھیک ہوتا ہی رہے گا' انہیں پالنے والا پالتا ہی رہے گا' بس آپ اپنی جان بچائیں۔ اس طرح پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ تو سکون کی تمنا یہ ہے کہ ضد نکال دو' غصہ نکال دو اور خواہش کی پرستش نکال دو۔ اگر اللہ کی خواہش نہ ہو تو خواہش مکمل طور پر غیر اللہ ہے۔ ہر چیز غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کی خواہش جو ہے وہ شرک کے قریب لے جاتی ہے' اس لیے ایسی

خواہش ترک کردو۔ خواہش قائم رہے تو اس کی پرستش ہو جاتی ہے۔ خواہش بو ہے اس کے اندر ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ خواہش تھوڑی دور چلتے چلتے ایک قسم کا نقلی معبود بن جاتی ہے اور پھر یہ پوری کی پوری شرک کی کہانی بن جاتی ہے۔ مثلاً" خواہش یہ ہے کہ میں نے سیاست کرنی ہے' موجودہ پرائم منسٹر اس قابل نہیں ہے اور ہم اس قابل ہیں۔ ایسا ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں ہی اس قابل ہوں۔ اگر سکون چاہیے تو جو نظام چل رہا ہے آپ وہ نظام چلنے دو۔ تم اپنے آپ کو دیکھو کہ تمہارا حال کیا ہے' خیال کیا ہے اور نیکی کیا ہے۔ اور پیسے کی تمنا' پیسے کا خیال حد میں رکھو اور اپنے قد میں رہو۔ جب پیسہ نہیں تھا اور آج سے پہلے تھوڑا تھا تو اس وقت بھی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اب پیسہ ذرا زیادہ ہو گیا ہے تو کون سا زندگی میں کوئی خاص فرق ہے' یہ تو چل رہی ہے' مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کے بزرگ ہوتے تھے' والدین' چچا' ماموں سارے ہوتے تھے اور زندگی میں کتنی رونق ہوتی تھی' اور آپ نے ان سب کو نکال کر صرف ایک چیز حاصل کی ہے' پیسے! اور آپ نے کچھ بھی نہ کیا۔ تو بچوں کا ہی خیال کرو۔ بچوں کو آپ کا دم حاصل ہے' بچوں کو دعا کرو کہ یا اللہ ان پر اپنا فضل فرما۔ ان کے لیے راستے نہ بناتے پھرو کہ یہ راستہ ہو جائے گا اور پھر وہ راستہ ہو جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ ان کے لیے دکان الاٹ کروا رہا ہوں جو برانڈرتھ روڈ پر ہے۔ دوکان کی بات ہے تو برانڈرتھ روڈ پر ہزارہا دوکانیں ہیں اور شہر بھرے پڑے ہیں دوکانداروں سے مگر سارے تو مطمئن نہیں ہیں بلکہ سبھی پریشان ہیں۔ اس لیے کاروبار سے کبھی کوئی مطمئن نہیں ہو گا۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کاروبار

کرتے کرتے فرعون ـ کر گھر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے کاروبار کی کامیابی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اطمینان عام طور پر تنہائی میں اللہ کی یاد میں' خاص طور پر درود شریف میں' اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے میں' پیسے کی محبت سے باز رہنے میں' یہاں ٹھہرنے کی خواہش کو ذرا مدھم کرنے میں' اور لوگوں کے ساتھ دھوکا نہ کرنے کی خواہش میں ہے۔ یہ تھوڑی تھوڑی باتیں ہیں ان کو آسان کر لو۔ یا پھر ایسی خواہش دریافت کر لو جو ہر خواہش پر حاوی ہو اور جس پر باقی خواہشیں نثار ہو جائیں۔ تو اپنے دل میں کوئی ایسی خواہش پیدا کر لو کہ میری ایک ایسی خواہش ہے جس پر باقی خواہشات قربان۔ جب وہ خواہش حاصل ہو جائے پھر زندگی بھی دے دو۔ اگر وہ خواہش دریافت ہو جائے تو پھر پورا ہونا نہ ہونا دونوں ہی سکون کا باعث ہیں۔ جیسے میں نے کہا تھا کہ اگر دل میں حج کا شوق ہو تو شوق ہی حج ہے اور اگر شوق نہ ہو تو بیس بار حج کر آؤ مگر بات نہیں بنے گی۔ تو یہ کیا ہے؟ شوق والا حج پہ گیا تو کچھ اور بن کے آیا اور بے شوق جیسے گیا ویسے آ گیا۔ تو اگر دل کے اندر حج نہ تو پھر انسان کو سکون نہیں ملے گا .... اب اور سوال پوچھو .... بولو۔

سوال :۔

حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہُو .... اس سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

یہ جو لفظ ہے ناں "عشق سلامت کوئی ہُو" جب تک یہ واردات نہ ہو۔ یہ صرف لفظ ہی ہے۔ آپ اگر لفظ "عشق" کہہ لیں' محبت کہہ لیں

تو یہ لفظ ہی ہیں اور اگر محسوس ہو جائے تو پھر اس لفظ کا معنی سمجھ آ جاتا ہے۔ مثلاً" کچھ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کا حصہ اڑھائی فیصد نکال دیا۔ اس نے مانگا اور اڑھائی پرسنٹ دے دیا اور حساب ادا ہو گیا اور اڑھائی پرسنٹ دینے کے بعد بھی سائل آگیا۔ کہتا ہے کہ اللہ کے نام پہ کچھ دو' کہتا ہے ابھی تو میں اللہ کے نام پہ دے چکا ہوں' یعنی کہ وہ حقیقی سائل جتنا بھی زور لگائے' وہ Genuine سائل ہو' تو وہ اس مال میں سے کچھ اور نہیں نکالے گا کیونکہ اس کا حصہ ایمان کا ہے اور عشق کا نہیں ہے۔ اگر عشق کا حصہ مل چکا ہو تو پھر اس کے پاس پیسہ ہی نہیں ہو گا یعنی یا تو اسے دے گا یا پھر اس کے ساتھ مانگنے والوں میں ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی بات اور ہوتی ہے کہ سائل ہزار بار سوال کرے تو وہ ہزار بار دے دے۔ تو وہ حساب نہیں کرتے۔ جس طرح کوئی کہتا ہے کہ میں نے پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں اور اس کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے' تو جن کو محبت ہوتی ہے وہ تو عبادت کرتے ہی رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ان سے حضور پاک ﷺ نے پوچھا ایمان کی تعریف تم نے کیا سمجھی۔ جب یہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا تو صحابہ کرامؓ نے کہا ہمیں سمجھ آگئی ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنا فرشتوں' کتابوں' پیغمبروں اور آپ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے ان سب پر ایمان رکھنا ہے۔ وہاں پر ایک آواز آئی کہ ایمان سے تو ہمیں اتنی بات سمجھ آئی کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر نثار ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ ایمان یہ ہے کہ ہمیں تو اتنی بات سمجھ آتی

ہے کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر نثار ہے۔ اب یہ ہے عشق۔ تو عشق کی بات اور ہے۔ اللہ پر جان دینے والا شہید ہو گا اور اسلام پر جان دینے والا شہید ہو گا۔ اور حضور پاک ﷺ پر جان دینے والا کیا ہو گا؟ حالانکہ شہید تو اللہ کی راہ میں مرنے والا ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی راہ میں مرنے والا شہید ہی ہو گا۔ اگر آپ یہ کہیں گے تو دوسرے نہیں مانیں گے کیونکہ خالی ایمان سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ آپ اس کو یوں سمجھ لیں، کلمہ پڑھنے والوں کا سب کا ایمان ہے اور پھر آپ یہ دیکھیں کہ کربلا کے اندر یزید اینڈ کمپنی مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں لیکن وہاں عشق نہیں ہے۔ اب ایک طرف نماز پڑھی جا رہی ہے، وہاں امام پاک علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور دوسری طرف یزیدی لوگ بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو دونوں نماز پڑھ رہے ہیں مگر فرق دیکھ لو کہ کیا ہے۔ تو عشق کی نماز اور ہے اور خالی ایمان کی نماز اور ہے۔ اور کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ غلام یزید اپنا نام رکھا ہوا ہے، یزید کو شہید کہتے ہیں، یزید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں اور اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں مثلاً" یہ ہے کہ یہ کہہ دینا کہ حضور پاک ﷺ بھی تو ہماری طرح بشر ہیں۔ یہ اتنے تعجب کی بات نہیں ہے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اور اپنے ایمان کی رو سے کہتے ہیں، اس کے پیچھے قرآن پاک کی سند بھی لگاتے ہیں کہ خود قرآن پاک میں لکھا ہے انا بشر مثلکم۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ لکھا ہوا ہے مگر یہ کب کا واقعہ ہے؟ جب لوگ آپ ﷺ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور غور کیا تو انہوں نے کہا ہمیں بات سمجھ آ رہی ہے کہ آپ ہی وہ ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں انا بشر

مثلکم میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں بشر ہوں تمہاری طرح کا' مجھے وہ نہ سمجھ لینا' میں عبادت کرتا ہوں اور معبود نہیں ہوں۔ اور اللہ اور اللہ کے فرشتے کیا کرتے ہیں؟ ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ تو یہ مسئلہ جو ہے صرف ایمان سے سمجھ نہیں آتا جب تک محبت نہ ہو۔ محبت سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود کیسے بھیج رہے ہیں جب کہ ان کے لیے تو ساری کائنات برابر کی ہے۔ اللہ کے ہاں تو سب کو برابر ہونا چاہیے ناں لیکن اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ کب سے بھیجتے جا رہے ہیں اور کب تک بھیجیں گے؟ ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک۔ تو پھر یہ بات جو ہے وہ کیسے سمجھ آتی ہے؟ یہ ایمان سے نہیں بلکہ عشق سے سمجھ آتی ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی عارضی سلامتی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایمان صحیح ہو اور پہچان نہ ہو مثلاً" یہ کہ کسی کو اللہ کے پیغمبر ﷺ آواز دیں اور جواب دینے والا یہ کہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ تو اگر عشق نہ ہو تو پھر آپ اس آواز کے سامنے اونچی آواز سے بول سکتے ہیں کہ ٹھہر کے آؤں گا۔ تو کیا ہو گا؟ حبطت اعمالھم تو سب اعمال گئے اور ضائع گئے۔ یعنی کہ وہ ایسی ذات گرامی ہیں کہ ان کے سامنے اونچی آواز نکالنا' آپ کے اعمال اور عبادت کو ضائع کر دیتی ہے۔ تو یہ ہے عشق کا مقام! عشق کا معنی ہے اپنے دین کو بڑے ادب سے قبول کرنا۔ شوق سے قبول کرنا اور اگر عبادت میں شوق داخل ہو گیا تو سمجھو یہ عشق ہے۔ عبادت کا شوق اور عبادت کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اطاعت بھی ہے اور محبت بھی ہے۔

سرمد سگِ تو، بندہِ تو، عاشقِ تو

سرمد آپ کا سگ بھی ہے، بندہ بھی ہے اور عشق بھی کرتا ہے۔ ایسے بندے سے اللہ نے مانگا تو وہ کہتا ہے اڑھائی پرسنٹ کی بجائے سب کچھ لے لیں۔ اسے کوئی اگر کہتا ہے کہ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا مگر وہ کہتا ہے آپ سب کچھ ہی لے جاؤ۔ تو شوق والے یہ کہتے ہیں کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو یہ عشق والوں کی بات ہے۔ اور آپ پر اللہ کی طرف سے ذرا غریبی آ جائے تو آپ اسلام سے استعفیٰ دے دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اگر عشق ہو تو پھر اللہ جو کر رہا ہے، منظور ہے، ستم ہے تب بھی کرم ہے، کرم ہے تب بھی کرم ہے، وہ مجھے اِس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اِس حال میں خوش ہوں اور اُس حال میں رکھ رہا ہے تو اُس حال میں خوش ہوں، ہم نے تو راضی رہنا ہے کیونکہ ہم نے جی میں یہ ٹھان لی ہے، وہ جس حال میں رکھ رہا ہے ہم خوش ہیں۔ تو عشق والوں کو کوئی گلہ نہیں ہوتا۔ اگر محبوب جو ہے وہ تقاضہ کر لے اور آپ سے کسی چیز کی تمنا کر لے، مانگ لے تو پھر آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ شکر ہے اس نے مانگ لی، اگر وہ جان مانگ لے تو شکر کیا جاتا ہے کہ اس نے مانگ لی اور کوئی گلہ نہیں ہوتا۔ پھر آپ یہ نہیں کہتے کہ ٹھہر کے آئیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے اس میں۔ تو ایمان والے جو ہوتے ہیں عام طور پر ان میں تذبذب ہوتا ہے اور عشق میں تذبذب نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک ہی جست میں پار ہو جاتے ہیں اور یہ بھی عشق کا مقام ہے کہ

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اور پھر یہ کہ ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

مطلب یہ ہے کہ عشق جو ہے وہ سوچتا نہیں ہے' بس اللہ نے جان مانگی ہے تو وہ کہتا ہے چلو آتش میں۔ اس لیے سلطان باہوؒ صحیح فرماتے ہیں کہ ۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہُو

یعنی ہر کوئی ایمان کی سلامتی مانگتا ہے اور عشق کی سلامتی کوئی کوئی مانگتا ہے۔ عشق کہیں پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے کا نام نہیں بلکہ عشق جو ہے وہ اس کی آواز پر لبیک کہنا ہے۔ اور یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اس واسطے پھر وہ کہتے ہیں کہ شریعت اور اس میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ ہو سکتا ہے' وہ لوگ عبادت اور طرح سے کر جاتے ہیں' کئی درویش ایسے ہیں جو عبادت تنہائی میں کر گئے تا کہ وہ اپنا راز فاش نہ کر بیٹھیں۔ تو عشق کا معنی ہے جاں نثاری کر دینا اور انتہا سے زیادہ کر دینا' اس کی خواہش پر لبیک کہہ دینا' تکلیف میں خاموشی سے گزر جانا اور اللہ کی طرف سے جو کچھ آ رہا ہے اسے قبول کرنا۔ عشق کی خوبی یہ ہے کہ محبوب کا قرب دریافت کرے۔ عشق کی کیا خوبی ہے؟ ہر حال میں اپنے محبوب کا قرب دریافت کرے' اگر جان دے کے قرب ملتا ہے تو جان دے اور جان بچا کے قرب ملتا ہے تو جان بچائے۔ تو جس حال میں ملتا ہے اس حال میں حاصل کرے۔ یہ درویشوں کی بات ہے۔ آپ عشق کی سلامتی مانگو' یعنی کہ ان کے ساتھ وابستگی کی سلامتی مانگو' تو یہ حضور

پاک ﷺ کے حوالے سے چلتا ہے۔ سلطان باہوؒ اکثر حضور پاک ﷺ کا نام لیے بغیر راز کی بات کرتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ۔

چڑھ وے چناں تے کر رشنائی ذکر کریندے تارے ھُو

اب چن یعنی چاند جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ نسبت سے بیان کیا کہ چڑھ وے چناں تے کر رشنائی یعنی اے چاند نکل آ اور روشنی کر اور ہم لوگ جو آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں آپ ﷺ کا ذکر کر رہے ہیں، درود شریف پڑھ رہے ہیں اور جلوہ دیکھ رہے ہیں۔

تارے کا معنی آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں اور اولیاء کرام کی محفل میں آپ ﷺ کے دیدار کی تمنا ہو رہی ہے۔ تو بظاہر تو یہ چاند اور ستاروں کا ذکر کر رہے ہیں مگر یہ ستاروں اور چاند کی بات تو نہیں ہو رہی۔ تو سلطان باہوؒ کے کلام کے اندر اس طرح کی گہرائی ہوتی ہے۔

اچیاں بانگاں اوھی دیندے نیت جنہاں دی کھوٹی ھُو

یعنی اونچی، بلند اذانیں وہ دے رہے ہیں جن کی نیت کھوٹی ہے۔

اب یہ سلطان باہوؒ کہتے ہیں کہ دین کی زیادہ تبلیغ کرنے والے نے جب تک اپنے باطن کی اصلاح نہیں کی ہے تو کیا تبلیغ کر رہا ہے۔ پہلے اپنے نفس کا مسئلہ حل کرو، اپنی خواہش کو حل کرو اور پھر تبلیغ کرو۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے نام کی تبلیغ ہو رہی ہے اور اگلا بندہ اگر جواب غلط دیتا ہے تو پھر ذاتی غصہ میں سب لڑتے ہیں کہ ہم تمہیں اڑا دیں گے، مار

دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو نہیں مارا مگر تم اڑا دو گے۔ تو یہ آپ کی ضد' عناد' غصہ ہے' تبلیغ نہیں اور یہ سارا کچھ آپ کے اندر اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ تو اسلام میں ایسے تضاد اور واقعات ہو رہے ہیں ان سے بچنے کا طریقہ ہی یہ ہے کہ انسان عشق میں داخل ہو جائے' اللہ کی محبت میں داخل ہو جائے۔

سوال:۔

اسلام تو سچا دین ہے مگر دنیا اس سے کیوں دور ہے؟ اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن میں فرق کیوں ہے؟

جواب:۔

یہ سوال اکثر لوگ کرتے ہیں' آپ نے تو ادب میں یہ سوال کیا ہے مگر اللہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ دین اسلام آپ کا ہے' ان الدین عند اللہ الاسلام کہ بے شک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہے' اور آپ قادر بھی ہیں اور مالکِ کائنات بھی آپ ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی دنیا کے اندر لوگوں کی زیادہ تعداد اسلام میں داخل نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ دین سچا بھی ہے اور قدرت بھی آپ کے پاس ہے' پیسے آپ ان کو دیتے ہیں جو ماننے والے نہیں اور بے چارہ مسلمان پریشان ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ تو لوگ یہ پوچھتے ہیں اللہ سے۔ بس اللہ کریم نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ اس بات میں پریشان نہ ہوں کہ کون سی بات کثرت میں ہے اور کون سی بات قلت میں ہے۔ اسی طرح باطن سب لوگوں پر آشکار نہیں ہوتا تو اس میں پریشانی کی بات نہیں ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ ظاہر میں بھی اگر اصلاحِ نفس ہو جائے تو وہ سارے اہلِ باطن

ہی ہیں' فرق اس لیے محسوس ہوا کہ کچھ عرصہ سے اہلِ باطن کے نام پر کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر سے بالکل عاری تھے۔ اس لیے پھر ان کا رستہ رک گیا کیونکہ وہ نظام ظاہری کے بالکل قائل ہی نہیں رہے تھے۔ پھر کچھ ہندو تہذیب مل گئی' کچھ اور تہذیبیں مل گئیں۔ ورنہ تو یہ تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آتا ہے تو سارے اہلِ ظاہر تھے اور سارے اہلِ باطن تھے۔ آپ کسی بزرگ کا نام لو جو بڑے منصب والے ہیں تو ان کے پاس مسجد ضرور ہوگی' سارے بزرگ جیسے داتا صاحبؒ' خواجہ صاحبؒ اور بابا صاحبؒ۔ تو سارے کے سارے جو تھے وہ عبادت کے نظام کو چلا رہے تھے۔ پھر یہ تضاد کیوں ہوا' یہ Bifurcation کیوں ہو گئی؟ کچھ شخص ایسے تھے' کچھ خانقاہیں ایسی تھیں جہاں ظاہری عبادت ہی نہیں ہو رہی تھی' اس لیے یہ فرق پڑ گیا۔ بہر حال اگر کوئی ایسا مقام آجائے کہ باطن اور ظاہر میں کہیں انتخاب کا موقعہ ہو تو ظاہر کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ تو باطن جو ہے اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے' کہیں ظاہر کے نظام میں کوتاہی نہ کرنا بلکہ اس کو ماننا' اللہ تعالیٰ نے ظاہر کے نظام کی حفاظت باطن والوں کے ذریعے کی ہوئی ہے۔ تو ظاہر ٹھیک رکھنا اچھی بات ہے۔ اسی طرح قلت میں ہونا اس طرح ہے جس طرح پانچ نمازیں ہر کوئی پڑھتا ہے لیکن تہجد کوئی کوئی پڑھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ بس جس جس کو جو شعور ملا ہے وہ ٹھیک ہے۔ سارے لوگ جو ہیں وہ پیسہ جمع کرنا نہیں پسند کرتے ہیں۔ کچھ لوگ خرچ کرنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ اب ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں مگر انہیں اللہ تعالیٰ نے کم تعداد میں رکھا ہوا ہے۔ دراصل سچے انسان سارے ایک

ہی ہیں' دین کے حوالے سے اچھی نیت والے لوگ ایک ہی ہیں' اہلِ ظاہر ہوں یا اہلِ باطن ہوں سب ایک ہی ہیں اور سب کا مقصد رضائے الٰہی ہے' یہ جو درمیان میں Clash ہوا' بریلوی' دیوبندی اور اہل حدیث کا' تو یہ درمیان میں غلط ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور سب ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال :۔

اللہ والے اپنی تعداد میں اضافہ کر تو سکتے ہیں لیکن کیوں نہیں کرتے؟

جواب :۔

یہ منشا ان کا اپنا نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ "لاخوف" کی منزلیں کس کس کو عطا کر دے۔ تو آپ سب اکٹھے ہو جاؤ اور ایک ہی مسلک بنالو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے اختیار میں نہیں ہے کہ قلیل رہنا ہے' منشا اللہ تعالیٰ کی اپنی ہے' اگر قلیل ہیں تو یہ اللہ کی منشا ہے۔ یہ ان آدمیوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ اپنی تعداد کو بڑھا دیں یا اس میں قلت پیدا کر دیں یا اہلِ ظاہر کو جاکے تبلیغ کر دیں یا ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دیں۔ تو جتنا جتنا کسی کو اختیار ہے' اتنا اتنا وہ چلے گا۔ اس میں کوئی دقت والی بات نہیں ہے' بس سب اس کی مہربانی سے چل رہا ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے کہ گا کہ یہ خواہش اللہ کی ہے یا غیراللہ کی؟ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر راضی ہے؟

جواب:۔

اگر خواہش کا رخ" Direction اللہ ہے تو یہ خواہش من اللہ ہے' خواہش کا رخ اگر اِلی اللہ ہے' تو خواہش بھی مِن اللہ ہے۔ اور اگر خواہش یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے تو یہ تمہاری اپنی ہے اور اس خواہش کا مقصد جو ہے وہ نفس ہے۔ آپ نے مرکز کو دریافت کرنا ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ خواہش تو صبح شام پیدا ہوتی رہتی ہے اور بزرگ جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ دل اسلام سے پہلے والا ایک قسم کا خانہ کعبہ ہے اور اس میں خواہشات کے بت پڑے ہوئے ہیں' انہیں ان بتوں کو توڑ کے تم اسے آزاد کرا دو تو یہ Pure کعبہ بن جائے گا' پھر یہ کام کرو کہ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے خود ہی بیٹھ جاؤ اور دیکھو کہ جو خواہش آئی اس کا مدعا کیا ہے۔ مثلاً" خواہش یہ ہے کہ یہاں پر دنیا میں ترقی کریں گے۔ تو یہ نفس کی خواہش ہو سکتی ہے اور یہ خواہش غیر کی ہو سکتی ہے۔ اگر خواہش جو ہے وہ کہتی ہے کہ ہم یہیں سے مالک کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ خواہش اس مالک کی طرف سے آئی ہے اور ادھر ہی جانا چاہتی ہے یعنی انا للہ و انا الیہ راجعون تو وہ خواہش جو ہے مِن اللہ ہے اور اللہ کے فضل سے آتی ہے۔ زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی خواہشات کی بہت کثرت ہوتی ہے لیکن انسان نظر انداز کرتا رہتا ہے' بھولتا رہتا ہے۔ بس اس کی پہچان کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ٹھہرنے کی خواہش تمہاری ہے اور نکلنے کی خواہش اس کی ہے' انسانوں کی خدمت کی خواہش اس کی ہے اور انسانوں کو استعمال کرنے کی خواہش آپ کی ہے۔ تو یہاں پر قوت حاصل کرنا آپ کی خواہش ہے اور یہاں

خدمت کا جذبہ پیدا ہونا اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ وہ خواہشات ہیں جو بزرگوں اور پیغمبروں کو اللہ کریم نے عطا کی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ظلم کرنے والوں پر بھی رحمت کی۔

یہ سن کر رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ تو پھر اللہ ہے' وہ کہتا ہے وادی طائف سے گزرنا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا۔

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو یہ وہ اللہ ہے جو پہلے محبوب بناتا ہے پھر اسے سب واقعات کی سیر کراتا ہے' افلاک کی سیر کراتا ہے' بہشتوں کی سیر کراتا ہے' سارے زمانوں کی سیر کراتا ہے۔ ماضی بھی دکھاتا ہے' حال بھی اور مستقبل بھی۔ پہلے دوست بنتا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد اللہ بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں وادی سے گزر جائیں یہ دیکھنے کے لیے کہ جو میں نے محبت کی ہے اس کے جواب میں کیا محبت ہے۔ اور جب آپ ﷺ تکلیف کی وادی سے گزرے تو اللہ نے پوچھا کہ اگر کہیں تو پھر ان کا حشر کر دیا جائے' جیسے پہلی امتوں میں ہوتا رہا ہے کہ انہوں نے حکم نہیں مانا اور خلاف ہو گئے۔ مگر آپ رحمت اللعالمین ﷺ تھے کیونکہ آپؐ کا ٹائیٹل بھی رحمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی۔ تاریخ نے دیکھا کہ ان کی اولادیں پوری مسلمان ہوئیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے نہیں مانا جب کہ انہوں نے بڑی تبلیغ کی' ان کی زندگی طویل تھی' کوئی کہتا ہے کہ چودہ سو سال'

کوئی گیارہ سو سال اور کوئی نو سو سال کہتا ہے۔ جب قوم نہ مانی تو نوح علیہ السلام نے پھر ایک Request کی' دعا کی کہ یہ تو مانتے نہیں ہیں' پھر ان کو Despatch ہی کر دیا جائے' آگے بھیج دیا جائے۔ اللہ تو خالق ہے' جب چاہے پھر مخلوق کو پیدا کر لے' اللہ نے کہا Despatch کر دو' اگر نہیں مانتے تو انہیں بھیج دیا جائے۔ نہ ماننے والوں کی لسٹ میں نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی تھا' انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اللہ نے فرمایا یہ بھی تو نہ ماننے والوں میں ہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو باقی بھی تو کسی اور کے بیٹے ہیں' وہ گئے ہیں تو پھر یہ بھی جانے دو۔ تو ان کو بات سمجھ آگئی' جس جگہ نہ ماننے والوں کو بھیجا جا رہا ہے تو پھر نہ ماننے والوں میں رشتہ داریاں کیا ہیں۔ تو وہ رشتہ دار نہیں ہے جو نہیں مانتا۔ تو حضور پاک ﷺ ایک واحد ذات ہیں کہ نہ ماننے والوں کو سزا کبھی تجویز نہیں کی بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہی معاف فرمایا ہے۔ تو یہ ایک مزاج ہے اور جو پیغمبروں کے ہاں بھی خواہشات رہتی ہیں اس قسم کی خواہش اگر آپ میں پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہے' مثلاً" ایک آدمی ظلم کر کے چلا گیا' اب بد دعا نکلنے کی تیاری ہو رہی ہے' پھر خیال آیا کہ اس کو معاف کر دیں۔ جب کہ بد دعا کی تیاری ہو چکی تھی لیکن معاف کر دینے کی خواہش پیدا ہو گئی اور پھر کہا کہ معاف کر دیا' تو یہ خواہش جو ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو وہ خواہش جو پیغمبروں کی خواہشات کی اطاعت میں پیدا ہوئی ہوں وہ اللہ کی طرف سے ہے' وہ خواہش جو ولیوں کی خواہش کی اطاعت میں آئی وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جس

خواہش کا مرکز فرعونیت کی اطاعت میں آئے وہ آپ کے نفس کی بات ہے اور سزا کی بات ہے۔ خواہش تو پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن خواہش کو پہچاننا ہی زندگی ہے۔ تو آپ خواہش کو پہچانتے جائیں' خواہش آتی جا رہی ہے اور ساتھ ہم نے کمپیوٹر سیٹ لگایا ہوا ہے کہ یہ خواہش گئی' اور یہ اصلی خواہش ہے' اس کو آنے دو۔ تو آپ اپنے آپ کا خود ہی جائزہ بن جائیں کہ اب کون سی خواہش ہے جو اتباع کرنے کے قابل ہے۔ داتا صاحب" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حج کو گئے' کردستان کے علاقے میں پہنچے تو ڈاکو آ گئے۔ ڈاکوؤں نے آ کے کہا جو کچھ ہے نکال دو۔ سب نے جو پیسہ اور اشرفیاں چھپائی ہوئی تھیں وہ نکال دیئے مگر قافلے کے امیر نے اپنا مال چھپائے رکھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی تو امیر سے کچھ اشرفیاں چھپی ہوئی نکل آئیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا اسے قتل کر دو۔ داتا صاحب" کہتے کہ پھر میں نے مداخلت کی کہ دیکھو یہ ہمارا امیر ہے اور امیر ہی قتل ہو گیا تو بات کیا رہ گئی۔ تو وہ سردار کہتا ہے کہ یہ کیسا امیر ہے' کہ سچوں کا جھوٹا امیر کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر وہ سردار بولا کہ ہم تو ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں کہ ہم لوگوں کو متوکل بنا کے حج پر بھیجیں۔ تو بس اتنی سی بات ہے کہ آپ اس خواہش کو نکال دیں جو ڈاکو والی خواہش ہے یعنی کہ چھپا کے خزانہ گننا۔ جمع مالا وعدده یعنی مال جمع کیا اور گن گن کے رکھا۔ تو آپ اس خواہش کو نکال دو۔ کسی کے خلاف چھوٹی سی بد دعا بھی نہ کرنا اور یہ چھوٹی سی بد دعا کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ دل میں خواہش کرنا کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو جانا چاہیے۔ تو دل میں کسی کے لیے برائی نہ سوچنا' کسی کے لیے برائی سوچنا بھی بد دعا ہے۔ اگر

کہنا بھی ہے تو یہ کہو کہ یااللہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو میں اپنے لیے چاہوں۔ کیا آپ دل سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو میں اپنے لیے چاہوں۔ جب دوسروں کے لیے اچھائی چاہو گے تو اپنے لیے اچھائی بنے گی اور برائی چاہو گے تو یہ تمہارے لیے ہو گی۔ تو میرا خیال ہے کہ آپ کو اتنی بات ضرور کہنی چاہیے کہ یا اللہ اگر آج سے میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو پھر میں اپنے لیے برائی چاہوں۔ تو وہ خواہش جو کسی کے لیے برائی کی تمنا کرتی ہے' یہ خواہش کیا ہے؟ یہ آپ کی اپنی جانب ہے وہ بھی آپ کی اپنی طرف سے ہے' وہ خواہش جو فرعونی خواہش ہے وہ بھی تمہاری طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو اللہ کی طرف سے ہے وہ اللہ ہی کی طرف لے جائے گی۔ جس طرح کہ۔

لے گئی بوئے علیؑ سوئے علیؑ

تو وہ جدھر سے آئی تھی ادھر ہی لے گئی۔ بس بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آئے گا وہ ادھر ہی لے جائے گا اور اُدھر سے آنے والی چیز آپ کو اِدھر نہیں رہنے دے گی۔ تو خواہش کا مطلب ہے کہیں لے جانے والی چیز اور جدھر کی دعوت آئے گی ادھر آپ کا رخ آٹومیٹک ہو جائے گا۔ تو خواہش کے بعد اپنا رخ دریافت کر لیا کرو اور پہچان لیا کرو کہ یہ خواہش کدھر سے آئی ہے' بس پھر خواہش کا علاج ہو گیا۔ آپ نے صرف خواہشات کی سلیکشن کرنی ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ لمبی چوڑی عبادت کا مقام نہیں ہے دنیا میں آپ کتنی عبادت کرو گے۔ میں نے پہلے آپ کو گن کے بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی میں آپ روزانہ

آٹھ گھنٹے سوتے ہیں' تو بیس سال تو نیند کی نذر ہو گئے' انا للہ و انا الیہ راجعون پہلے بچپن کے سال جہالت کی نذر ہو گئے' پھر بڑھاپا' بیماری اور پرانی یادوں کی نذر ہو گئے' کچھ سال آپ نوکری میں بیچ دیتے ہیں یعنی آٹھ گھنٹے روز رزق کمانے کے لیے بیچتے ہیں' جس میں دوکان' سامان' دفتر' افسر شامل ہیں' نہانے اور کپڑے بدلنے میں آپ کے تین سال لگتے ہیں' کھانا کھانے میں چار سال تو لگ ہی جاتے ہیں یعنی کھانے کی ٹیبل پر آپ چار پانچ سال لگاتے ہیں۔ بچ بچا کے آپ کے پاس تین چار سال رہتے ہیں اور اس میں ہزار کام کرنے ہیں' تو مصیبت کا مارا انسان کتنی عبادت کرے گا۔ تو عبادت کا ایک لمحہ ہی ہوتا ہے اور ایک سجدہ قبول ہو جائے تو عبادت پوری ہو گئی۔ اور اگر آپ کی ایک غلطی اللہ کو ناپسند ہو جائے تو سمجھو کہ ساری زندگی ضائع ہو گئی۔ سرکار ﷺ کی ذات گرامی' حضور پاک ﷺ کی شان میں ایک کلمہ احتیاط کے بغیر کہہ گئے تو تم مارے گئے۔ تو اس ذات کے لیے کوئی بے احتیاط فقرہ نہ کہنا۔ اللہ سے ڈرنا جو ہے اگر وہ ڈر قبول ہو گیا تو یہی آپ کی عبادت ہے' اللہ قبول کرے تو عبادت ہے' بعض اوقات ناز قبول کر لیتا ہے اور بعض اوقات نماز بھی نہیں ہوتی۔ تو وہ اللہ ہے اور وہ چاہے تو نمازیں ان کے منہ پر دے ماری جائیں گی۔ بس بات یہ ہے کہ پتہ نہیں کون سا سجدہ قبول ہو جائے۔ اس لیے عبادت کی طوالت پہ نہ جانا' بلکہ اگر ایک عبادت قبول ہو جائے تو سارا مدعا قبول ہو جائے گا۔ تو یہ قبولیت کی بات ہے جیسے کسی کو دوست کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ ابھی ابھی کوئی آدمی آپ سے ملا' اس نے آپ سے کوئی بات کی' آپ نے کہا میں

تمہیں دوست مانتا ہوں جب کہ اس کے پیچھے اتنا بڑا ماضی ہے' آپ نہیں جانتے اور اس کے آگے اتنا بڑا مستقبل ہے جو آپ نہیں جانتے' اور وہ کیسا آدمی ہے' یہ بھی آپ نہیں جانتے مگر دوست بنا لیا۔ تو آپ دوستی نبھا جائیں گے۔ اس طرح اللہ کریم جو ہے اس کو اگر آپ کی کوئی ایک ادا پسند آ گئی تو آپ کو سرفراز کر دیتا ہے۔ تو حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اور بہشت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور انسان دوزخ میں جا گرے۔ یعنی عبادت اگر غرور پیدا کر جائے تو مارے گئے اور برباد ہو گئے۔ اور گناہ عاجزی پیدا کر جائے تو شکر ہے کہ بچ گئے۔ اس لیے کوئی پتہ نہیں کہ اس کا فضل کیسے ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک واقعہ ہوا' داتا صاحبؒ کے بزرگوں میں سے ایک تھے' تو اعلان ہو گیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کر دی اور وہ باطن میں داخل ہو گئے' ولی ہو گئے۔ صبح سارے درویش ان کے پاس گئے' سلام کیا اور بتایا کہ رات کو آپ کی پروموشن ہو گئی ہے اور آپ ولی ہو گئے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ میں تو شرابی آدمی ہوں' میں کہاں سے ولی ہو گیا' میرا کیا تعلق ہے' تم مجھے کیوں بے وقوف بنانے آئے ہو۔ انہوں کہا: ہم خود نہیں آئے ہیں' بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں' ہم سارے منصب پر فائز لوگ ہیں' اب بتاؤ کہ تیرے پاس کیا نیکیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود تجھے ترقی دے دی اور ولی بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا بات نہ پوچھو' بس کچھ نہیں کیا میں نے' بس بات یہ ہے کہ رات کو ہم نے بہت پی اور شراب کے نشے کے عالم میں ہم آ رہے تھے' سڑک پر ہم نے دیکھا کہ ایک کاغذ گرا ہوا تھا اور اس پر اللہ کا لفظ لکھا تھا۔ میں نے کہا تیری زندگی میں نیکی تو ہے کوئی

نہیں، میں نے اللہ کے نام کا لکھا کاغذ اٹھایا، خوشبو لگائی اور سنبھال کے رکھ دیا۔ ان درویشوں نے کہا پھر اللہ کا جواب سن لے، تو نے میرے نام کو خوشبو دار بنایا ہے اور ہم تمہارے نام کو خوشبودار بنا دیں گے۔ تو وہ اللہ ہے، چاہے تو یہاں سے منظور کر لے۔ اس لیے یاد رکھنا، چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی کبھی چھوٹا نہ سمجھنا، چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نیکی نہ سمجھنا اور چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا۔ بس یہ بات زیادہ یاد رکھنی چاہیے کہ چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا اور چھوٹی لغزش کو کبھی چھوٹی لغزش نہ سمجھنا۔ چھوٹی نیکی کو کبھی ضائع نہ کرنا، چھوٹی نیکی قبول ہو جائے تو نیکیوں کا انبار بن جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو دل میں راضی رکھا کرو اور راضی رکھنے کا ثبوت بتاتا ہوں، طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں تنہا بیٹھ کر یہ سوچا کریں کہ کیا آپ اللہ پر راضی ہیں یا ابھی دو چار دعائیں باقی ہیں۔ اللہ پر راضی وہ انسان ہوتا ہے جس نے اللہ سے اور کچھ نہیں لینا، اور کچھ مانگنا نہیں، وہ کہتا ہے کہ ہم راضی ہوئے اور ہم نے دعا سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اگر آپ راضی ہو گئے تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر راضی ہو چکا ہے۔ اللہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ اور جو اللہ پر راضی نہیں ہوتے تو بس سمجھ لو کہ اللہ ان پر راضی نہیں ہے۔ تو انسان یہ سمجھ لے کہ کبھی آپ آئینہ ہیں کبھی وہ آئینہ ہے۔ تو آپ کی اپنی کیفیت اللہ کے حوالے سے جو ہے وہی کیفیت اللہ کی آپ کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے، آپ اس کے قریب آ جاتے ہیں تو وہ آپ کے قریب ہو جاتا ہے، اگر آپ دور ہو گئے تو وہ دور ہو گیا، تب ہی آپ دور ہو

گئے۔ تو کبھی آپ Cause ہو یعنی وجہ ہو اور وہ Effect ہے، کبھی وہ Cause وجہ ہے اور آپ Effect ہو، نتیجہ ہو۔ تو کبھی وجہ وہ اور نتیجہ آپ، کبھی وجہ آپ اور نتیجہ وہ۔ تو یہ دونوں باتیں ہیں۔ اگر آپ راضی ہیں، جو کچھ زندگی میں ہے کمزوری، خامی، کمی بیشی، پھر بھی راضی ہیں، یعنی آپ مکمل طور پر راضی ہیں تو اللہ آپ پر راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہے وہ اللہ پر راضی رہے گا۔ یہ بات اپنی تنہائی میں دریافت کر لو۔ مقصد ہے کہ یہ دنیا اللہ نے بنائی ہے، وہ کبھی آپ کے دشمن بنائے گا، اس نے دوست تو بنائے لیکن آپ کے دشمن بھی بنا دیے، تو آپ اس کے دشمن بنانے کے عمل پر راضی رہیں، اس نے ہی کافروں کو بنایا، ان کو رزق بھی دیتا ہے تو اس پر بھی آپ راضی رہیں یعنی کہ اگر آپ کو اس کائنات کا اختیار پانچ منٹ کے لیے مل جائے تو پانچ منٹ کے بعد آپ کائنات اللہ کو واپس کرو تو اس میں ایک رتی برابر تبدیلی نہ ہو۔ تو یہ ہے راضی انسان کی خوبی۔ وہ کہتا ہے کہ پانچ منٹ کائنات میرے قبضے میں رہی ہے، پھر جیسی تھی ویسی رہی ہے اور میں نے اس میں دخل نہیں دیا۔ کہتا ہے آپ نے کوئی دو چار کام کر لینے تھے تو وہ راضی شخص کہتا ہے نہیں، وہ بہتر جانتا ہے، ہم اس کے کام میں دخل نہیں دیتے۔ راضی رہنے والا انسان وہ ہے جو اس کے کام میں دخل نہ دے۔ بس سمجھو کہ اللہ اس پر راضی ہو گیا۔ تو اگر آپ راضی ہو جاؤ تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ زندگی میں دیکھو کہ دعا کی بڑی ضرورت ہے، اصلاح کی کوششیں جو ہیں آپ یہ ضرور کرو لیکن یہ یاد رکھنا کہ دنیا کی مکمل اصلاح نہیں ہو گی۔ جب تک شیطان کا لفظ قرآن میں ہے، تو شیطان رہے گا۔ جو قرآن کے

اندر لفظ ہیں وہ رہیں گے۔ کافر کا لفظ ہے تو کافر رہے گا، مومن کا لفظ ہے تو مومن رہے گا، شر رہے گا، خیر رہے گی، ہم رہیں گے اور وہ بھی رہیں گے۔ زندگی صرف آپ کی کوشش کا نام ہے، آپ ایمانداری سے کوشش کریں۔ آپ تنہائی میں غور کریں اور اگر آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو گیا، مکمل یقین ہو گیا، جس میں کمی بیشی نہیں ہے اور اس یقین میں اپنے بھائی کو شامل کرنا چاہتے ہو، تو آپ یہ کہتے ہیں کہ میرے اپنے دل میں بخشش کا یقین ہے، میرا سگا بھائی ہے اور اسے شامل کرنا ہے تو اپنی بخشش میں شامل کرنے سے پہلے، بہشت میں شامل کرنے سے پہلے اپنے پیسوں میں شامل کرو۔ جب پیسوں میں آپ شامل کر لو بس پھر آپ یہ سمجھیں کہ اسے زندگی میں شامل کر لیا اور وہ عاقبت میں بھی شامل ہو گیا۔ تو تبلیغ اس وقت کرو۔ پھر اللہ راضی رہے گا۔

آخر میں سب لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں اور جو یہاں نہیں آسکے ان کے لیے بھی دعا کریں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الا نبیاء والمرسلین سیدنا و سند نا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یاارحم الرّٰحمین۔

۲
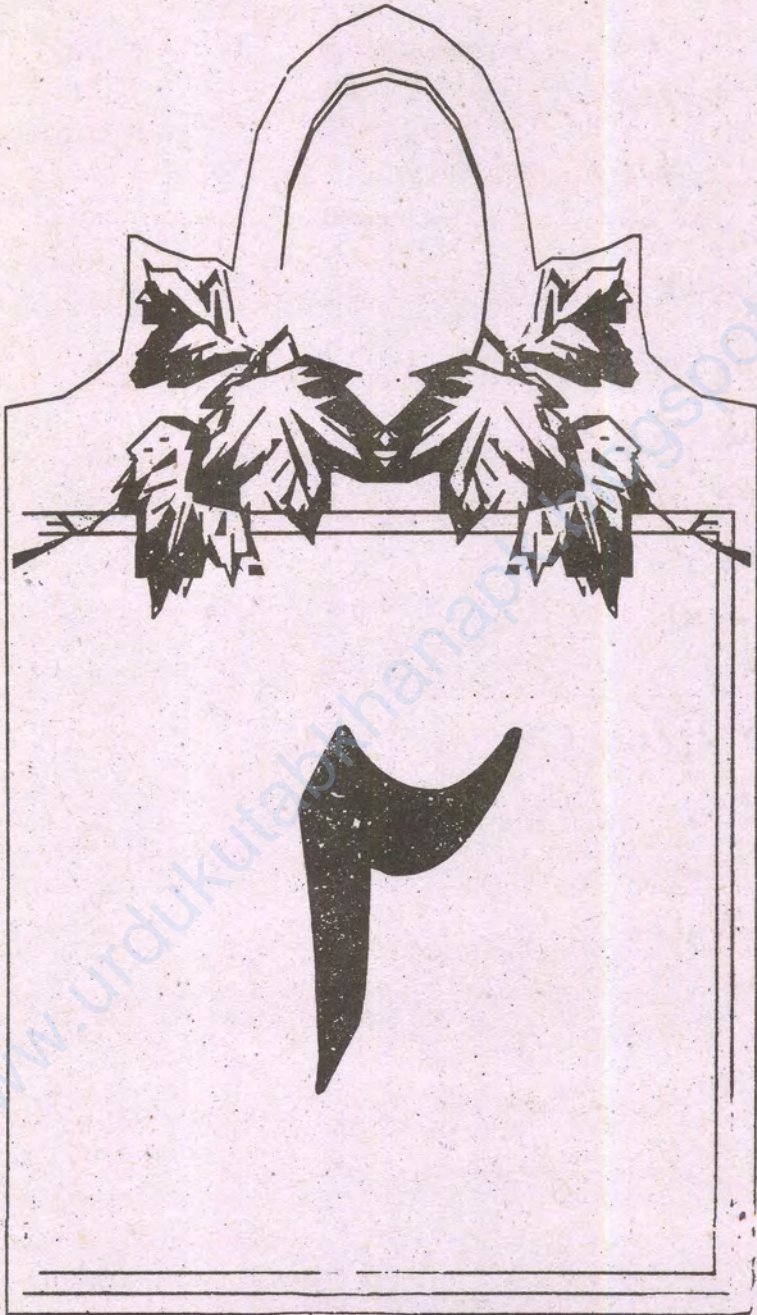
1- سر! دقت یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں؟ اس دقت کو حل کر دیں۔

2- مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اپنی ذات سے محبت اور پوجا سے کیا مراد ہے؟

3- حضور! ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے ایمان کی رسید اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا کرو جب کہ اللہ تو خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون ایمان لایا اور کون نہیں لایا؟

4- کیا اللہ کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟

5- میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ فنافی الشیخ سے کیا مراد ہے؟

6- ایک مسلمان اسلام پر تو پورا یقین رکھتا ہے مگر مسلمانوں کا گلہ اور افسوس کرتا ہے کہ ان کا یہ حال ہے اور مغربی ممالک کا یہ حال ہے، تو اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

7- سر! یہ جو روحانیت ہے یہ صرف اسلام میں ہی ہے یا یہ باقی مذاہب میں بھی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کیا ہے؟

8- بزرگوں کے مزارات پر یہ جو جمعرات کا دن مخصوص ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

9- اگر ہم اور دنوں میں مزار پر جائیں تو پھر کیا ایک ہی بات ہے؟

10- داتا صاحبؒ کے ہاں کب اور کیسے جانا چاہیے؟

سوال :-

سر! دِقت یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں' اس دِقت کو حل کر دیں۔

جواب :-

اس دِقت کا حل کوئی بھی ہو' اس کو حل کرنا چاہیے۔ ورنہ تو یہ ایک فارمولا ہے جو علم کی حد تک رہے گا اور یہ مسئلہ عملی ہے اور عملی مسائل کا عملی حل ہوتا ہے۔ اگر عملی طور پر کسی کو تکلیف ہو رہی ہے تو تکلیف کا ایک علاج تو یہ ہے کہ اسے کہہ دیا جائے کہ کوئی تکلیف نہیں ہے' لیکن جب اس کو تکلیف ہو رہی ہے تو پھر اس کا عملی حل ہونا چاہیے۔ تو عملی پرابلم کا عملی حل ہونا چاہیے۔ اور علمی پرابلم کا علمی حل ہونا چاہیے۔ تو اگر دنیا میں رہنا مشکل ہے اور دنیا کو چھوڑنا بھی مشکل ہے تو مسئلے کا حل یہ ہے کہ نہ دنیا میں رہنا ہے اور نہ اسے چھوڑنا ہے۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ نہ دنیا میں رہنا ہے اور نہ چھوڑنا ہے؟ اسے دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ دنیا میں رہنا بھی ہے اور اسے چھوڑنا بھی ہے۔ اب یہ کس طرح رہنا ہے اور کس طرح چھوڑنا ہے؟ اب آپ اس کی مثال پوچھیں گے کہ اس کا کس طرح پتہ چلے گا۔ اس سلسلے میں بزرگوں نے بے شمار مثالیں دی ہیں اور ان میں سے ایک مثال اس

طرح دی جاتی ہے کہ۔

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

تو بازار میں سارے خریدار نہیں ہوتے' کچھ تو ویسے ہی مسافر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بازار سے صرف گزر جاؤں گا اور میں نے توجہ اس لیے نہیں کی کیونکہ میں خریدار نہیں تھا۔ تو خریدار کا مسئلہ خریدار کی نیت پر ہے' اور جو صرف گزر گیا تو کوئی دکان اسے ستائے گی نہیں' اس کے لیے کوئی مہنگائی نہیں اور اسے کوئی معاشی مسئلہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ وہاں سے گزر گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بھیڑ میں سے گزر جانے والے کو اس سے گلہ ہی نہیں ہو گا۔ جس کی جیب ہی نہیں تو اس کی جیب کٹے گی کیا؟ تو اسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہو گا اور وہ ٹھگوں کے علاقے سے گزر جائے گا' چوروں کے علاقے سے بھی گزر جائے گا۔ اب چوروں کا علاقہ جو ہے وہ تو اسے تنگ کرے گا جس کے پاس مال ہو گا۔ جس کے پاس مال ہی نہیں ہے اور جو مال ہے وہ مالک کا ہے تو اسے چوری سے کیا ڈر! اس کا ایک حل بزرگوں نے اور بتایا ہے کہ۔

درمیاں قعرِ دریا تختہ بندم کردہ‌ٔ
باز می گوئی کہ دامنِ تر مکُن ہشیار باش

تو ہوشیار باش! حکم یہ ہے کہ دریا میں رہو لیکن دامن تر نہ ہو۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ اگر مرغابی پانی میں غوطہ لگائے تو اس کے پر گیلے نہیں ہوتے۔ تو مرغابی پانی میں بھی رہتی ہے لیکن پھر سے ہوا میں بھی اڑ جاتی ہے۔ تو یہ مرغابی' پانی کا مرغ ہے' پانی کا پرندہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا سے اس طرح گزر جانا ہے۔

اس کی ایک اور مثال لوگوں نے اس طرح دی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے تم غریب الدیار ہو' غریب الدیار کا معنی ہے پردیسی! تو یہ دنیا اور دیس ان لوگوں کے لیے پردیس ہے جو لوگ اس دیس کا خیال رکھتے ہیں' اس لیے یہ دیس ان کے لیے پردیس ہے۔

کچھ اور لوگ اس کی یوں مثال دیتے ہیں کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے پنہارن رہتی ہے۔ تو یہ پنہارن کون ہے؟ وہ جو پانی بھرنے والی ہوتی ہے۔ وہ سب سکھیوں' سہیلیوں سے بات کرتی ہے لیکن اس کی گھاگھر نہیں چھلکتی۔

سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گھاگھر کے بیچ

تو اس پنہارن کا دھیان گھاگھر پر رہتا ہے۔ تو دنیا سے گزرتے جانا ہے لیکن اس میں ملوث نہیں ہونا ہے اور ملوث ہونے کا معنی یہ ہے یہاں دنیا میں گم نہیں ہو جانا۔ تو دلدل سے اگر گزر ہو تو ضروری نہیں ہے کہ آپ کپڑے ہی خراب کر لو۔ مقصد یہ ہے کہ یہ صفائی قلب کی بات ہے۔ دنیا ایک ایسی چیز ہے جو اپنی طرف متوجہ کرے گی' تو دنیا کو اس کا اصل حسن جاننے کے لیے دیکھو کہ اس کی عمر کیا ہے؟ بزرگوں نے اس کی عمر کے متعلق بتایا ہے کہ دنیا کی عمر بہت زیادہ ہے' اس کا حسن عارضی ہے' یہ سارا اس کا "میک اپ" ہے' اصل میں یہ بہت قدیم چیز ہے' اس دنیا میں ہزاروں لوگ آئے جو آپ سے بہتر تھے۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

اس دنیا نے کتنے دارا اور سکندر کھا لیے۔ اس دنیا سے محبت انسان کو فانی بنا دیتی ہے اور بزرگوں نے بتایا ہے کہ اس دنیا نے کبھی کسی

کے ساتھ وفا نہیں کی ہے اور دنیا کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مردار ہے اور اس کی تمنا کرنے والا مردار کھانے والا ہے' اسے کتا کہو' گدھ کہو یا کچھ بھی کہو۔ اس دنیا میں بیلنس جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ دنیا میں کام کرو یعنی آپ کو محنت کے لیے بنایا گیا ہے' محنت کرنا آپ کی جبلت ہے' فطرت ہے اور آپ کچھ نہیں بھی کرو گے تب بھی محنت کرنا پڑے گی۔ آرام کے لیے بھی بڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ تو اگر مقصد آرام ہے' تب بھی آپ کو کام کرنا پڑے گا۔ اب کام کی نیت اگر اجرت بھی ہو تو آپ کا مقصد یہ ہو گا کہ اس دنیا میں سے آرام سے گزر جائیں۔ تو دنیا میں زیادہ ملوث نہیں ہونا' بلکہ اس زمین سے پار چلے جانا مقصد ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ ایسے انداز سے رہو کہ اس زندگی کو چھوڑنا مشکل نہ ہو اور فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے۔ جس کو دین کا پتہ نہیں ہے اور دوسری باتوں کا بھی علم نہیں ہے بلکہ بے شمار چیزوں کا پتہ نہیں ہے لیکن اس کو ایک چیز کا ضرور پتہ ہوتا ہے کہ وہ چیز جو اسے پریشان کرتی ہے' وہ اسے نہ کرے۔ یہ ہر ایک کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ پریشان ہے۔ اب آپ پریشانی کا تو بتا رہے ہیں لیکن وجہ نہیں بتا رہے حالانکہ وجہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیوں پریشان ہیں۔ تو پریشانی دو چیزوں سے ہوتی ہے' ایک چیز جو آپ چاہتے ہیں لیکن ملتی نہیں ہے اور ایک وہ چیز جسے آپ نکالنا چاہتے ہیں لیکن وہ نکلتی نہیں ہے یا آپ کچھ لانا چاہتے ہیں اور وہ آتی نہیں ہے۔ تو اس بات پر پریشانی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسا عمل سرزد ہو گیا جس کی یاد آپ کو پریشان کر رہی ہے یا ایک ایسی چیز جو آپ چاہتے ہیں لیکن وہ ملتی نہیں ہے۔ تو پھر پریشانی ہو جاتی ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو اور اپنی آرزوؤں کو اس اللہ کے حوالے کر دیں، جس کے حوالے آپ نے بھی ہو ہی جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آخر تم نے میرے پاس آ ہی جانا ہے اور پھر آپ سے کہا جائے گا کہ ہم نے تو جس کا کہا تھا یہ وہی دن ہے۔ تو اس لیے دنیا سے اتنی محبت نہ کرو کہ یہ شدید ہو جائے۔ دنیا سے واجبی واجبی اتنی محبت کرو جتنی مسافر کو گاڑی سے ہوتی ہے۔ مسافر جو ہے گاڑی میں اپنی سیٹ بناتا ہے، بیٹھتا ہے اور اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ سیٹ اس نے چھوڑ جانی ہے اور گاڑی آپ خرید نہیں سکتے۔ تو یہ ٹرین ہے، آپ آرام سے اپنی سیٹ کا خیال کرو، آپ سے پہلے اس سیٹ پر بے شمار مسافر بیٹھے ہیں، آپ کے بعد اس سیٹ پر بے شمار مسافر بیٹھیں گے اور مسافر کی طرح آپ اپنا وقت گزارو۔ اگر پھر بھی بات سمجھ نہیں آ رہی ہے تو آپ کسی انسان کو نہ ستاؤ، پھر آپ کو دنیا میں وقت نہیں ہو گی، کسی انسان کو دنیا میں پریشان نہ کرو، کسی انسان کو دکھ نہ پہنچاؤ، کسی کا حصہ نہ روکو، کسی کا مال ہضم نہ کرو اور اگر آپ کو پھر بھی یہ بات سمجھ نہیں آتی تو اپنا حصہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند کو دے دو۔ یعنی اپنا مال کسی ایسے انسان کو دے جاؤ، جو آپ سے کم مال دار ہو، اپنی زندگی کسی ایسے کام میں لگاؤ جس کی آپ سے زیادہ دوسرے کو ضرورت ہو۔ تو گویا کہ آپ اپنے آپ کو دنیا میں مفید بنا لیں۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو انسانوں کے لیے مفید بنا لیا تو پھر وقت کم ہو جائے گی اور آپ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ تو دنیا کی تکلیف اس طرح ختم ہو جائے گی۔

دنیا سے عافیت چاہنے کے لیے آپ کو ایک اور فارمولا بتاتے ہیں

کہ آپ اس میں جسم کی تسکین کو کم کر دیں۔ جسم کی تسکین کا سامان کیا ہوتا ہے؟ وہ ہوتا ہے آرام، جسم کا آرام، نیند، کھانا، بیوی بچے، خوشیاں، شہرت، دولت اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ ان کو آپ کم کر دیں یعنی کہ اپنے آپ کو ان باتوں میں ذرا کم Involve کرو تو پھر آپ کو عافیت ہو جائے گی۔ پیسے سے محبت کم کر دو، تو عافیت ہو جائے گی۔ پیسے کے بعد امیر تو آپ ہی ہوں گے اور غریب ہوں گے تو پھر بھی آپ ہی ہوں گے۔ تُو اگر غریب ہے تو یہ بھی تُو ہی ہے، تو تُو ایسا انسان بن جا کہ اپنی زندگی کو پسند کر لے۔ آپ کی زندگی کی غریبی کا دور آپ کو پسند نہیں اور کچھ زندگی کو آپ نے ایسے رکھا ہوا ہے کہ میں وہاں ہوں گا تو یوں کروں گا۔ تو یہ جو اپنے آپ سے ناپسندیدہ بات ہے وہ آپ نکال دیں کیونکہ یہ بھی آپ ہی ہو۔ میں آپ کو یہ بات دوبارہ سمجھاتا ہوں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں وقت مال آ جائے گا تو میری یہ زندگی خوش ہو جائے گی۔ تو آپ اپنے آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک وہ خوشی نہیں آئے گی اس وقت تک آپ کی زندگی پریشان رہے گی۔ تو آپ کی زندگی کا پریشان حصہ جو ہے وہ تو زندگی سے نکل گیا، تو اب آپ کے پاس اچھی زندگی کون سی رہ گئی؟ اچھا انسان وہ ہے جو اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ اچھا سمجھے کیونکہ یہ ہماری زندگی آپ کی زندگی ہے۔ تو اچھا انسان کہتا ہے کہ امیری میں ہم اچھے ہیں کیونکہ یہ ہماری امیری ہے اور غریبی میں ہم اچھے ہیں کیونکہ یہ ہماری غریبی ہے۔ تو اچھے آدمی کا ہر دور اچھا ہوتا ہے۔ آپ نے تاریخ پڑھی ہے اور دنیا میں دیکھ بھی لیا ہے کہ پیغمبرؐ پر کوئی دور آئے تو پیغمبرؐ پھر بھی پیغمبرؐ ہے۔

پیغمبرؐ پر غریبی کا دور آجائے پھر بھی پیغمبرؐ ہے' ولی پر بیماری کا دور آ جائے' غریبی کا دور آ جائے تو پھر بھی ولی ہے۔ تو خوش انسان پر کوئی دور آ جائے وہ خوش ہی رہے گا اور جو غمگین آدمی ہے اس پر کوئی دور آ جائے وہ غمگین ہی رہے گا اور اسے اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ انعام ملا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس کو لانے میں تو بڑی دِقت ہوئی ہے۔ تو غمگین شخص کو کوئی نہ کوئی مصیبت رہے گی۔ یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ پریشانیوں کی تلاش میں رہو گے تو پریشانی ہی ملے گی۔ اور اگر جو کچھ آپ کے پاس ہے آپ اسی پر راضی ہو جاؤ گے تو یہ دنیا تمہیں راضی کر دے گی۔ تو جہاں جو کچھ ہے ٹھیک ہے۔ بیٹا ہے تو بیٹا پیدا ہو گا' ایک بیٹا پیدا ہوا' خوش ہو جاؤ' ایسے بھی لوگ ہیں جن کے ہاں ایک بھی بیٹا پیدا نہیں ہوا' چار بیٹیاں ہو گئی ہیں پھر بھی مبارک ہو' ایسے بھی لوگ ہیں جن کی سات بیٹیاں ہیں۔ بیٹی بھی اچھی ہے اور بیٹا بھی اچھا ہے بس نصیب اچھا ہونا چاہیے۔ تو آپ اپنے آپ کا ہر دور خوش قسمت سمجھو تو پریشانی کا حل مل گیا۔ پریشانی اس زمانے کو کہتے ہیں جب تمہیں اپنی زندگی ناپسند ہونا شروع ہو جائے۔ جب آپ کو آپ کی زندگی ناپسند ہے تو اور کسے پسند ہو گی' یہ آج کے انسان کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو حالات کی کمی و بیشی سے ناپسند کر رہا ہے۔ اس لیے اسے نصیحت یہ ہے کہ اپنی زندگی کو پسند کرے۔ اور جب تکلیف کی شدت آئے تو اس کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی کبھی آپ ایسی نصیحتوں اور محفلوں میں جاؤ کہ جہاں آپ محویت حاصل کر سکو۔ محویت خیال کا وہ مقام ہے جہاں غم اور خوشی دونوں ہی بے معنی ہو جاتے ہیں اور انسان کہتا ہے کہ پتہ نہیں اس وقت

ہم کہاں تھے؟ پتہ نہیں کیا خیال تھا؟ کہتا ہے پتہ نہیں کچھ سود تھا کہ زیاں تھا' نہ نفع تھا نہ نقصان تھا' نہ کوئی دن تھا نہ کوئی رات تھی' ہمارے ساتھ ایسا ہو گیا کہ خدا جانے میں کہاں سے کہاں چلا گیا...... تو خیال میں ایسے گم ہو جاؤ کہ حالات کی اضافی تکلیف اور خارجی تکلیف بند ہو جائے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں گم ہو جاؤ۔ اللہ' اللہ کرتے رہو۔ پھر یہ حالت ہو گی کہ۔

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

انسان اللہ کے خیال میں' اللہ کی یاد میں اتنا گم ہو جائے کہ اللہ کی زمین پر' اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں جا رہا ہے اور اسے پتہ ہی نہیں کہ کہاں جا رہا ہے اور اسے کیا تکلیف ہے۔ ایسے درویش سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کھانا کھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ قسم لے لو ہم نے کبھی بھی کھانا نہیں کھایا' حالانکہ اس وقت کھا کر آیا تھا' دوسرا شخص کہتا ہے کہ ابھی ہمارے ساتھ کھایا ہے مگر درویش کہتا ہے کہ قسم لے لو کبھی نہیں کھایا کیونکہ میں نے کبھی کھایا نہیں جب تک وہ نہ کھلائے' وہ کھلاتا ہے تو ہم کھاتے ہیں' نہیں کھلاتا تو کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور ہم نہیں کھاتے۔ یا تو پھر آپ اس کے مہمان ہو جاؤ اور پھر کبھی گلہ نہ کرنا' اب یہ بڑی ضروری بات کر رہا ہوں کہ جب آپ کسی چیز' کسی خیال' کسی دور' کسی واقعہ کسی مرتبہ پر قبضہ جما کر بیٹھ جاؤ جس طرح بعض دفعہ بلی کبوتر کو اپنے پنجے میں جب دبوچ لیتی ہے تو آپ یہ سمجھو کہ تکلیف کا آغاز ہونے لگا ہے' اور جب آپ اپنے پاس ایسی چیز رکھو کہ اگر بلی کا بچہ بھی کبوتر لے جائے تو لے جائے' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ قبضے کی

خواہش چھوڑ دو اور اگر آپ قبضے کی خواہش چھوڑ دو گے تو پھر آپ کو ہر چیز ذکر الٰہی میں مشغول نظر آئے گی۔ تو قبضے کی خواہش کیا ہے؟ جو یہ دیوار ہے یہ بھی ذکر کرتی ہے اور جو بھی آسمان اور زمین میں اشیاء ہیں وہ اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ یسبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ کی' جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور یہ سب آپ کے علم سے باہر ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اگر ان چیزوں کا نام ہی لکھواؤں تو پھر بھی آپ کے پاس ان چیزوں کے نام لکھنے کا وقت نہیں ہے اور آپ کے پاس آسمان کو غور سے دیکھنے کا بھی وقت نہیں ہے کیونکہ آپ کی زندگی عارضی ہے اور کام بہت وسیع ہیں۔ آپ یہ بات جان لیں کہ یہ باتیں وہ اللہ بیان کر رہا ہے جس کی تسبیح ہو رہی ہے۔ آپ صرف اتنا کام کریں کہ اگر اس زندگی میں ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے تو آپ کم از کم اس تسبیح کو سن کر جائیں' یہ ایک ہی کام ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ آپ یہ یقین کر کے جائیں کہ ہر شے تسبیح بیان کر رہی ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ آپ بھی تسبیح بیان کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے' پھر ہر شے کی تسبیح سن کر جاؤ اور دیکھ کر جاؤ کہ کائنات کی ہر شے کیسے تسبیح بیان کر رہی ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی تھی' دیواریں ذکر کر رہی تھیں' دروازے ذکر کر رہے تھے' یہ کل رات کا ذکر ہے کہ تسبیحِ کائنات ہو رہی تھی اور کیا بات ہو رہی تھی' ہم نے گواہی دی اور ہم اللہ کے روبرو ہو گئے بلکہ سرخرو ہو گئے۔ تو گویا کہ حالاتِ زمانہ کی پریشانی سے بچنا چاہیے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اگر آپ کے حالات نہیں بڑھتے یعنی اگر

آپ کا حاصل نہیں بڑھتا تو چلو آرزو ہی کم کر دو' یہ تو چھوٹا سا نسخہ ہے۔ یعنی اگر آرزو پوری نہیں ہو رہی ہے تو وجہ یہ ہو گی کہ آپ کے پاس وسائل کم ہیں' تو آپ اپنی آرزو کم کر کے دیکھ لیں۔ امیر وہ آدمی ہے جس کا حاصل اس کی آرزو سے زیادہ ہو' اور اگر حاصل آرزو سے کم رہ گیا تو پھر یہ غریب ہو گیا۔ ایک انسان کہتا ہے کہ مجھے کل چار کروڑ روپیہ ملا ہے اور مجھے پانچ کروڑ چاہیے تھا' مجھے یہاں سے پریشانی ہو رہی ہے کہ کیسے ایک کروڑ کا گیپ میں کیسے پورا کروں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ دو روٹی کی طلب تھی اور تین روٹیاں مل گئیں ہم نے تینوں اللہ کی راہ میں دے دیں کہ اللہ اور بھی دے سکتا ہے اور جب چاہے دے سکتا ہے۔ بس اس کا ایمان جو ہے وہ افروز ہو گیا' زیادہ ہو گیا۔ اور کس کا ایمان جو ہے وہ بے ایمان ہو گیا؟ جس کو چار کروڑ روپے ملے ہیں مگر وہ پانچ کروڑ چاہتا تھا۔ تو یہ بات آپ کے حالات کے مطابق ہے۔ کسی کو ایمان کے راستوں میں بے دینی ہو جاتی ہے اور کسی کو لادین راستوں میں ایمان مل جاتا ہے۔ ایمان کے راستے میں بے دینی کیسے ہو جاتی ہے؟ ایمان کی راہ میں' مسلمانوں کے گھر میں رہنے والا آدمی گلہ شروع کر دیتا ہے' کہتا ہے کہ دیکھو! یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے' آپ دیکھو اسلام نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟ یہ کہنے والا مسلمان یعنی خود مسلمان ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اسلام کا یہ واقعہ کیا ہے' کہ یہاں کچھ مسلمانوں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ تو یہ کیسے مسلمان ہیں اور یہ خود بھی مسلمان بندہ ہے اور اس طرح یہ گلہ کرتے کرتے منافقت کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ ایسے آدمی کو منافق کہتے ہیں اور ہاں آپ کو بتا دوں کہ منافق کی بخشش کا موقعہ کم ہی ہے

اگرچہ کافر کی بخشش ہو سکتی ہے مگر وہ آدمی جو اسلام کو چھوڑتا بھی نہیں ہے اور اسلام کے خلاف بھی باتیں کرتا ہے اس کے لیے برا حشر ہو گا۔ ایک وہ آدمی جو اپنے آپ کی پوجا بھی کرتا ہے اور اپنے آپ سے نفرت بھی کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کا منافق ہوتا ہے۔ آپ اس پر ذرا غور کریں یعنی کہ اپنا مومن اور اپنا کافر کون ہے؟ اللہ کا مومن یہ ہے کہ وہ کہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو یہ پڑھنے والے' اللہ کے مومن ہو گئے۔ دوسرے اللہ کے کافر ہیں اور وہ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ اپنا کافر بندہ خود آپ ہی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں آپ ہی آپ ہوں چاہے وہ برا ہے۔ اپنے آپ کا مومن وہ ہے جو اپنے آپ کو مانتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں کہ I am every thing. اور یہ اپنے آپ کا منافق کیا ہے؟ کہ کبھی اپنے آپ کی پوجا کرتا ہے اور کبھی اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے۔ نفرت اور پوجا کے درمیان میں رہنے والا جو ہے وہ اپنے آپ کا منافق ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کی منافقت میں انسان بڑا پریشان رہتا ہے۔ تو ایسا آدمی اپنے آپ کو پسند بھی کرے گا اور اپنے آپ کو ناپسند بھی کرے گا۔ آپ لوگوں کو مشورہ یہ ہے کہ اللہ وہ وقت نہ لائے کہ جب آپ اپنے آپ کو ناپسند کرو' پسند کرنا ہے تو پھر پسند کرتے جاؤ' ناپسند کرنا ہے تو پھر عاجزی اختیار کرو اور اپنے آپ کو پسند کرتے ہو تو پھر Humanity کو' انسانیت کو بھی' اختیار کرو' اللہ کے قریب رہو' اور اس کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتر بنایا اور پھر کبھی اپنے آپ سے جھگڑا نہ کرو' خدا سے جھگڑا تو دور کی بات ہے' آپ اپنے آپ سے بھی جھگڑا نہ کرو۔ آپ ذہن سے

یہ سمجھتے ہو کہ رزق اللہ سے نہیں ملتا مگر یہ اللہ سے ملتا ہے' اچھا رزق اللہ سے ملتا ہے۔ اگر آپ کا رزق کسی صاحب نے روک لیا ہے اور اگر رزق اللہ سے ملتا ہے تو پھر گلہ میرے ساتھ کیوں کرتے ہو؟ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ بیماری سے شفاء نہیں دے سکتا تو آپ مجھے کیوں بتاتے ہو کہ شفاء نہیں ہوئی۔ نہیں ہوئی تو نہ ہو۔ جب آپ کو یقین ہے کہ اللہ نے کام کرنا ہے تو بندے سے کیا کہنا ہے۔ تو آپ اگر اللہ کا گلہ بندے سے نہ کرو' تو یہ عافیت کی بات ہے۔ اور اگر تو آپ بندے کا گلہ اللہ سے نہیں کریں گے تو اس طرح آپ خود عافیت میں آ جائیں گے۔ اگو آپ کو یہ پتہ ہے کہ آپ کے دماغ نے رزق کمانا ہے اور پھر آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کا رزق آپ کے پاس نہیں ہے تو پھر آپ یہ تو مانیں کہ آپ کا دماغ کمزور ہے۔ ادھر آپ اپنے دماغ کو بھی بہتر کہتے ہو اور پھر رزق کما بھی نہیں سکتے ہو' اپنی زندگی کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے ہو اور اپنے دماغ کو نالائق بھی نہیں کہتے ہو' تو پھر آپ خود ہی بتاؤ کہ آپ کا کیا علاج ہو گا۔ جو شخص اپنے آپ کو نالائق بھی نہیں کہتا اور پھر اپنا علاج بھی نہیں کر سکتا تو پھر ایسا آدمی جو ہے وہ کسی طرح بھی راضی نہیں ہو گا۔ تو جو آدمی ڈاکٹر صاحب کے پاس نسخہ پوچھنے کے لیے آئے اور ڈاکٹر نسخہ بتائے اور وہ استعمال نہ کرے تو پھر آپ ہی بتاؤ کہ بیماری کیسے دور ہو گی۔ اور اگر آپ جانتے ہو کہ بیماری نہیں ہے تو پھر علاج کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو آپ جانو اور آپ کی بیماری جانے۔ آپ کو میری یہ بات سمجھ آئی! کہتا ہے کہ دنیا کی محبت میرے سر میں درد پیدا کر رہی ہے اور جب اس کو نسخہ بتاتے ہیں کہ ایسا کر' تو پھر یہ نسخہ استعمال نہیں

کرتا' سر کا درد کس طرح جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس چیز کی وجہ دریافت کرو' جو چیز آپ کو تنگ کر رہی ہے اس کی وجہ دریافت کرو کہ اصل وجہ کیا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ آپ اپنی مرضی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور جو مرضی قبول کرنے کا نتیجہ ہے اسے بھی قبول نہیں کرنا چاہتے' یا تو آپ یہ کہو کہ میں جانوں اور میرے اعمال کا نتیجہ جانے' تو پھر آپ اپنا کام کرتے جاؤ' پھر جو بھی اس کا نتیجہ ہو گا آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ مسلمان ہو کر نتیجہ اچھا نہیں ہو گا تو پھر آپ اپنے عمل سے ذرا گریز کر جائیں اور اگر آپ عمل نہیں چھوڑتے تو پھر آپ نتیجے کو قبول کریں اور اگر نتیجہ قبول نہیں کرنا تو پھر آپ عمل سے گریز کریں۔ تو اس وقت مسلمانوں کو عام طور پر یہ پرابلم ہے' جو بالعموم پایا جاتا ہے کہ یہ اسلام کو بھی چھوڑتے نہیں ہیں اور نتیجہ بھی قبول نہیں کرتے۔ جب بندہ اسلام میں داخل ہو گیا تو سمجھ لو کہ وہ مصیبت میں پھنس گیا۔ تو اب آپ اسلام کو قبول کرو کیونکہ اسلام میں آدھا آدمی داخل نہیں ہو سکتا اور یہ پکی بات ہے۔ یہ ایسا دین ہے کہ جب تک آپ اس میں مکمل داخل نہیں ہوں گے آپ کو عافیت نہیں ملے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اپنے آپ کو آدھا قابو کر لیں' کچھ عمل کر لیں اور سوچیں کہ اسلام میں قبول ہو گئے تو ٹھیک' ورنہ واپس تو آ جائیں گے کیونکہ یہ یاد رکھنا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام پھر آپ کو واپس نہیں جانے دے گا۔ اسلام یہ ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کو All providing اللہ مانو یعنی کہ ہر طرف اللہ ہے' ظاہر اللہ ہے' باطن اللہ ہے' اِدھر اللہ ہے' اُدھر اللہ ہے اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے اور جو

کرتا ہے سو اللہ کرتا ہے۔ تو جب تک آپ مکمل طور پر اللہ کو نہ مانیں آپ کو عافیت نہیں ملے گی۔ لور میرا خیال ہے کہ سب سے اچھا مشورہ یہی ہے کہ مان لیں کیونکہ اگر اللہ خالی محبت کا نام ہوتا جیسے اور لوگ بتاتے ہیں تو پھر بھی گزارہ ہو جاتا مگر یہ تو بولنے والا لور حکم دینے والا اللہ ہے لور اللہ کہتا ہے کہ یہ کام کرو' مثلاً" اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اڑھائی فی صد مجھے دے دو' اب اللہ کو زکوٰۃ کی کیا ضرورت ہے؟ اعتراض کرنے والا کہے گا کہ اس کو اس کی کیا ضرورت ہے' کیا اللہ نے کھانا کھانا ہے' کیا یہ سکہ اللہ کے ہاں چلتا ہے لور پھر سو روپے کے اڑھائی روپے' اللہ یہ کیسی بات کرتا ہے؟ یہ اس کا آرڈر ہے لور یہ پیسے اٹھا کر اللہ تعالیٰ آپ کے قریب کے غریب ہی کو دے دے گا۔ امیر سے اللہ نے پیسے لے لیے اور اس غریب کو دلا دیے۔ اس سے اللہ کو کیا ملا؟ اسلام میں یہ بات سمجھنے سے پہلے ایک بار مرنا پڑے گا' پھر یہ بھی سمجھ آئے گی کہ اللہ نے یہ بات کیوں کی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سمجھنے کے لیے جب تک آپ زندگی میں مر و گے نہیں' آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ باری تعالیٰ کائنات کا مالک ہے' پھر بھی اسے کوئی نہیں مانتا۔ اللہ خالق ہے پھر بھی مخلوق نہیں مانتی' للہ خزائن السمٰوٰت والارض اللہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے لور پھر بھی اس کے پاس پیسہ نہیں ہے' غریب کی مدد کے لیے چندہ چاہیے۔ تو خزانے اس کے' زمین اس کی' آسمان اس کا' وہ اگر صرف سورج کو لے کر چلا جائے تو سب کو سمجھ آ جائے۔ پھر بھی مطلب ہے کہ لوگ نہیں مانتے' تو یہ بات کیا ہے؟ پہلے ہی دن اس باری تعالیٰ کا حکم شیطان نے نہ مانا اور پھر

بھی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے بڑی ہمت چاہیے' اور وہ ہمت کیا ہے؟ قبول کر لینا' کہ آپ اسے قبول کر لو۔ آپ اگر آج یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ اللہ کے روبرو یہ کہتے ہیں کہ آج کے بعد زندگی کے ہونے والے واقعات کو اور اللہ کے ہر فیصلے کو دل سے قبول کریں گے اور آپ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے دیانت داری سے کوشش کریں گے تو پھر جو نتیجہ نصیب ہو گا وہ آپ قبول کریں۔ آپ ایک بات کو یاد رکھیں کہ کبھی کسی شے کو خود سے چمٹا کے نہ رکھنا' اگر وہ پیسے لے جاتا ہے تو لے جانے دو یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ جھوٹا نہ ہونا' کہ دنیا کی چیز سے محبت اس طور پر نہ کرنا کہ کہیں اللہ کو ناراض کر بیٹھو۔ نہ مال کے ساتھ' نہ اولاد کے ساتھ اور نہ اولاد کی ماں کے ساتھ ایسی محبت کر بیٹھنا کہ آپ کو اللہ کی راہ سے غافل ہونا پڑ جائے۔ تو یہ بڑے احتیاط کی بات ہے۔ جب امیر ہو جاؤ تو مغرور نہ ہونا اور اگر غریب ہو جاؤ تو مایوس نہ ہونا۔ میں چھوٹے چھوٹے راستے آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے راستے کیا ہیں؟ پھر اس کے بعد آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔ اگر آپ کے پاس جوانی ہے تو اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے کی نگاہ سے دیکھو اور اگر بڑھاپے میں داخل ہو رہے ہو تو آج آپ خود کو اپنی جوانی کی نگاہ سے دیکھو کہ آپ نے کس طرح کا بڑھاپا سوچا تھا' تو کیا یہ بڑھاپا ویسے ہی آیا کہ کوئی کمی آ گئی۔ جانے کا وقت سوچو کہ اب آپ اپنے ماں باپ کے پاس جا رہے ہو' اپنے بزرگوں کے پاس جا رہے ہو اور اپنے پیغمبروں کے پاس جا رہے ہو تو کیا وہاں جا کر شرمندگی تو نہیں ہو گی؟ یہ کہ آپ اپنے اللہ کے پاس جا رہے ہو تو کیا وہاں جا کر ندامت تو نہیں

ہوگی؟ اگر ندامت کا اندیشہ ہے تو پھر آپ توبہ کا سفر اختیار کرو اور اللہ کے روبرو ہو جاؤ اور سرخرو ہو جاؤ۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔ اس دنیا میں رہنے کے انداز کا نام دین ہے' جب آدمی اللہ پر راضی ہو گیا تو متوکل کہلایا اور اگر راضی نہ ہوا تو پھر پریشان تو ہو گا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اس لیے آپ اس بات پر غور کریں کہ کون لوگ ہیں جو پریشان ہیں؟ ایسے لوگ جن کی خواہشات زیادہ ہیں۔ اگر آپ خواہش چھوڑ دو' جیسے کہ دریا میں تختہ جا رہا ہے تو اس کو جانے دو' کنارے نہ لگے تو مان لو' دوسرے کنارے چلا جائے گا تو بھی مان لو کیونکہ لہریں جانیں اور وہ تختہ جانے' ڈبو دے یا اسے وہ پار کر دے' یہ اس کی مرضی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کشتی کو پار کرے یا ڈبو دے' یہ اس کی مرضی ہے' آپ اپنی زندگی کی کشتی کو اللہ کے حوالے کر دو۔ یہ اس کا کام ہے کہ کیسے چلاتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اپنے دماغ کے حوالے نہ ہونے دینا' اس سے شر پیدا ہو جائے گا' نفس پیدا ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو توکل کے حوالے رکھنا' اپنے آپ کو سکون کے حوالے رکھنا' اپنی زندگی پر خود بھی راضی رہنا' اپنے آپ کو برا نہ سمجھنا' اپنے آپ کو غریب نہ سمجھنا' بے بس نہ سمجھنا' بے کس نہ سمجھنا اور مغلوب الحال نہ سمجھنا' اپنے آپ کو اللہ کا نیک بندہ سمجھنا' اچھا بندہ سمجھنا' پہلے آپ اپنی عزت آپ کرو۔ دو چیزیں آپ یاد رکھیں یعنی اس باری تعالیٰ کی بندگی اور اپنا احترام کرنا ہے۔ آپ اس بات کو غور سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ کے آگے مکمل Surrender کرو' مکمل تسلیم کرو' اپنا احترام کرو اور خواہش سے اجتناب کرو اور خواہش سے گریز کرو۔ خواہش کا معنی دنیا کی والہانہ خواہش۔

محبت کا استعمال وہاں کرو جہاں اللہ کی راہ ہو' اگر نہ ہو تو پھر اس میں دقت پیدا ہو جائے گی۔ بالعموم اللہ کی راہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجاز کی محبت میں اللہ کی راہ اس وقت آتی ہے جب یہ "آنا" فانا" ذہن میں تبدیلی کر دے۔ ورنہ مجاز' مجاز ہی ہے۔ تو دنیا کی محبت جو ہے یہ یہیں تک رہتی ہے' یا یہ وجود تک رہتی ہے' وجود سے نکل کر یہ روح کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جاتی ہے۔ اور ایسی محبت ہونے کے بعد انسان کے لیے دنیا کا راستہ ترک ہو جاتا ہے۔ سیڑھی کا تعلق چھت پر چڑھنے تک ہی ہے' اسی طرح دنیا میں مجاز سے حقیقت کا سفر ہے۔ یہ صرف سیڑھی کا کام ہوتا ہے کہ چھت پر چڑھنے کے کام آئے' چھت پر چڑھنے کے بعد جو شخص سیڑھی ساتھ لے کر جاتا ہے وہ پھر دقت میں پڑا رہتا ہے' اس لیے آپ یہ غور سے دیکھیں کہ دنیا کی محبت میں آخرت کی محبت کہاں کہاں پر ہے' اگر آخرت کی راہ ترک کر کے آپ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تو پھر آپ کو پریشانی ہو گی۔ اپنی محبت کو چیک کرو کہ آپ کی محبت آخرت کو جا رہی ہے کہ نہیں جا رہی ہے۔

سوال:۔

مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اپنی ذات سے محبت اور پوجا سے کیا مقصد ہے؟

جواب:۔

ایک آدمی جو غرور سے بولتا ہے' فخر سے کرتا ہے' افتخار سے بولتا ہے اور دنیا کے سامنے مال کا بولتا ہے بلکہ مالداریت کا بولتا ہے اور گھر جا کر غریبی کا رونا روتا ہے، تو ایسا آدمی منافق ہوتا ہے۔ جب ایسا آدمی اکیلا

ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور جب اس کا بھائی اس کے پاس آتا ہے تو پھر یہ اکڑ اکڑ کر اس کو کارنامے پیش کرتا ہے' کہتا ہے کہ اپنے پاس مال کی کوئی کمی نہیں ہے اور اپنا بڑا حساب کتاب ہے۔ پھر اپنے بھائی سے کہتا ہے کہ آپ کو دقت اس لیے ہے کہ آپ نے میرا کہنا نہیں مانا' اس لیے تو آپ یہیں پڑے ہوئے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے مال کا اظہار کرتا ہے اور اپنی بڑی بڑی طاقتوں کا اظہار کرتا ہے اور جب تنہائی نصیب ہوتی ہے تو روتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ کوئی مال نہیں ہے' یا اللہ ایسا ہو کہ کہیں سے دولت آ جائے کیونکہ ہم کمزور ہیں۔ تو وہ آدمی جو ہے وہ اندر کا جھوٹا ہوتا ہے۔ جس کے ظاہر اور باطن میں تضاد آ گیا وہ آدمی منافق ہوتا ہے۔ وہ مصلوں پر بیٹھ کر امام مسجد بن گیا لیکن اس کا باطن جو ہے وہ روشن نہیں ہے بلکہ اس کا اندر جھوٹا ہے۔ تو یہ یہاں پر چور ہو گیا' لوگوں میں تلقین واعظ شروع کر دی کہ صاحبان' مہربان' دیکھتے جاؤ اور بدل جاؤ اور ایسا کرتے کرتے اگر وہی وقت اپنے آپ پر آ گیا تو کہتا ہے معاف کرنا' مجھے بہت ضروری کام ہے۔ تو وہ جو تلقین کر رہا تھا اس کے اندر سے دعویٰ باہر چلا گیا۔

رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا
ایمان ہی میرا مجھے بے دین کر گیا

وہ جس پر بھروسہ تھا اور وہ کہتا تھا کہ ہم اگر چاہیں تو کیا ہو نہیں سکتا لیکن اب کہتا ہے کہ مصیبت یہ ہے کہ ہم تو بہت کمزور آدمی ہیں۔ یہاں کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا کہ جو یہ اعلان اپنی زبان سے کر دے کہ میں غریب ہوں اور کوئی ایسا بھی نہیں ملے گا جو تنہائی میں اپنے آپ کو غریب نہ

سمجھتا ہو۔ یہ اس دور کی منافقت ہے' گھیراؤ ہے اور جلاؤ ہے' ہر چہرے کے اوپر ایک اور چہرہ ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو امیر سمجھتا نہیں اور امیر بیان کرتا ہے' وہ جھوٹا ہے۔ اگر آپ کے بچوں کے رشتے کے لئے کچھ لوگ آ جائیں تو اس وقت تو آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو غریب ہیں اور عام طور پر اپنے آپ کو بیان کرتے ہو کہ اللہ کا فضل ہے' ایک مکان اِدھر ہے' چار مکان اُدھر ہیں' حالاتِ زمانہ ساز گار ہیں۔ ایسے ہے کہ نہیں ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ غریب ہیں تو غریب بتاؤ' امیر ہو تو امیر بتاؤ اور وہی سمجھو۔ تو آپ جو ہو' وہی بولو۔ اگر آپ کے بولنے اور ہونے میں فرق ہے تو سکون نہیں ملے گا۔ تو آپ کے حالات کا جو جائزہ آپ کا باطن لے رہا ہے وہی جائزہ آپ کا باطن بیان کرے' آپ کی زبان آپ کے دل کی رفیق ہو' جو دل میں محسوس ہو رہا ہے وہی زبان پر آئے اور اگر زبان جو ہے وہ کوئی بات روک کر بیان کر رہی ہے یعنی اصل اور ہے' اور بیان اور ہے' تو آپ اپنے منافق ہو۔ یعنی آپ اپنی ذات کے منافق ہو اور آپ نے اپنی ذات کے اندر دو عملی شروع کر دی ہے اور آپ کی ذات Divide ہو گئی ہے' پرزے پرزے ہو گئی ہے۔ ایسا شخص پہلے کہتا ہے کہ پیر صاحب سے ملنے جا رہے ہیں' پھر کہتا ہے چلو ایک وی سی آر ہی لے لیں۔ تو آپ گئے تھے پیر صاحب سے ملنے کے لئے اور راستے سے کچھ اور اٹھا کر لے آئے۔ تو ایسا شخص جو ہے یہ اپنی ذات کے ساتھ منافق ہے' وہ حج کرنے گیا اور دھندہ' بیو پار کر کے آ گیا' کہتا ہے کہ وہاں سے مجھے کچھ ملا ہی نہیں بس صرف ایک گھڑی ساتھ ہی پڑی تھی' میں نے چپکے سے اٹھا لی

کہ اللہ کے گھر سے ملی ہے اور اللہ کے گھر کا مال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو چوری ہے۔ یہ حج کرنے گیا تھا لیکن اللہ کے گھر سے چوری کر کے آگیا ہے تو یہ منافقت ہے۔ مسجد میں جا کر کم از کم چوری نہ کرو، علم کی چوری بھی نہ کرو اور دوسروں کے مال کی بھی چوری نہ کرو۔ کچھ لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جو دھڑا دھڑ نماز پڑھ رہے ہوں گے، ان میں کوئی اپنے ابا سے ڈر کر اور کوئی اپنے بیٹوں سے ڈر کر، اور کچھ احترام میں نماز پڑھ رہے ہوں گے اور کچھ پریذیڈنٹ صاحب سے ڈرتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ پریذیڈنٹ صاحب بے چارے کو مرتبہ Defend کرنا ہوتا ہے، مرتبہ بچانا ہوتا ہے وہ اگر نماز نہ پڑھے تو پھر ماتحت عملہ بھی نماز نہیں پڑھتا۔ ہم نے دیکھا ہے ایک اچھے ہاؤس میں، چاہے وہ گورنمنٹ ہاؤس ہی ہو، پریذیڈنٹ صاحب تشریف نہیں لائے لیکن اذان ہو چکی ہے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آپ جماعت کرائیں تو وہ آگے سے فرماتے ہیں کہ صاحب یہاں آ کر نماز پڑھیں گے تو میں پھر کیسے نماز پڑھا دوں، میں تو ملازم آدمی ہوں۔ تو آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ پھر آپ کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ خدا گورنمنٹ ہاؤس سے باہر ہے۔

اگر کوئی چھوٹا موٹا بندہ رہ جائے تو مولوی صاحب نماز "پار" کر دیتے ہیں اور اگر کوئی بڑا بندہ رہ جائے تو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ آپ جلدی تشریف لائیں کیونکہ نماز میں دیر ہو رہی ہے لیکن آئندہ وقت پر آیئے گا، اب میں صرف پانچ منٹ اور انتظار کرتا ہوں۔ میرا بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ فرق ہے کہ مولوی صاحب دو قسم کی ڈیلنگ کرتا ہے۔

بس آپ لوگ ڈیلنگ کرنی چھوڑ دو اور آپ اپنے ظاہر اور باطن کا فرق نکال دو۔ اور جس نے ظاہر اور باطن کا فرق مٹا دیا' وہ سیدھے راستے پر چل پڑا' اور وہی راستہ سکون کا ہے۔ تو آپ Say Pocr when you are poor. یعنی اگر غریب ہو تو غریب ظاہر کرو۔ تو کتنے لوگ ہیں جو غریب ہوں اور ہاتھ کھڑا کرنے پر تیار ہو جائیں! ہم تو کہتے ہیں کہ ہم غریب ہیں لیکن پاکستان میں ایسی بات کہنا ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ لوگ شیخ چلی بننا چھوڑ دیں' ڈھینگیں مارنا چھوڑ دیں اور خاموش ہو جائیں' اللہ جانتا ہے' جو کچھ اس نے آپ کو بنایا نہیں' وہ آپ بیان کر رہے ہیں اور جو اس نے نہیں بیان کیا وہ آپ بیان مت کریں۔ آپ کو اگر اچھا خواب نہیں آیا تو آپ اس کو مت بیان کریں' آپ تو اپنے پاس سے ہی خواب بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ خواب میں مجھے حضور پاکؐ کی زیارت ہوئی ہے اور مجھے یہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر پبلک جو ہے وہ ساری کی ساری خاموش ہو جاتی ہے۔ اگر زیارت نہ ہوئی ہو تو خواب نہ بناؤ ایسا انسان جو ہے اس کو سکون نہیں ملے گا جو خود ہی سکون پرور خواب بنا لے۔ آپ کو خواب نہیں آیا تو آپ مت بیان کریں۔ مال نہیں آیا تو آپ مت بیان کریں' غریبی ہے تو غریبی بیان کریں' کام نہیں ہو سکا تو بیان کریں' کچھ نہیں ہے تو بیان نہ کریں اور اگر کچھ ہے تو بیان کریں۔ مطلب یہ ہے کہ جتنا آپ کے پاس ہے اتنا آپ بیان کریں تو پھر آپ کی عافیت ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ ظاہر اور ہو اور باطن اور ہو۔ اس فرق کو ختم کرنے کی آپ کوشش کریں۔ دنیا میں ایسے ہوتا ہے اور بے شمار لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ داڑھی بھی رکھی ہوتی ہے' نیکی

بھی کرتے ہیں' ماتھے پر نماز کے مصلے کا نشان بھی ہے اور ادھر رشوت بھی ہے۔ تو وہ جو اسلامی ظاہر داری ہے وہ ساری کی ساری اپنے ساتھ منافقت ہے اور اگر رشوت ہو اور عبادت ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہو۔ ایک آدمی سے کہا گیا کہ آپ یہ کہہ دو کہ میں اللہ والا ہوں' اس نے جواب دیا کہ میرے پاس یہ روحانی شعبہ نہیں ہے اور میں اسے بیان نہیں کرتا اور میں یہ کیسے کہہ دوں کہ میں درویش ہوں اور فقیر ہوں بلکہ میں نہیں ہوں۔ تو یہاں پر تو جھوٹ نہ بولو' آپ کم از کم اس بات پر تو احتیاط کرو کہ جو آپ نہیں ہو وہ آپ بیان نہ کرو۔ دو قسم کے جھوٹ ہوتے ہیں' سچ کو چھپانا اور اپنے پاس سے Forgery کرنا' دھوکہ دینا۔ تو ایک ہے Simulation اور دوسری ہے Dissimulation' تو Dissimulation کا معنی کیا ہوا؟ جھوٹ موٹ بیان کرنا' مثلاً" یہ کہنا کہ میں نے یہاں سے زمین جو بیچی ہے وہاں سے بھی بیچ دی ہے' تین جگہ اور زمین خرید لی ہے اور آج کل بہت کاروبار ہے۔ تو اس نے بات بڑھا کر بیان کی ہے کہ حالات اب ایسے ہیں' یعنی کہ وہ کچھ چھپا گیا' وہ چھپانے میں جھوٹ بولتا ہے' بولنے میں جھوٹ بولتا ہے یا بیان میں جھوٹ بولتا ہے۔ تو اگر نقلی بیان دے جاتا ہے یا اصلی بات چھپا جاتا ہے تو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہیں۔ آپ لوگ یہ کام نہ کریں۔ انسان بننے کے لیے یہ بہت ضروری ہے' درویش بننے کے لیے تو یہ بہت ہی ضروری ہے کہ حق کے علاوہ بیان نہ کرو اور حق کو چھپاؤ بھی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون کہ حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ' حق کو

چھپاؤ بھی نہیں اور تم یہ جانتے ہو۔

سوال :۔

حضورؒ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے ایمان کی رسید اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا کرو جب کہ اللہ تو خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون ایمان لایا اور کون نہیں لایا؟

جواب :۔

بات یہ ہے کہ آپ اللہ سے رسید یوں نہ مانگو' بس آپ چلتے چلو اس کی رسید یہ ہے کہ جس شخص کو ایمان کی دولت ملی اور وہ اس دولت کے ساتھ چلتا رہا تو یہ دولت Permanent ہو گی' دائم ہو گی اور اس میں قائم رہنا ہی اس کی رسید ہے اور جس شخص کا ایمان اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتا' اس کو خود بخود دنیا کی کوئی خواہش اللہ سے الگ کر دیتی ہے اور اس راستے سے الگ کرنے والی خواہشات بہت ہوتی ہیں۔ ایک مثال سے آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ ہوا یوں کہ ایک آدمی کا اپنے شیخ کی محفل میں آنا جانا بند ہو گیا۔ شیخ نے دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کہ بھئی وہ کیوں نہیں آرہے' ایک بندہ بھیجا اور اس سے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں آرہے ہو اور آج کل کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ آپ کی مہربانی' آپ کی دعا اور آپ کی توجہ سے مجھے سب کچھ مل گیا' اب اللہ نے مجھے منظور فرمالیا ہے' جو خواہش ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے' میرا وہاں آنا جانا شروع ہو گیا ہے' بہشت سے میرا تعارف ہو چکا ہے' آپ کی دعا سے یہ سب کچھ ہوا ہے کہ ایک بزرگ آتے ہیں اور مجھے لے جاتے ہیں' جنت کے باغ کی سیر کراتے ہیں اور یہ سب آپ کا فیض ہے' اس کی وجہ سے میں

محفل میں نہیں آ سکتا۔ شیخ نے کہا کہ اچھا تم بہت مصروف ہو گئے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ جب آج تم باغ کی سیر کرنے لگو تو یہ ضرور پڑھ لینا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اب وہ صاحب چلے گئے۔ اپنے وقت پر وہ بزرگ آئے اور ان کو لے گئے اور باغ کی سیر کرائی یعنی باغ بہشت کی سیر کرائی' وہاں اسے یاد آیا کہ پیر صاحب نے کہا تھا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا تھا' جب پڑھا تو دیکھا کہ وہ ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑا ہوا ہے' برے حالات ہیں' پریشانی ہے اور گندگی کھا رہا ہے۔ پھر حاضر ہوا تو پیر صاحب نے اس کی تشریح بیان فرمائی کہ اگر اللہ کا فضل ہے تو وسیلۂ فضل قائم رہے گا اور اگر وسیلۂ فضل کٹ جائے تو یہ بات یاد رکھنا کہ یہ آزمائش ہے۔ تو میں آپ کو یہ نسخہ بتا رہا ہوں کہ اگر آپ اپنے پیر صاحب سے خدانخواستہ بڑے ہو گئے اور پیر صاحب کے پاس آنا جانا کم کر دیا ہے تو پھر آپ آزمائش میں آگئے' ورنہ کتنے ہی شیخ ایسے ہیں جن کے نام کتابوں میں نہیں آئے لیکن مریدوں کے نام کتابوں میں آ گئے ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کا نام اتنا لیا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو ان کے شیخ کے نام کا علم ہی نہیں ہے لیکن ان کا رابطہ اور ان کا وسیلہ پورا قائم رہا اور جب بھی کتاب کھولو گے ان کا واقعہ سب سے پہلے ہو گا۔ وسیلہ قائم رہا تو انعام موجود ہے اور اگر وسیلہ قائم نہ رہا تو وہ جو انعام کی شکل ہے وہ آزمائش ہے۔ آپ لوگ اس بات کا خیال رکھنا۔ اس بات کا ثبوت کیسے ملے گا کہ آپ کو دولت مل گئی' وسیلۂ ظفر موج سے آپ کو دولت مل گئی تو کیا یہ انعام ہے؟ اگر آپ کو Independent جہاز مل گیا' پیر صاحب نے کہا کہ اس ہوائی جہاز میں سفر کرنا چھوڑ دو اور آج

کے بعد جہاز پر سفر نہ کرو تو اگر آپ میں کہنا ماننے کی ہمت ہے تو یہ آپ پر انعام ہے اور اگر آپ میں کہنا ماننے کی ہمت نہیں ہے تو یہی آزمائش ہے جو آپ کے اور پیر صاحب کے درمیان کھڑی ہو گئی ہے۔ تو وہ شے انعام نہیں ہے جو تیرے اور تیرے گرو کے درمیان کھڑی ہو جائے اور آپ کے اور اللہ کے درمیان کھڑی ہو جائے۔ تو یہ آپ کے لیے دِقت ہے کہ یا اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ۔

اوروں کو ملیں حور و قصور

اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

تو یہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے ساتھ یا باری تعالیٰ، آپ نے یہ کیا ہے؟ تو یہ تو اللہ کے ساتھ دو بدو ہو گئے۔ تو یہ دِقّت والی بات ہے۔ آپ لوگ میری یہ بات یاد رکھنا کہ کوئی چیز اللہ کا فضل کب ہوتی ہے' وہ دولت' وہ حسن' وہ شہرت' وہ مرتبہ' وہ محبتیں اور وہ اولاد اللہ کا فضل ہوتا ہے جن کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو اور اگر اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے تو یہ آپ پر آزمائش ہے۔ اولاد اور مال آپ کے دشمن ہیں! کب؟ جب اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہ ہو۔ اولاد اور مال ہمارے لیے نعمت ہیں! نعمت کب ہیں؟ جب ان کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو' اور جب ان کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو یہ کڑی آزمائش ہیں۔ جب نعمتوں کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو تو وہ نعمتیں اللہ کی طرف سے انعام ہیں۔ انعام' منعم پر نثار ہو سکتا ہے۔ اگر انعام' منعم پر نثار نہ ہو اور منعم کی راہ میں کھڑا ہو جائے تو وہ انعام نہیں ہے بلکہ منعم کی راہ میں آزمائش ہے اور غیر منعم ہے۔ تو

یہ اس باری تعالیٰ کے غیر کا راستہ ہے۔ غیر کا راستہ کیا ہے؟ جو آپ کو اللہ کے راستے سے روکے۔ بس آپ لوگ اس بات کو سمجھ لو۔ آپ کی دنیا میں یعنی مسلمانوں میں یہی پریشانی ہے' اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ لوگ آج سے چالیس سال پہلے دیکھو' آپ کے باپ دادا کے پاس کھانے کے لیے چٹنی بھی نہیں تھی' یہ بات سارے ہی جانتے ہیں' ہم بھی جانتے ہیں اور آپ لوگ بھی جانتے ہیں۔ آپ لوگ وہاں کے رہنے والے تھے جہاں مکان نہیں ہوتا تھا۔ وہاں کے رہنے والے جب وہاں نہیں تھے اور یہاں کے رہنے والے جب یہاں نہیں تھے' اس کالج میں' جس میں آج آپ شور مچاتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں' اس میں صرف ایک مسلمان ہوتا تھا۔ پورے ہاؤس میں ایک آدمی' یہ بھی کوئی شمار والی بات ہے! لاہور میں تو بلڈنگیں بھی صرف مال روڈ پر تھیں' اور کتنی تھیں؟ سب واقعات ہی اور تھے۔ مال روڈ پر مسلمانوں کا کیا کام! آپ کو تو ہر شے بنی بنائی ملی ہے اور اب آپ اس کو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنا دیں تو یہ آزمائش ہے! اور اگر آپ اس نعمت کو اللہ کی راہ میں چھوڑتے ہیں تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ اللہ کی راہ کے مسافر ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ اللہ کے مسافر ہو یا اللہ کے Against مسافر ہو' اللہ کے مخالف ہو' اس طرح سب کے سفر کا تعین ہو رہا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک آواز میرے کان میں آتی ہے کہ تیرا میری طرف آنا قبول ہے' اگر اللہ اسے کہتا ہے کہ اب تو ادھر چلا جا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جاتا' پھر اسے کہیں کہ اس طرف مڑ جاؤ تو وہ نہیں مڑتا۔ اللہ کہتا ہے کہ اب رمضان آگیا ہے' اب نہیں کھانا تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لوگوں کی مزدوری کھانا بھی اس کی علوت ہوتی ہے۔ تو اللہ سے جو بحث کرے، جو اس کے آگے بات کرے، تو کیا وہ اس سے خوش ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں نعمت دی ہے اور اب تم سے اور چیز مانگتے ہیں کہ تو جان پیش کر تو کہتا ہے کہ میری جان تو آپ کے کام آرہی ہے کیونکہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں، تسبیح پڑھتا رہتا ہوں، جان کا آپ کیا کریں گے، باری تعالیٰ بس آپ تسبیح سنتے جائیں۔ اسی طرح ایک نعرہ لگانے والا یا علیؑ یا علیؑ کرتا جا رہا تھا اور اس سے کہا گیا کہ یا علیؑ نے دو چار بندے اللہ کی راہ میں مرنے کے لیے مانگ لیے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ ابھی آپ لوگ چلے جاؤ، میں پھر کبھی چلا جاؤں گے کیونکہ ابھی میں "یا علیؑ" ورد کرتا جا رہا ہوں۔ اگر آپ لوگ صرف ورد ہی کرنے والے ہیں، تو پھر آپ لوگ خود ہی خیال کریں۔ تو نعمت منعم کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیے۔ بس آپ اس کو سمجھ جائیں۔ اب اور سوال کریں ......

سوال :۔

سر! میرا سوال ابھی نامکمل ہے کہ کیا اللہ کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟

جواب :۔

اللہ سے تصدیق کی بات اس طرح ہے کہ یہ تصدیق ہی ہے کہ وہ نعمت جاری رہے بلکہ ماسوائے عبادت سے جو بے نیاز کرے وہ بندگی، وہ سجود و قیام پیدا کرو۔ ماسوائے عبادت کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص کہے کہ "میرا کام اتنا ہی تھا کہ عبادت کروں، اب عبادت کا انعام لینے کے لیے میں آیا ہی نہیں ہوں"۔ بس بات یہ ہے کہ آپ نے اللہ سے فضل مانگنا

نہیں بلکہ وہ دے تو یہ اس کی مرضی ہے' تو آپ نے اس سے طلب نہیں کرنا ہے کہ یا اللہ میں نے اتنے سارے روزے رکھے ہیں' یا اللہ ایک کار ہی تو مانگی ہے' وہ تو ہمیں دو۔ یہ تو معمولی سی باتیں ہیں کہ آپ کسی دوست کو گفٹ دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کیا خیال ہے کہ میں کیسی چیز آپ کے لیے لایا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ تو اسے واپس ہی لے جا۔ تو آپ گفٹ دے دیں اور پھر بھول جائیں۔ اور اگر کبھی وہ گفٹ دے تو یہ نہ کہنا کہ میں نے آپ کو سات سو روپے کا تحفہ دیا ہے۔اور آپ نے مجھے سات روپے کی چیز دی ہے' جا' اب تیری میری دوستی ٹوٹ گئی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محبت میں قیمتیں نہیں لگاتے۔ محبت خود Value رکھتی ہے کہ وہ محبت ہے! رسید لینے کا مطلب یہ ہے کہ رشوت کے پیسے سے بلڈنگ بنائی اور اس پر یہ لکھ دیا کہ ھٰذا من فضل ربی تو یہ رسید مل گئی کہ اللہ کا بڑا فضل ہو گیا ہے اور اللہ نے مہربانی کی ہے کہ مال ہی مال آنا شروع ہو گیا ہے۔ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی مہربانی جو ہے وہ مال نہ رہنے دے۔ اللہ کے نیک بندے مال کے بغیر بھی رہے ہیں بلکہ اکثر اوقات وہ مال کے بغیر ہی رہے ہیں اور اللہ کی محبت کا معراج کربلاؤں میں ہوتا رہا ہے اور لوگ شہید ہوتے رہے ہیں' غریب رہے ہیں اور غریب الوطن رہے ہیں۔ ایسے ہوتا رہا ہے کہ نہیں ہوتا رہا؟ اس لیے اللہ کی مہربانی کے بڑے آداب اور بڑے راز ہیں۔ آپ اللہ کے لیے راہ تجویز نہ کیا کرو' اللہ کو Dictation نہ دیا کرو' بلکہ اللہ سے عرض کیا کرو کہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا کر اور مجھے تو اپنے فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ تو اس سے یہ توفیق مانگ کہ مجھے تو اپنے

فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' بس آپ چلتے جاؤ اور چلتے جاؤ۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

مثلاً" قربانی کا دن آگیا اور یہ تجویز ہو گیا کہ سات بکرے کرنے ہیں' چھری بھی آگئی اور مالک بھی آگیا' اس نے آتے ہی دو بکرے الگ کر دیے اور باقی کے ذبح کر دیے' اب یہ جو دو بکرے بچ گئے ہیں کیا ان کو خوش ہونا چاہیے کہ ہمیں قبول نہیں کیا گیا؟ بلکہ یہ ان کے لیے افسوس کا مقام ہے کہ یہ اللہ کی راہ میں قبول نہیں ہوئے۔ اس لیے جو اس باری تعالیٰ کی راہ میں چلتے جا رہے ہیں وہ قبول ہی ہیں۔ تو سند جو ہے وہ یہی ہے کہ چلتے چلو اور چلتے چلو۔ اور میں پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے سند نہ مانگنا اور رسید نہ مانگنا اور گنتی نہ کرنا کہ میں نے اتنی نمازیں پڑھ لی ہیں کیونکہ جو نہیں پڑھی ہیں پھر وہ بھی گننی پڑیں گی' تو پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں ویسا ہو جائے۔ تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ آج تیری راہ میں چار نیکیاں کی ہیں تو پتہ نہیں کہ پھر زندگی میں گناہوں کا بھی حساب ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ نیکیوں کا ہم حساب نہیں کرتے اور گناہوں کا آپ حساب نہ کرنا' یا اللہ ہم اپنی نیکیاں چھوڑ دیتے ہیں اور آپ ہمارے گناہ چھوڑ دیں' یا اللہ ہم نیکیوں کا معاوضہ نہیں لیتے اور آپ گناہوں کی سزا نہ دو' یا اللہ ہم نیکیوں کا کوئی معاوضہ آپ سے نہیں مانگتے اور ہمارے گناہوں کی سزا آپ بھی نہ دو' آپ ہم پر ویسے ہی راضی ہو جاؤ۔ تو یہ آسان سی بات ہے اور مومن جو ہے وہ ہر روز صبح سویرے اپنی زندگی کا نئے سرے سے آغاز کرتا ہے۔ جس طرح کہ نیا بچہ پیدا ہوتا ہے' اسی طرح مومن پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ

توبہ کر کے رات کو پچھلی زندگی ختم کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ آج تک مجھ سے جو کچھ ہوا اس سے میری توبہ! معافی! رات بھر معافی میں سوتا ہے' استغفار میں سوتا ہے' صبح نیا ہوتا ہے' زندہ ہوتا ہے' پھر نمودار ایسے ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے اور یہ پھر نیکی کی کوشش کرتا ہے۔ تو رات کو آپ لوگ اپنے آپ کو معصوم کر کے سویا کرو۔ پرانے مال پیٹ سے ذرا باہر نکالو' پرانی باتوں کو نئے زمانوں میں آزاد کر دو' گلے بند کر دو اور اللہ تعالیٰ پر نئی رضا مندیاں ظاہر کر دو کہ یا اللہ ہم راضی ہیں' تو ہمیں معاف کر دے۔ بس اتنی ساری بات ہے! آپ لوگوں کی لیے معافی مانگنا بھی مشکل ہے اور آپ لوگ وہ بھی نہیں مانگتے ہو۔

اب آپ اور سوال کرو کیونکہ جو سوال آپ کے اندر اٹکا پڑا ہے وہ آپ کو بہت تکلیف دے گا۔ کیا آپ نے کوئی مضمون پڑھا ہے جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔

سوال :۔

حضور! میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ "فنا فی الشیخ" سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

فنا فی الشیخ ویسے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ جب تک یہ ہو نہ جائے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو پھر پوچھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اب آپ کہو گے کہ بخار سے کیا ہوتا ہے اور آپ کو میں کیا بتاؤں کہ بخار سے کیا مراد ہے؟ جب بخار ہوتا ہے تو خود بخود پتہ چل جاتا ہے کہ بخار سے مراد کیا ہوتی ہے؟ اس کی مراد ڈاکٹر ہی ہوتا ہے۔

اس لیے یہ باتیں ہیں' الفاظ ہی ہیں جب تک کہ یہ ہو نہ جائیں اور جب یہ ہو جائیں تو پھر ان کی وضاحت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ مثلاً" عشق کیا ہوتا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ عشق بڑا خطرناک ہوتا ہے' یہ ہوتا ہے' وہ ہوتا ہے۔ لیکن جب تک عشق ہو نہ جائے اس وقت تک صرف بیان ہی ہوتا ہے اور جب ہو جائے تو پھر بیان نہیں ہوتا' پھر عشق ہی ہوتا ہے۔ اور اگر عشق نہ ہو تو بیان ہی بیان ہوتا ہے۔ اس لیے جب عشق ہو جائے تو بیان کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی فنا فی الشیخ ہو جائے تو اس کا بیان ہی کوئی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ۔

هر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اُغیار کی صورت

تو جب انسان کو چہرہ' اس کا چہرہ یعنی ایک ہی چہرہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے تو سمجھو کہ وہ اس چہرے میں گم ہو گیا۔ فنا کا معنی یہ ہے کہ صرف وہی ایک چہرہ اس کو کائنات میں نظر آنا شروع ہو گیا اور کوئی دوسرا چہرہ نہ رہا اور پھر یہاں سے مقامات طے ہو جاتے ہیں' یہی چہرہ اس کو گائیڈ کرتا ہے' پہلے اس کے اندر صلاحیت پیدا کی جاتی ہے' پہلے محبت پیدا کی جاتی ہے پھر اس کے بعد شیخ کی محبت عطا ہوتی ہے۔ یہ واقعہ فنا فی الدنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے اس کو دنیا کی محبت سے نکال کر شیخ کی محبت میں مبتلا کیا جاتا ہے' پھر اس کو شیخ لے کر چلتا ہے' پھر جب فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آتا ہے تو شیخ اس کو چھوڑ دیتا ہے کہ دریا جانے اور بندہ جانے! آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کہانی ہی اور ہے' پھر اس کے بعد فنافی اللہ کا مقام ہے اور اس کے بعد بقا باللہ کا مقام ہے کہ

اب جو ہو سو ہو۔ تو یہ صرف محبت کے درجے ہیں اور اصل محبت اللہ سے ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ صرف اللہ سے محبت ہے کہ محبت کرنے والا کہیں اللہ کا گلہ نہ کر بیٹھے۔ اور وہ محبت جس کو وہ ترک نہیں کر سکتا وہ آزمائش میں رہتی ہے' وہ ناجائز قبضہ ہے' مخالفانہ قبضہ ہے' منعم اور نعمت کا ناجائز' مخالفانہ قبضہ ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ منعم کی راہ میں نعمت حائل نہ ہو...... چلو اور سوال پوچھو.......

سوال :۔

ایک مسلمان اسلام پر تو پورا یقین رکھتا ہے لیکن وہ مسلمانوں کا گلہ اور افسوس کرتا ہے کہ ان کا یہ حال ہے اور مغربی ممالک کا یہ حال ہے' تو اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

جواب :۔

آپ دیکھیں کہ جو شخص ایسی بات کرتا ہے' وہ اسلام پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں پر افسوس کرتا ہے اور مسلمانوں کا مغربی دنیا سے موازنہ کرتا ہے' تو اس کے متعلق آپ ایک بات یاد رکھیں کہ گلہ اتنی Range کا کرو جتنا آپ کو اختیار ہے اور اس چیز کا کرو جس کا آپ کو اختیار ہے۔ مثلاً" آپ ایک گلہ کر سکتے ہیں کہ میرا بیٹا کہنا نہیں مانتا حالانکہ میرا بیٹا ہے اور اختیار میں ہے۔ جہاں دائرہ وسیع ہو جائے وہاں آپ علم حاصل کریں یا اپنے آپ کو وسیع کر لیں اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر بات کریں کہ تم لوگ ہوش کرو' تم سارے لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ جب ہم کہتے ہیں کہ تم سارے لوگ کیا کر رہے ہو؟ تو "تم" کو دائرہ اختیار میں ہونا چاہیے اور یہ پتہ ہو کہ "تم" کون لوگ ہیں' جب "تم" سے آپ کا

تعلق ہی کوئی نہیں ہے اور آپ اخبار میں بیان دے دیں کہ تم لوگ ہوش کرو، تو جتنے لوگوں کو آپ کہہ رہے ہیں، وہ آپ کے اختیار میں ہونے چاہییں۔ دوسری بات یہ کہ جب انسان گلہ کرتا ہے اور مغربی دنیا سے موازنہ کرتا ہے تو وہ شخص مغرب کی دنیا جیسا انعام چاہتا ہے۔ اب آپ یہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا ہے کہ ان لوگوں کو میں نے دنیا میں بالکل مال دیا اور تم لوگوں کو میں نے اپنی محبت دی اور تم لوگوں کو میں نے اپنا محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ احسان جتاتا ہے کہ تم لوگ میرا شکریہ ادا کرو کہ میں نے تم میں سے اپنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری محبت اور انعام کے لیے مقرر فرمایا۔ اب لوگ اگر یہ کہتے ہیں کہ ان کا مکان اچھا ہے، سامان اچھا ہے، یہ اچھا ہے، وہ اچھا ہے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ ان کی آخرت خراب ہے۔ کہیں آپ ان کی ظاہری چمک سے ان کی آخرت کی مصیبت کو اپنے لیے حاصل نہ کر بیٹھنا، اس لیے آپ یہ دیکھو کہ ان کی ظاہری چمک جو ہے وہ عارضی ہے، اندر ان کی تباہی ہے۔ تو آپ کا اپنا مقابلہ صرف ہمارے ماضی کے مسلمانوں سے ہو سکتا ہے اور کافروں سے نہیں، ورنہ آپ ان کی دولت حاصل کر سکتے ہیں یا حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ عاقبت ان کی طرح کی ہو گی۔ تو یہ خیال رکھیں کہ ایک عاقبت بھی ہے، اپنے لیے آپ سرمایہ اکٹھا کرو اگر کر سکتے ہو تو، لیکن آپ اس ظاہری دولت کی بنا پر آخرت کی دولت نہ ضائع کر بیٹھنا! آپ کو اس بات کی امید ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسری دنیا میں آپ کے لیے بہتر مقامات آ رہے ہیں۔ یہ دنیا تو گزری چلی جا رہی ہے،

اس میں آپ انعام حاصل کرو، محنت کرو، دنیا کو اور بہتر بناؤ اور مال اکٹھا کرو لیکن آخرت ضائع نہ کر بیٹھنا، کہیں حبِ دنیا سے متاثر ہو کر آخرت نہ ضائع کر دینا۔ اس لیے سب سے بڑی نیکی یہ بھی ہے کہ غریبی میں خاموشی سے گزارہ کرو، غریبی کے اندر راضی رہنے والا وہ غریب جو راضی ہے وہ اللہ کے بڑا قریب ہے اور وہ غریب جو اللہ کے بڑا قریب ہے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ اللہ کے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غریب میرے ہیں اور میں غریب ہوں اور ہمیں غریبی پر فخر ہے۔ اور وہ غریب جو گلہ کرتا ہے اس کے بارے میں ارشاد ہوا، اور زبانِ نبوت ﷺ سے ارشاد ہوا کہ عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اب آپ کو یہاں پر ایک مسئلہ آگیا کہ غریبی اور امیری دونوں بیک وقت انعام اور سزا کیسے ہیں؟ یہ کس طرح ہے؟ آپ اس کو یوں سمجھیں کہ وہ غریبی انعام ہے جو سکونِ قلب دیتی ہے اور قربِ حبیبِ خدا ﷺ عطا فرماتی ہے اور وہ غریبی سزا ہے جو آپ کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔ غریبی اگر اللہ کے قریب کرے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے، خوش قسمت ہے وہ غریب جو اللہ کے قریب ہو، اور وہ غریبی جو اللہ کے قریب ہو، وہ نجات پانے والی غریبی ہے۔ نجات کا فارمولا یہ ہے کہ وہ غریب خوش نصیب ہے جو گلہ نہ کرے اور وہ غریب جو گلہ کر رہا ہے وہ ڈبل بد بخت ہو گیا۔ ڈبل کیسے بھلا؟ ایک تو اس کے پاس مال نہیں ہے اور پھر خدا بھی نہیں ہے یعنی کہ دنیا کے اندر رہ کر وہ مال سے بھی گیا اور آخرت کے انعام سے بھی گیا اور یہ بڑی بد نصیبی ہے! اور وہ دولت خوش نصیب ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو سکے، نعمت منعم کی راہ میں

خرچ ہونی چاہیے اور اگر وہ مال اکٹھا کر گیا اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، تو اب نعمت جو ہے وہ اللہ کی راہ میں کھڑی ہو گئی ہے اور اب یہی سزا ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ نعمت منعم کی راہ میں کھڑی نہ ہو جائے بلکہ یہ منعم کی راہ میں صرف ہو۔ جو نعمت منعم کی راہ میں خرچ ہونا چاہیے، وہی نعمت جو ہے وہ احسانِ الٰہی ہے ورنہ وہ نعمت آپ کے لیے آزمائش ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی! اور سوال بولو....... پوچھو.......

سوال :۔

سر! جو روحانیت ہے یہ صرف اسلام میں ہی ہے یا یہ باقی مذاہب میں بھی ہوتی ہے اور روحانیت کیا ہے؟

جواب :۔

جہاں انسانیت ہے وہاں روحانیت ہے۔ روحانیت کیا ہے؟ اس کے لیے ایک بات یہ ہے کہ لباس مناسب ہو اور مناسب سلا ہوا ہو، بہت سمارٹ بھی نہ ہو اور بہت ڈھیلا بھی نہ ہو، اور لباس انسان کے مطابق ہو، باطن اور ظاہر اور وجود کے اندر جو روح موجود ہے ان کے درمیان بیلنس ہونا چاہیے، تو روح ایک ڈرائیونگ فورس ہے جو آپ کو چلا رہی ہے اور انسان چلتا چلا جا رہا ہے کہ انسان صبح گیا اور شام کو گیا، اِدھر گیا اُدھر گیا اور اس کو کون چلا رہا ہے؟ وہاں کیوں گئے ہو؟ دفتر کیوں گئے تھے؟ تو وہ کہتا ہے کہ پیسہ چلا رہا ہے۔ اگر تو پیسہ چلا رہا ہے تو یہ مادہ ہے۔ کہتا ہے کہ خواہش اور محبت چلا رہی ہے تو پھر یہ محبت ہے اور اگر یادِ الٰہی چلا رہی ہے تو یہ مالک ہے جو اس کو چلا رہا ہے۔ تو ہم اس کی دنیا دیکھنے کے لیے جاتے ہیں ۔ یہاں سے اب روحانیت شروع ہو گئی۔

روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک اندازِ نظر کی تبدیلی ہے۔ مثلاً" دونوں شخص ایک جگہ سے گزرے ہیں۔ ایک ایسے گزرا کہ وہ کہتا ہے کہ کتنا بڑا محل تھا بادشاہ سلامت کا' ہمارے پاس ایسا ایک بھی نہیں ہے' بادشاہ استحصال کرتے تھے' کاش ہمارے پاس بھی ایسا مکان ہو۔ دوسرا وہاں سے گزرا تو وہ کہتا ہے کہ جھوٹے لوگ ویرانیاں چھوڑ گئے' کیا کیا باغ جہاں میں لگ لگ سوکھ گئے' کہ ظلِ سبحانی' آنجہانی بلکہ فانی کے فانی نکلے اور وہاں کہتا ہے کہ یا اللہ تیری دنیا میں کتنے کتنے لوگ آئے اور سارے کے سارے یہاں سے چلے گئے اور بڑی بڑی سلطانیاں' ویرانیاں ہو گئیں۔ تو وہاں کھڑے کھڑے اس نے کچھ اور دیکھا' دوسرے نے کچھ اور دیکھا اور یہاں سے روحانیت شروع ہو گئی۔ ایک بہت بڑے درویش نے اس کی ایک کہانی سنائی ہے اور انہوں نے اس پر ایک دوہا لکھا۔ وہ سفر پر پیدل جا رہے تھے جب وہ ایک بستی سے گزرے تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت دوسری عورت کو مار رہی ہے' پوچھا کہ یہ کیا ہوا' کیوں اس کو مار رہی ہے؟ پتہ چلا کہ یہ اس کی نوکرانی ہے' مارنے والی اس کی مالکن ہے' یہ اس نوکرانی کو اس لیے مار رہی ہے کہ نوکرانی مالکن کو کاجل ڈال رہی تھی کہیں سے کاجل میں کوئی ریت کا ذرہ آگیا اور وہ آنکھ میں چبھ گیا' اس لیے وہ اس کو مار رہی ہے کہ تم نے میری آنکھ میں کاجل غلط ڈالا ہے۔ خیر' انہوں نے دیکھا اور چلے گئے۔ اللہ کی یاد میں سفر کرتے کرتے' سیروا فی الارض کے مقام دیکھتے دیکھتے کئی سال کے بعد واپس ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک قبرستان سے گزرا تو ایک عجیب منظر دیکھا' میں نے چڑیا کا ایک گھونسلہ دیکھا جو ایک انسانی کھوپڑی میں

میں نے دیکھا کہ کھوپڑی کے بنا ہوا تھا' فرماتے ہیں کہ یہ عجیب منظر اندر چڑیا نے اپنا گھونسلہ بنایا ہوا ہے' آشیانہ بنایا ہوا ہے' بچہ آنکھ میں سے اپنی چونچ نکالتا اور ماں اس کو وہاں سے چونچ دیتی ہے' فرماتے ہیں کہ دیکھنے والا منظر بڑا خوب صورت تھا۔ وہ بزرگ بڑے متاثر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے عجیب منظر دکھایا۔ وہاں پر ذرا توجہ کی کیونکہ وہ روح والے تھے' جوش میں آگئے کہ یا اللہ پتہ تو دے کہ یہ کھوپڑی کس کی ہے؟ تو ایسا ہو سکتا ہے اور یہ طاقتیں ہوتی ہیں۔ دیکھا تو آہستہ آہستہ عورت کی شکل بنتی گئی اور انہوں نے پہچان لیا کہ یہ وہی عورت ہے جو اپنی نوکرانی کو اس لیے مار رہی تھی کہ اس نے آنکھ میں کاجل غلط ڈالا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ انہوں نے وہاں پر ایک بات کی' ایک شعر کہا۔

جن لوئیں جگ موہیا

سو لوئیں میں ڈٹھ

کجلہ ریکھ نہ سہندیاں

سے پنچھی سوئے بنھ

یعنی جن آنکھوں سے اس نے دنیا کو موہ لیا تھا کہ وہ ایسی پیاری اور خوب صورت آنکھیں تھیں اور وہ آنکھیں میں نے دیکھی ہیں۔ جو کاجل کی ریت نہ سہہ سکتی تھیں اور آج ان میں پنچھی بچے دے رہے ہیں اور آج میں نے ان آنکھوں کا تماشا دیکھا۔

تو یہ روحانیت کی بات ہے اور وہ منظر جو ہے وہ کچھ اور منظر ہوتا ہے۔ روحانیت میں کیا ہوتا ہے؟ منظر میں ایک اور منظر تلاش کرنا۔ تو یہ روحانیت کی بات ہے۔ زندگی کی مصروفیتوں میں کبھی کبھی تنہا بیٹھ کر غور

کریں، خاموشی کے ساتھ جس طرح آپ اس محفل میں بیٹھتے ہیں، اس طرح دس منٹ کے لیے خاموش بیٹھ جانا، یہی روحانیت ہے۔ تو خاموش بیٹھ جانا ہی روحانیت ہے، نہ کسی آغاز کی پرواہ، نہ کسی انجام کا فکر۔ اللہ کے روبرو اور خاموشی کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو جانا، یہی روحانیت ہے۔ انسانوں کے ساتھ فساد چھوڑ دینا روحانیت ہے، دوسروں کا حق ادا کر دینا روحانیت ہے۔ اپنا حق بے شک چھوڑ دو، یہ روحانیت ہے۔ فساد کرنے والوں میں شامل نہ ہونا روحانیت ہے، محبت کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ، اللہ کی راہ میں چل پڑو، بزرگوں کا حکم ماننا شروع کر دو، نفع و نقصان اللہ کے حوالے کر دو۔ یہ سب روحانیت ہے۔ اس بازار کے اندر خریدار بنے بغیر گزر جاؤ، بس یہ دیکھتے ہوئے ہی گزر جاؤ، یہ روحانیت ہے۔ بس آپ مالک کا جلوہ دیکھنے کے لیے گزر جاؤ۔ چلتے چلو، اور چلتے چلو، اور چلتے چلو، یہ روحانیت ہے اور یہ کارسازی کا نام نہیں ہے، کچھ کر جانے کی بات نہیں ہے کہ جس میں طاقت ہو کہ آسمان کو زمین بنا دیا، اور زمین آسمان ہو گئی، تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا، آپ جمعرات کو جمعہ کہہ دو تو کیا فرق پڑے گا، دن تو وہی کا وہی رہے گا۔ کہتا ہے کہ دن کو دن کیوں کہتے ہو اور رات کو رات کیوں کہتے ہو، اگر دن کو دن نہ کہیں اور رات کہہ دیں اور رات کو رات نہ کہیں بلکہ دن کہہ دیں، تب بھی معاملہ وہی رہے گا اور کہیں نہ کہیں سے کچھ نہ کچھ شروع ہو جائے گا۔ تُو مسافر ہے اور یہ روحانیت ہے۔

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل

ہے گلِ رعنا کی رعنائی فریب
حسن کی مخمور رعنائی فریب
لاکھ مرغانِ چمن ہوں نغمہ زن
صوت کے جادو میں کھوجائے نہ من
گلشن ہستی میں آ بیگانہ وار
دیکھتا جا ان بہاروں کا نکھار
دیکھ چپکے سے فضاؤں کا طلسم
دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم
برق میں تنکے ہیں یا تنکوں میں برق
موت اور ہستی میں ہے بس اتنا فرق

تو آپ یہ دیکھتے جاؤ' یہ روحانیت ہے۔ تو اسی کو یاد کرتا جا اور چلتا جا۔ اس نے اگر کہا کہ آ جا تو جواب آئے کہ لبیک میں حاضر ہوں۔ اللہ جب چاہے بلائے تو تُو یہ نہ کہنا کہ میں ٹھہر کر آؤں گا بلکہ کہنا کہ ہم پہلے ہی حاضر ہیں۔ روحانیت کی تعریف نہیں کرتے بلکہ روحانیت یہ ہے کہ آپ اس راستے پر چلتے جاؤ' پھر یہی مادہ روحانیت بن جاتا ہے' یعنی آپ بے ضرر ہو جائیں' خاموش ہو جائیں' آپ اپنے آپ کو دنیا کے لیے بے ضرر کر دیں اور دنیا کے لیے مفید بنا دیں۔ پہلے بے ضرر ہو جا اور پھر مفید ہو جا' کسی کو مارنا نہیں اور نقصان نہ پہنچانا بلکہ فائدہ ہی فائدہ پہنچانا بس یہ روحانیت ہے! بندہ فائدہ پہنچانے والا بن جائے تو یہ بڑی روحانیت ہے' دوسرے کا نقصان آپ نہ کرو تو یہ بڑی توفیق ہے' بہت بڑی توفیق ہے اور یہی روحانیت ہے! آپ اپنے آپ کے ساتھ ذرا احسان کیا کرو

اور اپنی غریبی کا دور پسند کرو کیونکہ یہ عارضی دور ہے' پھر دولت آ جائے گی اور آپ وہ دور پسند کریں گے مگر وہ بھی عارضی ہو گا۔ آپ زندگی کو پسند کرتے ہیں تو یہ بھی عارضی ہے' پھر موت آ جائے گی اور وہ بھی عارضی ہے اور پھر Permanent' دائم صرف تیرا اللہ ہے' آپ جب اللہ کے پاس چلے جاؤ گے تو پھر Permanent ہو جاؤ گے' مستقل ہو جاؤ گے' پھر نہ کمی ہے نہ بیشی ہے' اور پھر مظہرِ دیدارِ حق ہے۔

اگر کوئی بات ہے تو بولو........

سوال :۔

بزرگوں کے مزارات پر یہ جو جمعرات کا دن مخصوص ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :۔

کوئی بھی دن مقرر کر لیں' انہوں نے جمعرات اس لیے رکھی کہ جمعۃ المبارک عبادت کے لیے مصروفیت کا دن تھا اور جمعہ نماز داتا صاحبؒ پڑھنے کے لیے آتے تھے' جمعرات کو سارے آسانی سے اکٹھے ہو جاتے تھے' اس لیے انہوں نے فرمایا کہ جمعرات کے دن سب کو بلا لیا کریں۔ اس وجہ سے جمعرات شروع ہو گئی۔

سوال :۔

سر! اگر ہم اور دنوں میں جائیں تو پھر کیا ایک ہی بات ہے؟

جواب :۔

بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ داتا صاحبؒ باہر گئے ہوئے ہیں اور کبھی داتا صاحبؒ وہاں نہیں ہوتے۔ داتا صاحبؒ کہاں ہوتے ہیں؟ داتا

صاحبؒ چاہنے والوں کے دل میں ہوتے ہیں۔ ان کی دنیا کبھی ختم ہوتی ہے؟ کبھی نہیں! اب جہاں کہیں داتا صاحبؒ کا چاہنے والا ہے وہیں داتا صاحبؒ کی گلی ہے، وہاں کوئی جمعرات یا سوموار کا دن نہیں ہوتا ہے۔ ایک بندے نے کہا کہ خواب میں مَیں نے داتا صاحبؒ کی محفل دیکھی، وہاں بڑی روشنیاں تھیں، داتا صاحبؒ کی نشستیں لگی ہوئی تھیں، داتا صاحبؒ کرسی پر جلوہ افروز تھے اور وہاں پر کچھ نشستیں خالی تھیں مجھے بھی وہاں پر بٹھا دیا گیا، وہاں پر بہت بڑے بڑے بلب تھے۔ تو یہ اپنی طرف سے بات بنائی گئی ہے کیونکہ نہ تو وہاں واپڈا والے بلب ہوتے ہیں اور نہ داتا صاحبؒ کرسی پر بیٹھ کر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ داتا صاحبؒ تو داتا صاحبؒ ہیں، شیخِ عظام ہیں، محبت کرنے والے ہیں اور محبت دینے والے ہیں اور آپ کے دلوں سے میل صاف کرنے والے ہیں اور آپ لوگوں کی گرہ کو کھول دیتے ہیں۔ وہاں مراتب کی بات نہیں ہوتی، وہاں تو صرف چاہنے والے کی بات ہوتی ہے۔ چاہنے والا جب آ جائے سب اسی سے مراد ہوتی ہے اور جھوٹا بندہ جب چلا جائے تو داتا صاحبؒ کا دربار بند! جھوٹے کے لیے داتا صاحبؒ کا دربار بند ہے چاہے آپ عرش پر لے لیں۔ ایک جھوٹا بندہ بھی آ جائے تو داتا صاحبؒ وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ تو داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ وہ سچے ہیں، سچے کا انتظار کرتے ہیں اور سچے کے دل میں رہتے ہیں، جمعرات کو بھی رہتے ہیں اور جمعہ کے دن کو بھی رہتے ہیں۔ اگر سچی بات پوچھو تو ہر روز ہی رہتے ہیں۔ تو داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ جلوہ ہیں کسی اور کا! اور پھر آخری جلوہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہے، جس کے اندر آپ کی برداشت کے مطابق آپ کا نصیب ہے اور آپ لوگوں کی

برداشت کا جتنا جتنا نصیب ہے اتنا اتنا اللہ تعالیٰ دیتے رہتے ہیں۔ جمعرات کو اصل میں یوں رکھا گیا ہے کہ شہر میں سارے اللہ کا سفر کرنے والے ایک روز اکٹھے ہو جائیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کا غم بانٹنا شروع کر دیں۔ اگر آپ کا مقصد داتا صاحبؒ کی دریافت تھا تو طریقہ کیا ہے؟ کہ جو ہم سفر ہیں ایک دوسرے کا خیال بانٹیں' ایک دوسرے کی مدد کریں اور تعاون کرو۔ ایک پوچھتا ہے کہ آپ کہاں پر ہوتے ہیں؟ کہتا ہے کہ میں اس دفتر میں ہوتا ہوں' اور آپ کہاں ہوتے ہیں؟ میں اس آفس میں ہوتا ہوں' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں' کیونکہ ہم دونوں ایک ہی جانب سفر کر رہے ہیں' چار دن کا اختیار میرے پاس ہے' چار دن کی ضرورت تیرے پاس ہے' اور اگر آپ چاہو تو میں آپ کی بیٹی کا اپنے بیٹے سے بیاہ کرا دوں' اور میں چاہوں تو میرا بیٹا آپ بیاہ دو اپنی بیٹی سے' تو ایک دوسرے کی مدد یوں کرتے ہیں۔

سوال :۔

داتا صاحبؒ کے ہاں کب اور کیسے جانا چاہیے؟

جواب :۔

اصل میں آپ بات کو سمجھے نہیں ہیں' داتا صاحبؒ کے پاس تو دس ہزار لوگ جاتے ہیں اور ان کے اندر ان کے مطلب کا صرف ایک آدمی جاتا ہے۔ اب ایک راز کی بات یہ ہے کہ جب کبھی کسی درویش سے پوچھا گیا کہ تنہائی کہاں ملتی ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ تنہائی ہجوم میں ملتی ہے! تو تنہائی کہاں ملتی ہے؟ ہجوم میں ملتی ہے۔ اور بندہ کہاں نہیں ملتا؟ بندوں کے اندر۔ اور کسی وقت اس کیفیت کا ایسا وقت آئے گا کہ شام کا وقت

ہے یا رات کا وقت ہے تو پتہ چل جائے گا۔ اور ایسا بندہ جو ہے' یہ لاکھ میں بھی پہچانا جاتا ہے' باقی لوگ اِس دروازے سے جا رہے ہیں اور وہ اُس دروازے سے جا رہا ہے اور اندر جانے کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ یہی بات تو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اور اگر کسی نے لنگر لینا ہے یا حلوہ لینا ہے تو وہاں سارا جمگھٹا ہو گا اور جس نے محبت لینی ہے وہ پیچھے ہی کھڑا رہے گا۔ تو جانے آنے کی کوئی بات نہیں ہے' کوئی یوں کر کے جا رہا ہے' کوئی سیدھا منہ کر کے جا رہا ہے' ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ سارا خانہ کعبہ تیرے دل کے اندر ہی ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ میں وہاں بیٹھا خیال میں گم ہو گیا۔ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ہو' وہی کچھ بیان کرنا' جھوٹ نہ بولنا یعنی کبھی باطن کے حوالے سے جھوٹ نہ بولنا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو نہیں ملا' وہ کبھی نہ کہنا۔ تو داتا صاحبؒ کی چاہ یا طلب کیا ہے؟ کہ جب خیال آ جائے کہ داتا صاحبؒ جاؤں بشرطیکہ کوئی دنیا کی آرزو نہ ہو' کیونکہ وہ تو گنج بخش ہیں اور ہر طرح کا خزانہ تقسیم کرتے ہیں

گنج بخشِ فیضِ عالم ِ مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

گنج بخشؒ جو ہیں یہ وہاں پر خزانہ' پیسہ نہیں تقسیم کرتے بلکہ یہ علم کا گنج ہے' محبت کا گنج ہے اور عرفان کا گنج ہے۔ تو اس لیے جب کبھی آپ کو ان کی تمنا ہو' اللہ کی راہ کی تمنا ہو' عشق کی تمنا ہو' عرفان کا شوق ہو' تو پھر آپ اس راستے پر جانا۔ تو آپ کبھی دنیاوی ضرورت لے کر گنج بخشؒ کی طرف نہ جانا کیونکہ وہ مقام اور ہے اور آپ کو وہاں ضرور جانا چاہیے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ وہاں یہ کہنا ہے کہ اے

صاحبِ مزار! جس بات کے لیے تیرا اس برصغیر میں آنا ہوا' اس بات کی محبت کا کچھ حصہ اس ناچیز کو عطا فرما۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ ان کو Complicated ' پیچیدہ باتیں نہ بتایا کرو کہ داتا صاحب" چار ووٹ ہمیں زیادہ چاہییں تو پھر مرکز آؤٹ ہو جائے گا' پھر مرکز والا جا کر کہتا ہے سنٹر آؤٹ ہو جائے گا' ایک کہتا ہے یہ ہو جائے گا اور دوسرا کہتا ہے وہ ہو جائے گا' ایک بندہ کہتا ہے کہ میں پارٹی میں شامل ہو جاتا ہوں مگر مجھے فلاں منسٹری چاہیے۔ کیا داتا صاحب" جو ہیں وہ صرف منسٹریاں تقسیم کرتے جا رہے ہیں۔ داتا صاحب" کا مقام محبتوں کی بات ہے' عشق کی بات ہے' نصیب کی بات ہے' اللہ کی راہ کی بات ہے' اللہ کے حبیب ﷺ کی راہ کی بات ہے کہ جسے چاہا در پہ بلا لیا۔ تو یہ اور بات ہے۔ چلو بات ختم ہو گئی۔

اب آپ دعا کرو۔ یا اللہ جو سب حاضرین ہیں ان کو اس زندگی کی آسانیاں عطا فرما اور ان لوگوں کے اندر اطاعت کا جذبہ عطا فرما۔ یا اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سبب بنا کہ نعمتیں تیری راہ میں حائل نہ ہوں' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا بنا کے رکھ اور مہربانی عطا فرما اور کشادگی عطا فرما اور دین دنیا کی کشادگی عطا فرما' یہ زندگی بھی بہتر فرما اور آنے والی زندگی بھی بہتر فرما۔ ہمارے حال پر رحم فرما' ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمارے حال پر رحم فرما۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و سندنا وحبیبنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین
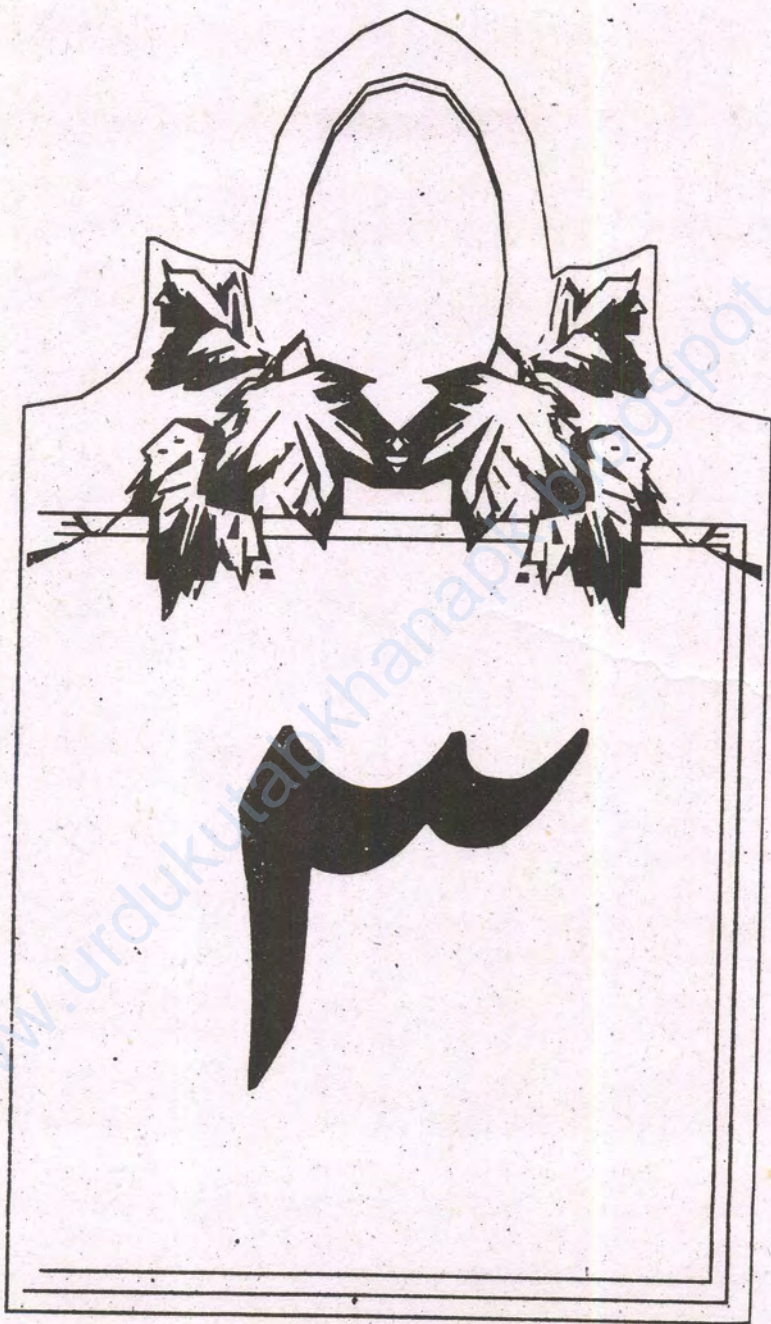
1- اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔

2- حضرت اویس قرنیؒ نے اپنے دانت کیوں توڑ دیے تھے؟

3- یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ طریقت کے راستے میں نہیں بدلنا چاہیے لیکن ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟

4- حضور رسول مقبول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ہمارے ہادی ہیں اور خالق ارض و سما کے محبوب بھی ہیں۔ اس بات کی ذرا اثر انگیز وضاحت فرما دیں۔

5- کیا کچھ علم حاصل کرنا ضروری بھی ہے؟

6- مسلمانوں کو ہدایت کا کیا مفہوم ہے؟

7- آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ علم نافع حاصل کرو تو کیا اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے؟

8- قطبِ ارشاد کیا ہوتا ہے؟

9- رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟

سوال:۔

اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہونا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔

جواب:

اس فقرے کا مطلب بڑا Simple ہے' سادہ ہے کہ سوت کاتتے کاتتے انسان بوڑھا ہو گیا' سوت کاتنے کا معنی ہے لیبر' محنت۔ بڑھیا اپنی محنت' لیبر اور پروڈکشن کا ڈیفنس کرتی رہی۔ اگر عبادت کو ہی لے لیں کہ عبادت کرتے رہے اور کرتے کرتے انبار لگ گیا۔ اب انبار تو لگ گیا لیکن بعد میں جب اس کو استعمال کرنے کا وقت آیا تو اس وقت آپس میں تاریں الجھا دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے' مراد ایسا آدمی ہے جس نے کسی ایک سمت میں بڑی محنت کی اور بعد میں اس نے اپنی محنت کو خود ہی غرق کر دیا۔ مثلاً" ایک آدمی ساٹھ سال تک مسلمان ہی رہا' عبادت ہی کرتا رہا اور بعد میں کہتا ہے کہ اس نتیجے پر پہنچ کر مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا' پڑھ پڑھ کے تھک گیا ہوں مگر کچھ نہیں بنا۔

اب یہ جو محنت ہے وہ رائیگاں ہو گئی۔ تو اس وقت محنت رائیگاں ہونا' جب نئی محنت کا موقعہ ہی نہ ہو' یہ سب سے زیادہ افسوس والی بات

ہے۔ تو دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہماری محنتیں رائیگاں نہ ہوں کیوں کہ اگر محنت رائیگاں ہو گئی تو پھر موقعہ شاید نہ ملے کیونکہ اس زندگی میں کسی غلطی کو بھی دوبارہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا' دوبارہ چانس نہیں ملتا۔ اکثر ایک بار موقعہ ملتا ہے۔ مرتے وقت کافر دوسری بار زندگی مانگتا ہے کہ یا اللہ ایک بار ذرا اور موقعہ دیا جائے تاکہ میں سب ٹھیک کر لوں مگر ایک دفعہ اور کیسے موقعہ ملے کیونکہ موقعہ تو ایک بار ملتا ہے۔ اور جب پتہ چلتا ہے کہ اور موقعہ نہیں مل رہا تو پھر وہ کافر کہتے ہیں "کاش ہم مٹی ہوتے"۔

مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر آپ کو بتاتے ہیں کہ محنتوں کا دفاع کیسے کرنا چاہیے۔ ایک تو مذہب کی محنت ہے' پھر اللہ کے نام کی محنت ہے یعنی ایسی محنت جو اللہ کے ذریعے ہی آپ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ محنت کا یقین کے ساتھ دفاع کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ عبادت کی محنت کرتے رہیں اور یقین اندر سے کمزور ہو جائے تو پھر سمجھو کہ محنت رائیگاں ہو گئی۔ تو ایسا آدمی جو منزل پر پہنچ کر بے دم ہو جائے' مایوس ہو جائے' وہ کہتا ہے کہ چھوڑو جی اب کیا ہونا ہے' کچھ بھی نہیں ہونا ہے' اتنی عمر میں نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا۔ کہتا ہے اس کام کے لیے اتنی عمر ضروری تھی' اور اب تو اس کے ہونے کا وقت آ گیا۔ وہ کہتا ہے اتنا عرصہ ہو گیا ہے بیج بویا تھا' اب کیا اُگنا ہے۔ مگر اصل میں اب تو اُگنے کا وقت آیا ہے۔ اس لیے اپنی محنتوں سے بددل وہ آدمی ہوتا ہے جس کو خدا کی رحمت سے مایوسی ہو جائے۔ پھر وہ بات وہیں آ جاتی ہے کہ اگر آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں تو آپ کی محنتیں آپس میں نہیں الجھیں گی' اکارت نہیں ہوں گی کیوں کہ اگر بڑھیا کا سوت الجھ گیا تو سمجھو کہ اس کی

ساری عمر کی کمائی ضائع ہو گئی۔ یہ اس دنیا کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ دنیا کے اندر آپ جو محنت کرتے ہیں مثلاً" مکان بنانے میں محنت کرتے ہیں اور پھر آپ مکان چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ تو بہت افسوس ہوا کیونکہ مکان چھوڑنا نہیں چاہیے۔ مگر یا تو آپ مکان چھوڑ دیں گے یا مکان آپ کو نکال دے گا۔ کچھ نہ کچھ Event ہو جاتا ہے' واقعہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ اولاد کو پالنے میں محنت کرتے ہیں اور اولاد ایک ایسا جملہ کہتی ہے کہ آپ کو اپنا ابا یاد آ جاتا ہے یعنی کہ بیٹے کا کہا ہوا فقرہ کیا کرتا ہے؟ ابا یاد آ جاتا ہے۔ تو ہوا یہ کہ یہ ساری محنتیں آخر میں الجھ گئیں۔ آپ نے پائی پائی کر کے پیسہ جمع کیا' اب جب بیماری کا وقت آیا تو پیسہ کام نہ آیا کیونکہ بیماری اور پیسہ الگ الگ شے ہے' بیماری تو اِدھر سے آتی ہے اور اُدھر چلی جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو یہ پیسہ جس کو آپ نے حتی المقدور اپنے لیے ذریعہ بنایا' کارگر ہے یا کاریگر ہے یا کارساز ہے مگر پتہ یہ چلتا ہے کہ پیسہ ہی کارساز نہیں ہے کیونکہ پیسہ روٹھے ہوئے دوست کو منا نہیں سکتا' بیمار کے لیے دوائی نہیں بن سکتا' پیسہ جو ہے آپ کے آزردہ دل کو راضی نہیں کر سکتا اور پیسہ جو ہے مسافر کا سفر روک نہیں سکتا۔ آپ مسافر نہیں بلکہ اصل میں سورج مسافر ہے۔ سورج ایک ایسا مسافر ہے کہ آپ کے چہرے پر سفر لکھتا جا رہا ہے۔ تو مسافر سورج ہے اور سفر آپ کا ہو رہا ہے' آپ اپنی جگہ پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور سورج سفر کر رہا ہے اور آپ کا نام مسافر ہے۔ تو آپ نہ کہیں سے آئے' کہیں گئے نہیں بلکہ گھر میں رہے ہیں۔ پھر بوڑھے کیسے ہو گئے؟ چل چل کے؟ کون چلا؟ سورج چلا۔ سورج اگر تھم جائے تو

آپ بھی تھم جاؤ مگر نہ وہ تھمتا ہے نہ آپ تھمتے ہیں۔ تو یہ وہ سفر ہے جو آپ کی جگہ پر سورج کر رہا ہے۔ سفر آپ کا ہے' مسافر آپ ٹھہرے اور سورج سفر کرتے کرتے جوان رہ گیا اور آپ گھر میں بیٹھے بیٹھے بوڑھے ہو گئے۔ تو مطلب یہ ہے کہ پیسے سے آپ کا سفر بھی نہ رکا کیونکہ آپ رک سکتے نہیں ہیں۔ سورج سفر کر رہا ہے' گردش ہو رہی ہے اور گردش زمان و مکاں ہو رہی ہے۔ آپ کے اندر آپ کی اجازت کے بغیر خون سفر کر رہا ہے۔ آپ کا سفر کون کر رہا ہے؟ خون کر رہا ہے اور آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ خون پیسے سے رکتا نہیں ہے۔ غم زدہ آدمی کو پیسہ نہیں منا سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ آج میں بہت غمگین ہوں' ایسے ہی بلا وجہ' تو اس کا کیا علاج ہے؟ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ غم زدہ آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ اگر اچانک آپ کو کوئی بھولا ہوا' کوئی گزرا ہوا دوست یاد آ جائے' فوت ہونے والا یاد آ جائے تو اس شخص کو پیسہ کیا کرے گا۔ پیسے سے یادیں تو نہیں بہلتیں۔

اس لیے پیسے سے کبھی کچھ بھی نہ ہوا۔ اگر کوئی کہتا ہے میں پیسے خرچ کرنا چاہتا ہوں تا کہ سماج میں عزت بن جائے تو آپ جانتے ہیں کہ پیسے سے لوگوں کی عزت نہیں بنی۔ تو اس پیسے کے لیے بعض لوگوں نے دین کی انویسٹمنٹ بھی کر دی۔ سچ بول کے پیسہ کمایا اور بعض اوقات جھوٹ بول بول کے پیسہ کمایا۔ تو ایسے ہی By the way بھی بولتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا بولتے ہیں۔ اِسی طرح پیسہ کمایا لیکن آخر میں پیسہ کام نہ آیا۔ تو یہ ہے سوت کی کمائی جو آخر میں الجھ گئی اور وہ پیچھے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ یہ کیا تھا؟ تو وہ بتاتا ہے کہ یہ وہ

کمائی ہے' یہ وہ سوت ہے جو تم نے کاتا اور آخر میں الجھا دیا اور بڑھیا کی طرح محروم ہو گئے۔ اس لیے اگر کمائی کرنی بھی ہے تو پھر ایسی کمائی کرو جو اکارت نہ جائے کیونکہ یہ کمائیاں جو آپ کر رہے ہیں یہ اکارت جائیں گی۔ کہتا ہے فی الحال میں چاہتا ہوں کہ میں یہ کام ایسے کر لوں' چلو کر لو مگر اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اس نے تو جاتے وقت کچھ اور ہی چیز پوچھنی ہے اور آپ کو وہ زبان آتی نہیں ہے' باقی سب زبانیں آپ نے سیکھ لی ہیں' کتنی زبانیں سیکھی ہیں؟ کہتا ہے میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوں' ہفت اقلیم کتنے ہو گئے؟ سات زبانوں کا بادشاہ' Polyglot ہے یعنی کہ جو سات زبانیں جانتا ہے' سب Languages جاننے والا ہے لیکن ایک زبان عربی نہیں آتی اور باقی سب آتی ہیں۔ تو جب اللہ کے پاس جا رہے ہوں اور وہ اتفاق سے عربی میں بات پوچھے تو پھر کیا کہو گے کہ سب زبانیں تو آتی ہیں لیکن عربی نہیں آتی۔

تو نتیجہ یہ ہے کہ ساری لیبر اکارت گئی' سب محنت اکارت گئی۔ اسی طرح اگر آپ نے محنت کرتے کرتے پیسہ تو کما لیا لیکن ماں باپ ناراض ہو گئے تو سب محنت اکارت گئی۔ دنیا کے اندر بہت ساری محنتیں ہیں جو اکارت جاتی ہیں۔ اگر ماں سادہ لوح ہے' بے وقوف ہے تو بھی ماں ہی ہے اور یہی تو آزمائش ہے۔ اب آزمائش کیا ہے؟ ماں جیسی بھی ہو آپ اس کا کہنا مانیں' اس کا ناجائز کہنا ماننا جو ہے یہ آپ کی عقل مندی ہے۔ یعنی ماں باپ کے جس کہنے کو آپ نامناسب سمجھ رہے ہیں کہ ماں باپ نے یہ حکم دے دیا ہے اور یہ حکم صحیح نہیں ہے' تو اس کو بھی مان لیں۔ اگر ماں باپ ان پڑھ ہیں اور بچہ پڑھا ہوا ہے تو بھی ان کا حکم ماننا

جائے۔ اگر آپ کی خواہش کو ماں باپ نے روند ڈالا ہے تو بھی ان کا کہنا مانتا، یہ کر کے دیکھو تو اس کے نتیجے میں بے شمار واقعات ہو جائیں گے، زندگی میں کئی گل کاریاں ہو جائیں گی۔ صرف تھوڑا سا قبول کرنے کی بات ہے اور پھر اس کے بعد بڑے نتیجے نکلیں گے۔ دنیا کی محنتوں کو آپ نے ضائع ہوتے عام طور پر دیکھا ہے، سیاست میں دیکھا ہے، حکومت میں دیکھا ہے، مال میں دیکھا ہے اور دوسرے بے شمار انداز سے آپ نے دیکھا ہے۔ اللہ کا فرمان یہ ہے کہ اے انسان تجھے محنت کے لیے پیدا کیا گیا۔ محنت تو تُو ضرور کرے گا لیکن اے انسان وہ محنت کر جو تجھے تیرے رب کے راستے کی طرف لے جائے۔ وہ ایک ایسی محنت ہے جو ضائع نہیں ہوتی اور باقی محنتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اپنے آپ کا ذرا دھیان کرو کہ محنتیں ضائع نہ ہوں۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ غافل کر دیا تم کو کثرتِ مال نے اور کثرتِ اولاد نے یعنی مال کی خواہش نے غافل کر دیا، اولاد کی خواہش نے تمہیں غافل کر دیا حتیٰ کہ وہاں آ گئے جہاں تم نہیں آنا چاہتے تھے یعنی قبروں میں، پھر تم نے دیکھ لیا جو تم نے دیکھ لیا اور تمہیں یقین آ گیا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے ذٰلک الیوم الحق جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور یہ وہ دن ہے جس کو تم جھٹلاتے رہے ہو۔ پھر تم سے اس دن یہ پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ نعمتیں دینے والے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جس نے نعمتیں عطا کی تھیں ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ پوچھے گا کہ اب بول کہ ہم کیسے نعمتیں دیتے رہے اور تُو نے شکر بھی ادا نہ کیا اور آج بتا کہ کون کام آیا؟ تمہاری لیبر کام آ

رہی ہے یا میرا فضل کام آ رہا ہے۔ تو فضل ہی کام آئے گا' دنیا کی محنت کام نہیں آئے گی اور دنیا کا حاصل بھی کام نہیں آئے گا۔ تو آپ فضل کو یہیں سے حاصل کرنا شروع کریں۔ فضل کو مانگنا ہی فضل ہے۔ اس کا اور فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اگر دانا بیٹا اپنے "بے وقوف" ماں باپ کا حکم مان لے تو یہ ہے اس کا فضل۔ اللہ کا فضل کیا ہے؟ کہ اپنی دانائیوں سمیت تم ان "نادانوں" کا حکم مان لو۔ پھر دیکھو کہ اللہ کا فضل کیسے ہوتا ہے۔ تو فضل کیا ہوا؟ فضل ہے اپنے ذہن کی رسائیاں اور ذہن کی کاریگریاں ترک کرنا' اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ سے فضل مانگنا' فضل جو ہے ہر حال میں ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے۔ اللہ جب چاہے فضل ہو سکتا ہے۔ تو اس لیے سب سے بڑی دعا یہی ہے کہ یا اللہ محنتیں رائیگاں نہ ہوں۔ مثلاً" یہ کہ ساری عمر ایک دوست بنایا اور وہ دوست ہی جنازے پر نہ آیا' تو پھر مرنے کا فائدہ کیا ہوا؟ یعنی کہ کندھا دینے وہ دوست نہ آیا اور وہ بھی ناراض ہو گیا۔ تو پھر یہ ہے رائیگاں محنت۔ تو اس طرح محنت رائیگاں جاتی ہے۔ اس لیے کئی ایسے مسلمان ہیں جو عبادت کرتے کرتے تنگ آ جاتے ہیں اور پھر جھگڑا شروع کرتے ہیں' تو اس طرح محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ اس لیے بڑی دعا کرنی چاہیے۔

عام طور پر دنیا میں' زندگی میں Monotony پیدا ہو جاتی ہے' انسان ایک جیسا کام کر کے تنگ آ جاتا ہے' Dull ہو جاتا ہے۔ عبادت ایسی چیز ہے جسے بار بار کرنے سے بھی انسان میں سکون پیدا ہو گا اور تنگی نہیں آئے گی۔ یہ وہ محنت ہے جو کبھی ضائع نہیں ہو گی۔ تو اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا ہونی چاہیے کہ یا اللہ مجھے اس بڑھیا کی طرح نہ کرنا جس نے

سوت کاتا' بہت باریک کاتا' محنت سے کاتا' راتوں کو جاگ جاگ کے کاتا اور آخر میں "الجھا دیا" کا مطلب ہے سب کچھ الجھا دینا مثلاً" اس نے ایک بہت اچھی چیز لکھی مگر اسے پھاڑ دیا اور یہ کہ اس نے کچھ خاص حاصل کیا تھا مگر وہ سب چھوڑ دیا' گنوا دیا' اسی طرح ایک شخص بڑا نیک ہوتا تھا' غازی ہوتا تھا مگر پھر اس کا عقیدہ ہی بدل گیا۔ اس لیے کون اچھا؟ جس کا آخر اچھا! تو آخر کے اچھا ہونے کی دعا ضرور کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بیمار ماں باپ کو چھوڑ کر کسی صحت مند سفر پر چلے جائیں۔ صحت مند سفر کیا ہوتا ہے؟ کہ میں کچھ بننے کے لیے جا رہا ہوں۔ پیچھے کون ہیں؟ یہ کمزور ماں باپ ہیں اور کوئی ایک آدھ آگے پیچھے ہو گیا تو آپ کی صحت ویسے ہی خراب ہو جائے گی۔ اس لیے جب آپ دیکھو کہ ماں باپ بڑھاپے کی طرف مائل ہو گئے ہیں تو ان سے اپنے طاقتور ہاتھ علیحدہ نہ کرنا اور ان کے لیے رحمت کا سایہ بنتے رہنا۔ اب بات سمجھ جانا' پھر یہ نہ ہو کہ ہر چیز حاصل ہو جائے لیکن یہ حسرت رہ جائے کہ ان کی خدمت نہیں کی۔ پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہو گا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ آپ اس وقت موجود نہیں تھے۔ جب کسی کو ماں نے یا باپ نے پکارا کہ بیٹا پانی پلا دو اور اسے پتہ چلے کہ پانی پلانے والا گیا ہوا ہے تو اس One day سے' اس روز سے پہلے ذرا بچ کے رہو اور دھیان کرو تاکہ محنتیں الجھ نہ جائیں' آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! بس یہی راز ہے کہ دانا بیٹا "بے وقوف" ماں باپ کا کہنا مان کر اللہ کے فضل کو حاصل کر لے اور اپنے آپ کو کبھی کسی "لمبے سفر" پر مت ڈالو۔ یہ سفر چھوٹا ہی ہوتا ہے اور اس میں آپ نے اللہ کا فضل حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ تو آخرت

کا سفر ہے۔ تو آپ نے دین میں کیا حاصل کرنا ہے؟ سکون! اور یہ یہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ وہاں جانے سے فائدہ ہو گا؟ کہتا ہے وہاں جا کے پیسے ملیں گے اور اس سے مجھے سکون آ جائے گا تو دوسرا کہتا ہے کہ مجھے تو یہیں سکون آ رہا ہے۔ اگر آپ سکون کے لیے سفر کرنے جا رہے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ یہیں پر ہی سکون حاصل کر لیں۔ سکون آپ کا اپنا نام ہے۔ کس کا نام ہے؟ آپ ہی کا نام ہے' عبادت آپ کی اپنی پیشانی کا نام ہے اور زمین پہ لگ جاؤ تو عبادت ہے اور اکڑ جاؤ تو پھر عبادت سے محروم ہو گئے۔ تو یہ سب اپنے ہی خیال کا نام ہے بلکہ کہتے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاری تسلیم ہی سے ہے۔ اللہ ہے تو سہی' اس کی ذات کریم' رب کریم ہے' وہ قائم حی و قیوم ہے لیکن تیری تسلیم نہ ہو تو تیرے لیے اللہ نہیں ہے۔ تو تسلیم کہاں ہوتی ہے؟ یہ آپ کے اندر ہی کوئی شے ہے' کوئی شعبہ ہے' آپ اپنے شعبے کو درست کریں تاکہ اللہ کو ماننے والا شعبہ زنگ آلود نہ ہو جائے۔ آپ جتنا مانیں گے اتنا ہی آپ کے لیے اللہ قائم رہے گا۔ تو آپ ماننا سیکھیں۔ ماننے سے مراد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو فارمولے کے حساب سے نہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ عبادتوں کے حوالے سے انعام دیتا ہے کہ اس نے کمپیوٹر لگایا ہوا ہے اور عبادت کے بدلے میں یہ چیز دے گا۔ ایسی بات نہیں ہوتی۔ تو کیا ہوتا ہے؟ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی نیت کیسی ہے' اگر اس کی نیت بہت اچھی ہے' اس کا دل بہت اچھا ہے تو دل جب اچھا ہو گا تو دل میں اللہ کے بارے میں یقین بھی بہت اچھا ہو گا۔ تو یقین والا کبھی فضل سے مایوس نہیں ہو گا۔ فضل سے مایوس وہی ہو گا جو حساب کتاب

کرتا ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ تو وہ محروم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی ایسا تشویش ناک غور نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر فضل نہیں کرے گا۔ ابلیس کی کیا تعریف ہوتی ہے؟ ابلیس کا معنی ہی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے۔ تو بندوں میں بھی ابلیس وہ ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ چھوڑو جی ساری دنیا میں برائی ہو رہی ہے اگر پاکستان میں ہو گئی تب کیا ہوا اور ہم نے برائی کر لی تب کون سی برائی ہے۔ ابلیس لوگوں کو بہکا رہا ہوتا ہے کہ دیکھو یہ جو سارے نمازی مسجد میں گئے ہیں وہ سارے کے سارے چور ہیں' مجھے پتہ ہے کہ وہ رات کو سارے چوریاں کرتے ہیں۔ اب نماز کے بارے میں اپنا تبصرہ کر رہا ہے حالانکہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے۔ یہ شخص یہ جو تبصرہ کر رہا ہے وہ نمازیوں کی برائی کے حوالے سے نماز کو غلط کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نمازیوں پر رحم نہیں کرتا تو اللہ مجھ پر رحم کیسے کرے گا۔ آپ اللہ کی باتوں کو مانتے ہوئے معذرت تو پیش کر سکتے ہیں لیکن تنقید نہیں کر سکتے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ سب سے اچھا نظام تیرا ہی ہے' اسلام ہی کا ہے' کبھی کبھی ہم سے کمی بیشی ہو جاتی ہے' تو ہم پر مہربانی فرما۔ تو آپ تنقید نہ کرنا۔ اس لیے اس بڑھیا کی حالت بہت بری ہے جو سوت کو الجھا دے۔ آپ اپنے ماضی کا دفاع کیا کریں اور جو کچھ آپ کرتے آ رہے ہیں اس کی Direction' اس کی سمت اللہ کی طرف ہونی چاہیے تاکہ یہ نہ الجھے ورنہ ہر شے الجھ جائے گی۔ آپ وعدوں کے پابند رہا کریں اور آپ کے یقین کا چراغ جلتا رہے۔ سارا کام ہی یقین کا ہے

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

اندیشہ پیدا نہیں ہونا چاہیے' شک پیدا نہیں ہونا چاہیے' اپنے آپ میں یقین پیدا کریں' اپنے مستقبل میں یقین پیدا کریں۔ یہ یقین پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل آپ کو ملے گا۔ آج بھی آپ کو اللہ کا فضل مل رہا ہے' فضل نہ ہو تو آپ کا ایک لمحہ نہیں گزر سکتا' ایک Moment نہیں گزر سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کا آپ کو ہر وقت آسرا ہونا چاہیے۔ تو ہمیشہ فضل ہی رہے گا۔ میاں محمدؒ صاحب کہتے ہیں۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں کم بن جاندا ای میرا
وچ خزانے تیرے یا رب ہرگز تھوڑ نہ کوئی
ہر محتاج نمانیاں کارن رحمت تیری ہوئی
رحمت دا مینہہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کردے میوے بھریا

یعنی اے اللہ تیری رحمت کا دریا ہر وقت جاری ہے اور اگر مجھے ایک قطرہ بھی عطا ہو جائے تو میرا کام بن جائے گا۔ تیرے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اور ہر محتاج کو تیری رحمت ملتی ہے تو اے میرے خدا رحمت کی ایسی بارش فرما کہ میرا سوکھا باغ ہرا ہو جائے' اور میری آس اور امید کے پودے کو میوے لگا دے۔

آس کا معنی وہ انتظار جو آپ کے اندر ہے اور وہ آس اس کے فضل سے ہی بار آور ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد رکھیں

تاکہ محنتیں رائیگاں نہ ہوں۔ بس محنت ضائع نہیں ہونی چاہیے۔ محنت تو آپ کرتے آ رہے ہیں، بس یقین رکھنا! جس شخص نے ابھی تک عاقبت نہیں دیکھی اسے کیسے پتہ ہے کہ کس کا کیا بنے گا۔ تو کبھی کسی شخص کو کافر نہ کہنا کہ اس نے جنت میں نہیں جا سکنا، یہ اس لیے تاکہ آپ اپنا جنت کا راستہ تیار رکھو۔ کہتے ہیں کہ کچھ عبادت والے لوگ جنت میں ہڑتال کر دیں گے، Strike کر دیں گے اور جب ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ ہڑتال کیوں کی تو بولیں گے کہ دیکھو کل اللہ نے ایک بندے کو جنت میں بھیج دیا ہے حالانکہ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا اور اس کا حق نہیں بنتا تھا کیونکہ وہ بڑا نقصان دہ بندہ تھا، یا اللہ یہ تو بڑی غیر جمہوری بات ہے! آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ اپنی بے پناہ رحمتوں کے ساتھ ہر ایک کو معاف کر سکتا ہے۔ تو اللہ جس کو چاہے، جب چاہے، معاف کر دے۔ آپ نے ہڑتال نہیں کرنی، آپ نے ہڑتال نہیں کرنی۔ آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ آپ بھی جنت میں جائیں گے اور آپ کا دشمن بھی انشاء اللہ وہاں پہنچا ہو گا۔ اس کے ساتھ دشمنی تو آپ کی ہے اور اللہ کے ساتھ اس کی دشمنی کوئی نہیں۔ وہ تو مالک ہے، کسی کو وہاں پیدا کر دیا تو وہ ہندوستانی بن گیا اور جس کو یہاں پیدا کر دیا تو وہ پاکستانی بن گیا۔ وہ جہاں جس کو چاہے پیدا کر دے، تو وہ وہاں پیدا ہو جاتا ہے، اگر آپ انگلینڈ میں ہوتے تو انگریزی بولتے، چین میں ہوتے تو ہوچی منہ ہو جاتے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ یونان میں ہوتے تو سکندر اعظم کی فوج میں ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ آپ کو کہاں، کس مقام پر پیدا فرمایا، کس علاقے میں پیدا فرمایا اور کس ٹائم میں پیدا فرمایا۔ تو یہ ساری بات غور

کرنے والی بات ہے۔ پہلے بتایا تھا اور آج پھر بتا رہا ہوں کہ آج بھی جو لوگ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو فقراء بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کی روحوں کو حضور پاک ﷺ کی محفل میں محبت عطا فرمائی جا چکی ہے' یعنی جب آپؐ کی محفل موجود تھی تو اس وقت روحوں کو اس محفل میں محبت عطا ہو چکی ہے اور اب وہ اپنی باری پر جب دنیا میں آتے ہیں تو خود بخود محبت لے کے پیدا ہوتے ہیں اور کسی کو محبت کا یہ علم دینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں کیونکہ یہ محبت جو ہے حاصل ہو چکی ہے۔ تو اس کا ماضی بھی کوئی نہیں ہوتا۔ تو سارے حال اور روحوں کی تقسیم ہو چکی ہے کہ کون سی روح نے کیا کرنا ہے' کہاں ہونا ہے اور کہاں جانا ہے۔ تو جہاں اللہ تعالیٰ پیدا فرما دے تو اس کا شکر ادا کرو اور اپنے عمل پر قائم رہو۔ اس لیے اس بڑھیا کی بات کرتے ہیں کہ سوت کات کر اسے الجھا نہ دینا۔ ایک آدمی سوت الجھاتا کب ہے؟ مثلاً" کوئی یہ کہتا ہے کہ میں چالیس سال پیر صاحب کے ساتھ رہا مگر وہ کوئی ٹھیک بندہ نہیں نکلا تو اب سوت الجھ گیا۔ وہ ٹھیک نکلے نہ نکلے' تُو اپنی توڑ نبھا' پھر دیکھا جائے گا۔ تُو اپنا یقین رکھ اور پار ہو جا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا آخری وقت تھا' رات کا ٹائم تھا اور حضرت امیر خسروؒ جو کہ ان کے محبوب تھے وہ اپنی ایک مہم پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ بھی موجود تھے۔ تو آپؒ کو رات کو طبیعت میں تھوڑا سا افاقہ ہوا۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جو امانتیں ہوتی ہیں وہ دینی ہوتی ہیں' Handover کرنی ہوتی ہیں' مثلاً" خلافت۔ تو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے آواز دی کہ "امیر ہے"؟ باہر سے آواز آئی کہ "سرکار

امیر تو نہیں ہے مگر نصیر حاضر ہے"۔ آپؒ چپ ہو گئے۔ ان کو امیر خسروؒ سے بہت محبت تھی۔ خواجہ نصیر الدین چراغؒ بھی بڑے نیک بزرگ تھے لیکن محبوب امیر خسروؒ تھے۔ کچھ وقت کے بعد دوبارہ آواز دی کہ "امیر ہے"؟ تو انہوں نے کہا کہ "خادم نصیر ہے" تو تیسری بار بھی یہی واقعہ ہوا تو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت نصیر الدینؒ کو اندر بلا لیا اور فرمایا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو ـــــ تو فیصلہ نصیرؒ کے حق میں ہو گیا۔ تو خلافت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو مل گئی۔ تو امیر خسروؒ کو خلافت تو نہیں ملی مگر خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے امیر خسروؒ کے لیے ایک وصیت کی کہ اس کو میرے آستانے کے سامنے دفن کرنا اور اس کا اور میرا عرس برابر ہی ہو گا' ایک ہی جگہ ہو گا۔ تو وہ اب بھی ایک ہی جگہ پر ہوتا ہے۔ اتنے میں حضرت امیر خسروؒ اپنی مہمات سے واپس آئے راستے میں پتہ چلا کہ ان کے مرشد کا وصال ہو گیا ہے' وہ تو رخصت ہو گئے ہیں۔ پھر ان کو اپنے شیخ کے کھڑانویں یعنی جوتیاں عطا ہو گئیں۔ امیر خسروؒ نے اپنا سب کچھ دے دیا اور وہ جوتے لے لیے اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ جب انہوں نے اپنے مرشد کو اس حالت میں لیٹے دیکھا تو فرمایا کہ۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسروؒ گھر اپنے سانجھ بھئی چودیس

یعنی کہ لمبے بال ہیں جو مکھ پر ڈالے ہوئے ہیں اور گوری جو ہے اب سیج پر سوئی ہوئی ہے۔ یہ وہ اپنے محبوب کو کہہ رہے ہیں' محبوب الٰہیؒ کو' حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو' کہ آپؒ کے بعد اب تو رات ہی پڑ گئی' اب

میں نے یہاں کیا کرنا ہے۔ اور پھر چند مہینے کے اندر خسروؒ فوت ہو گئے' یہ بھی تو خلافت ہے' اب بھی آپ کے سامنے دفن ہیں اور امیر خسروؒ کا عرس جو ہے حضور محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کے آستانے پر ہوتا ہے۔ پھر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا وصال ہوا تو وہاں ایک بزرگ آئے' انہیں خلافت نہیں ملی تھی' وہ تھے خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ۔ آپ نے یہ نام سنا ہو گا۔ جو وہ آئے تو پتہ چلا کہ ان کے شیخ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو خلافت نہیں مل سکی تھی۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں' پھر انہوں نے جنازے والی چارپائی کی پائنتی نکال کے اپنے سر پہ لپیٹ دی اور فرمایا کہ ہمارے لیے یہی خلافت ہے اور جا کے دین کا کام کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے دکن میں جا کے تبلیغ کا بے شمار کام کیا۔ تو کہنے کا مدعا یہ ہے کہ یہ کرنے والا کام ہے اور یہ وابستگیاں ہیں۔ تو اللہ جس کو چاہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر چالیس سال خدمت کر لی ہے تو یہ مرتبہ مل جائے گا' ضروری نہیں کہ یہ واقعہ ہو' یہ Desired result ہو' یہ نتیجہ مل جائے۔ مدعا یہ ہے کہ یقین کرنے والے کو کھڑانویں بھی مل گئیں تو وہ اس کو خلافت ہو گئی اور پیر کے جاتے ہوئے وصال نہ ہوا اور ملاقات نہ ہوئی مگر پھر بھی ملاقات ہوئی ہے۔ تو یہ ہے یقین والی بات۔ اگر یقین نہ ہو تو انسان الجھ جاتا ہے اور پیروں کے سلسلے میں محنتیں بڑی اکارت جاتی ہیں۔ اول تو آپ اس میں نہ پڑیں اور اگر داخل ہو گئے ہیں تو واپس نہیں جانا چاہیے ؎

غلام فریدؒ جیڑیاں راہ وچ مڑیاں
نہ او اروار دیاں نہ او پار دیاں

یعنی اے غلام فرید جو راستے سے واپس آ گئی وہ نہ یہاں کی رہی اور نہ وہاں کی۔

تو جو راستے سے مڑ گیا وہ کسی کام کا ہی نہ رہا بلکہ ختم ہی ہو گیا' دنیا دار رہ گیا اور نہ دین دار رہ گیا۔ اس لیے یقین کا ہونا بہت ضروری بات ہے۔ آپ کے یقین کا نام ہی رہبر ہے' عشق ہی راہنمائی کرتا ہے' اس میں کوئی بڑا علم نہیں چاہیے۔ کہتے ہیں کتنا علم حاصل کرنا چاہیے؟ کھانا کھانے کے لیے کتنا علم چاہیے؟ یہ تو کھانا پکانے والے کو علم ہونا چاہیے اور آپ کو جو مل گیا آپ نے کھا لینا ہے۔ تو وہاں علم نہیں چاہیے۔ اسی طرح سونے کے لیے کتنا علم چاہیے؟ کوئی علم نہیں چاہیے۔ دوسری ضروریات زندگی میں بھی کوئی علم نہیں چاہیے۔ تو علم کس بات کے لیے چاہیے؟ اللہ کے ہاں علم کی ضرورت ہی نہیں ہے' اس کی وقعت ہی کوئی نہیں ہے' وہ تو آپ علم عطا فرمانے والا ہے اور آپ کو علم ملتا جا رہا ہے۔ آپ کو تو صرف وقت ضائع کرنے کے لیے علم چاہیے۔ ورنہ تو حضور پاک ﷺ سے محبت کے لیے علم نہیں چاہیے۔ بس صرف اللہ کی مہربانی چاہیے۔ پانچ نمازوں کا علم بچپن سے ہی آپ کو مل گیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ سبحانک اللّٰھم سے لے کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک یہ کل آپ کی عبادت ہے۔ اگر آپ حج پر جائیں گے تو حج والی دعائیں کسی کو یاد نہیں ہوں گی' چھوٹی سی کتاب ہی ملتی ہے اور اس کتاب میں سب لکھا ہوتا ہے۔ پھر معلّم ہوتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اب دعا نمبر چار پڑھو اور اب یہ مقام آ گیا ہے' یہاں پر یہ کرو۔ ایک روٹین بن جاتی ہے۔ زبانی یاد تو کسی کو نہیں ہوتا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ عشق

کا فارمولا کوئی نہیں' یہ جو ہے ناں یہ اللہ کا فضل ہوتا ہے اور اس لیے لمبا چوڑا علم نہیں چاہیے۔ میں تو آپ کو یہاں تک بھی کہتا ہوں' لیکن ڈر ڈر کے کہتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ کی جو زندگی تحریر میں ہے' جس کو آپ سیرت النبیؐ کہتے ہیں' یہ پڑھنے سے محبت نہیں ملے گی بلکہ وہ عطا فرمائیں گے تو محبت ملے گی۔ کتاب پڑھنے سے محبت نہیں ملتی اگر آپ قرآن شریف پڑھ لو تو کیا اللہ سے محبت ہو جائے گی؟ ضرور نا نہیں۔ بعض اوقات خوف پیدا ہو جائے گا کیونکہ قرآن میں لکھا ہوتا ہے کہ اڑا کے رکھ دیں گے مگر یہ کافروں کے لیے لکھا ہو گا اور آپ اپنے لیے سمجھ بیٹھیں گے۔ تو اللہ کی محبت جو ہے وہ کسی اللہ والے سے مل جائے گی' یہ کوئی اور ہی حساب ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت جو ہے وہ اللہ کے کسی محبوب سے مل جائے گی۔ تو محبت کے لیے آپ علم سے بچو۔ یہ بہت زیادہ علم کی بات نہیں بلکہ بزرگوں کا اپنا اپنا طریقہ ہے' کسی نے یہ طریقہ بتایا کسی نے وہ طریقہ بتایا' کسی نے کہا یہ وظیفہ پڑھ لو یا حی یا قیوم' کسی نے کہا یا نُور یا لطیف پڑھا کرو' کسی نے کہا پڑھنے والی تو سورۃ ملک ہے وہ پڑھا کرو' کسی نے سورۃ واقعہ کا کہہ دیا' کسی نے کہا تبارک الذی آپ روز پڑھا کرو' سورۃ النساء پڑھا کرو۔ پھر ایک بزرگ نے کہا یہ سب قرآن کی سورتیں ہیں لیکن تم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو' سارا قرآن اسی میں ہے۔ پھر فرمایا گیا الحمد للہ میں سارا قرآن ہے یا یہ کہ بسم اللہ کی "ب" کے اندر سارا قرآن ہے۔ پھر کہتا ہے کہ "ب" تو دور کی بات ہے "الف" کے اندر سارا قرآن ہے۔ بات تو اتنی ساری ہے۔ اصل میں تمہاری نیت میں ہی اللہ ہے اور تمہارے

یقین میں اللہ ہے۔ آپ نیت کو یقین کے ساتھ ملا دیں تو بس آپ کی طرف سے اللہ کا کام ہو گیا۔ آپ علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈتے ہیں کہ دیکھو اللہ اس وقت کہاں ہے؟ چوتھے آسمان پر ہو گا! یہ چوتھا آسمان کہاں پر ہے؟ تیسرے کے اوپر! اور دوسرا آسمان کہاں ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ پہلے آسمان کے اوپر۔ کہتا ہے تو پہلا آسمان کہاں ہوتا ہے؟ کہتا ہے مجھے تو پتہ نہیں کیونکہ میں تو زمین پر رہتا ہوں۔ جب آپ کو پہلے آسمان کا پتہ نہیں تو چوتھے آسمان کا کیا پتہ ہو گا؟ اگر اللہ ہے تو تمہارے دل میں ہے اور اگر نہیں ہے' تو پھر لامکاں میں ہے۔ تو لامکاں یہ ہے کہ تمہارا اپنا مکان بھی لامکان ہے' اگر اس میں خواہشات کو نکال دو تو ہر مکان لامکاں ہے' خواہشوں سے دل کو بھر کے تم کون سے لامکاں کی تلاش کرتے جا رہے ہو' خواہش چھوڑنے کا مطلب ہے لا آرزو ہونا۔ اگر دل کو لا آرزو اور بے آرزو کر دو تو یہی لامکاں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ زمین پر اس کا مکان ہے کعبہ' اگر اللہ تعالیٰ کعبے تک رہتا تو پھر اللہ کعبے تک رہنا چاہیے تھا۔ تو پھر جو کعبہ میں جا کر اللہ کو یاد کرتے صرف وہی اللہ کو یاد کر سکتے مگر نماز تو ہر جگہ ہو جاتی ہے۔ پھر تو کعبے کے اندر نماز فرض ہونی چاہیے تھی مگر نماز تو کعبے کے باہر بھی فرض ہے۔ یعنی اللہ صرف کعبے میں ہے تو نماز لاہور میں کیسے فرض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ جو ہے ایک جامعیت کا رخ ہے' قبلے کا ایک رخ ہے کہ مسلمانانِ عالم ایک سمت میں رخ کریں' اللہ کا گھر وہ ہے جہاں اللہ کی یاد ہو گی' تو تیرے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد ہو۔ قلب المومن عرش اللہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ بس

مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے منور کرو' یہی کعبہ ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ۔

ساڈا کعبہ یار دیاں گلیاں

تو کعبہ صرف اس مکان کا نام نہیں ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ اگر کعبہ اللہ کا گھر ہے' لفظ تو بیت اللہ ہی ہے' تو پہلے کعبے میں بت تھے پھر اللہ کا گھر اس کے پاس تھا جس نے کعبے سے بت نکالے۔ تو اللہ تعالیٰ تو اس گھر میں تھا جس میں بت نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ یاد کرنے والوں کے دل میں رہتا ہے' کام کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ پکارنے والوں کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اس لیے بتایا گیا کہ یہ جامعیت ہے یہ مرکزیت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے اور روشنی سے پہچانو۔ بس آپ اپنی محنتوں کو نہ الجھاؤ۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ پیروں کے ساتھ تعلق بنانے والا عام طور پر جب ان سے الجھتا ہے تو بڑا ہی خطرہ ہوتا ہے اور اس کے لیے بچت کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔ وفا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ! وفا کے ساتھ چلتے جاؤ' بس آپ چلتے جاؤ چلتے جاؤ' یہ سفر کوئی لمبا نہیں ہوتا' سفر یقین کا ہوتا ہے' تو پہلا قدم ہی آخری قدم بن جاتا ہے۔ اس لیے بڑی احتیاط کے ساتھ چلو اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات نہ توڑا کرو' اور ماں باپ کے ساتھ تعلقات نہ توڑنا' یہ ایسے ہے جیسے اللہ سے تعلق توڑ دیا ہو۔ تو ماں باپ سے تعلق نہ توڑنا اور کبھی یہ نہ کہنا کہ ماں باپ خود ہی توڑ گئے تھے۔ پھر بھی آپ ہلاک ہو گئے' ان کو اپنی ہڈیاں توڑنے دو مگر ان کو تعلق نہ توڑنے دو! آپ ان کو

قابو کر لو اور کہو کہ کہ ہم آپ کو ناراض نہیں ہونے دیں گے' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ تو آپ ماں باپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں تو ماں باپ کی مرضی کے بغیر حج بھی نہ کرو' تو یہاں تک حکم ہے۔ اس کا یہ ثبوت ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ کو ماں نے مدینہ شریف بھیجا۔ آپؒ کو حضور پاک ﷺ سے بہت محبت تھی۔ ماں نے کہا جاؤ' اگر حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہوں تو آپ ان سے مل لینا۔ اویس قرنیؒ قرن سے چلے' پیدل رفتار' محبت میں سرشار' کچھ بیمار تھے' چلتے چلتے وہاں پہنچے' مسجد میں پہنچے' مسجد سے پتہ چلا کہ حضور پاک ﷺ گھر تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ماں کا حکم تھا کہ مسجد میں ہوں تو مل آنا وہ واپس چلے گئے All the way ۔ پھر جا کے پوچھا تو ماں نے کہا کہ اگر آپؐ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو جا کے مل آنا۔ اس وقت اتفاق سے حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ تو حضرت اویس قرنیؒ پھر واپس چلے گئے۔ اتنے میں محبت Establish ہو گئی' قائم ہو گئی تو ان کو حضور پاک ﷺ کی طرف سے خرقہ مبارک پیش ہوا' دو صحابہ کرامؓ کو بھیجا گیا کہ جاؤ اس بندے کو عطا کر کے آؤ۔ یہ ہے وہ واقعہ۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ خالی نہیں گئے بلکہ ان کو انعام ملا۔ تو اس واقعہ میں ماں کا حکم ماننے کی افادیت بتا دی گئی اور اس کا انعام بھی مل گیا۔ انعام یہ مل گیا کہ جس محبت کے لیے وہ جا رہے تھے وہ محبت ان کے گھر جا پہنچی۔ تو وہ ایک واحد آدمی ہیں جنہوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا نہیں مگر حضور پاک ﷺ کو دیکھا ہے۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بتاتا ہے کہ محنت کا انعام مل گیا۔ اس کو

ذرا دھیان کے ساتھ دیکھو کہ سوت ضائع تو نہیں ہوا' تو سوت کاتنا استقامت کا نام ہے۔ جنہوں نے استقامت چھوڑ دی وہ بڑھیا کی طرح ہو گئے۔ کون سی بڑھیا؟ جس نے سوت کاتا اور الجھا دیا۔ تو آپ ایسی بات مت کرنا' محنتیں ضائع نہ کرنا' محنتوں کو قائم رکھنا۔

سوال :۔

حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے دانت کیوں توڑ لیے تھے؟

جواب :۔

میں یہ جو بات کہہ رہا ہوں یہ محبت قائم رکھنے والی بات ہے۔ یہ تو محبت کی بات ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ حضور پاک ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنا ایک دانت توڑ دیا۔ پھر خیال آیا کہ پتہ نہیں کون سا دانت شہید ہوا؟ تو پھر سارے دانت تڑوا لیے۔ عشق کے اندر ایسی بات آ جاتی ہے۔ عشق جو ہے احتیاط کا نام نہیں ہے، عشق، عشق ہی ہے۔

آپ بولو! سوال وہ پوچھو جو آپ کا ذاتی سوال ہو' آپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہو' آپ کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتا ہو تاکہ آپ کے اوپر کچھ واردات ہو۔

سوال :۔

یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ طریقت کے راستے میں نہیں بدلنا چاہیے لیکن کئی ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟

جواب:۔

بدلنا اور چیز ہے' میں کہتا ہوں کہ مایوس نہ ہونا۔ یعنی کہ بدلنا تو یہ ہوتا ہے کہ Handover کرنا اور Take over کرنا' یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ لیکن آپ Reject نہیں کرنا' ترک نہ کرنا یا یوں کہو کہ جس کے بارے میں آپ کی زبان سے اچھے کلمات نکل چکے ہوں' اس شخص کے بارے میں کبھی آپ کی زبان سے غلط لفظ نہ نکلے' بس یہاں سے سزا شروع ہو جاتی ہے۔ Hand over تو ہوتا رہتا ہے مثلاً" یہ کہ کوئی قادری سلسلے میں بیعت تھا' اس کے پیر صاحب وصال فرما گئے اور پھر اسے چشتی سلسلہ عطا ہو گیا۔ مگر اس کا Credit ' اعزاز بھی پہلے پیر کو جاتا ہے' مدعا یہ ہے کہ سارا کچھ پہلے پیر صاحب سے ملتا رہتا ہے۔ تو نام کس کا لکھا جاتا ہے؟ اپنے اصلی پیر کا۔ جس طرح آپ کا نام کیا لکھا جائے گا؟ آپ اپنے ماں باپ کا بیٹا ہی کہلائیں گے چاہے راستے میں آپ کسی کو اپنا بزرگ بنا لو یا استاد بنا لو' اس سے فرق نہیں پڑتا۔ نام وہی رہے گا۔ یہ مایوسی نہیں ہے بلکہ یہ تو استحقاق استعمال ہو رہا ہے۔ داتا صاحب" نے بہت سے شیوخ سے فیض حاصل کیا مگر ان کا اپنا پیر ایک ہے۔ پیر تو پردہ کرتے رہتے ہیں اور پھر پردے سے باہر آ جاتے ہیں۔ وہ ایسا کھیل کرتے رہتے ہیں۔ اصل میں پیر ایک ہی ہوتا ہے' وہ اِدھر چلا جاتا ہے' اُدھر چلا جاتا ہے' غیب ہو جاتا ہے' پھر حاضر ہو جاتا ہے' پیر وہ جو تمہاری محبت میں ہے' پیر دستگیر ہے بلکہ پیر جو ہے امیر ہے۔ یہ یاد کا کام ہے' جسے آپ یاد کر رہے ہیں وہ ادھر ہی سے آ رہا ہے اور سب فیض ادھر ہی سے آ رہا ہے جہاں سے سارا فیض آتا ہے۔ میں پیر تبدیل کرنے

کی' Change کی بات نہیں کر رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہوں کہ مایوس ہو کر چھوڑ نہ جانا' اور وفا ترک نہ کرنا۔

سوال :۔

حضور رسول مقبولؐ خاتم الانبیاء ہیں ہمارے ہادیؐ ہیں اور خالق ارض و سما کے محبوب بھی ہیں۔ اس بات کی ذرا اثر انگیز وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

مقصد یہ ہے کہ خالق کا فیصلہ ہی یہی ہے کہ آپؐ ایسے ہوں۔ یہ بات بیان سے اثر انگیز نہیں ہوتی بلکہ بات یہ پہچان سے معلوم ہوتی ہے کہ خالق کے محبوبؐ' تخلیق کے محبوب ضرور ہیں۔ وہ خالق کے محبوب تو ہوئے اور جتنی بھی تخلیق ہے ارض و سماء میں' وہ خالق کی تخلیق ہے۔ تو خالق کے محبوب ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ساری کائنات کے محبوب بھی آپؐ ہیں۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ بات بیان سے اثر انگیز ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟ تو یہ سب عطا سے ہوتی ہے۔ اس میں بیان والی کوئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ عطا ہے۔ اگر وہ مہربانی فرما دیں تو خود بخود حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ علم سے نکلو' علم سے نکلو گے تو پھر انشاء اللہ عطا ہو جاتی ہے' کسی آستانے پر حاضری دیا کرو' بزرگوں کے پاس جایا کرو' تنہا بیٹھا کرو' درود شریف کثرت سے پڑھا کرو' کثرت سے پڑھا کرو۔

سوال :۔

کیا کچھ علم حاصل کرنا ضروری بھی ہے؟

جواب :۔

جو علم ضروری ہے وہ تو ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ علم ضروری نہیں ہے۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ بہت سارے علم جو ہیں ان کا آپ کی زندگی میں استعمال نہیں ہے اگرچہ ہیں وہ ضروری۔ لیکن چونکہ آپ لوگوں کی زندگی ہی ایسی ہے کہ تعلیمِ حاضرہ پچیس سال تک تو آپ کو ہوش ہی نہیں آنے دیتی' آپ دورِ جدید کی تعلیم میں لگے رہتے ہیں' مثلاً" آپ نے ایم بی بی ایس میں کتنے سال لگا دیے' پچیس سال کے بعد پھر ازدواجیت کا علم حاصل کیا ہو گا' اس میں بھی آپ کو ٹائم نہیں ملا ہو گا اور اسی طرح علیٰ ہذا القیاس کتنے ہی واقعات ہیں۔ اسی طرح وہ علم بڑا ضروری ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کا علم ہو لیکن آپ کی زندگی میں اب کیا بات سمجھ آئے گی۔ اس لیے آپ واجبی بات کرو۔ آپ اللہ کی بات کرو تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حوالے سے کرو اور اللہ کے حبیبؐ کی بات کرو تو اللہ کے حوالے سے کرو۔ بس اتنی سی بات ہے! آپ کا کام ہو جائے گا۔ باقی سارا علم ہے' حالانکہ وہ بڑا ضروری علم ہے' مثلاً" قرآن پاک کی تفسیروں میں بے شمار واقعات لکھے گئے ہیں' سیاسی بھی اور غیر سیاسی بھی' ضروری بھی اور غیر ضروری بھی' تو آپ ان سے بچ ہی جاؤ تو بات بڑی آسان ہے۔ مثلاً" مسلمانوں نے اپنی عظمت کی تاریخ لکھی ہے' مسلمانوں کی تاریخ بڑی اعلیٰ ہے' گریٹ پاور فل

مسلم نیشن کی تاریخ یعنی غزنوی' غوری' بابر' وغیرہ بڑے ہی فاتحین تھے' ان کی اچھی تاریخ ہے' انہوں نے ہندو کو اڑا کے رکھ دیا' سومنات اڑا کے رکھ دیا اور اس تاریخ کے بعد اگر آپ کا فال آف ڈھاکہ ہو جاتا ہے تو بس کرو ایسی تاریخ کو۔ آپ اب پھر وہی علم پڑھاتے جا رہے ہو کہ محمد بن قاسم آیا تو اس نے ہندوؤں کو اڑا کے رکھ دیا اور سندھ فتح کر لیا۔ اب تو مسلمانوں کو بتاؤ کہ آپ انسان بنو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بہادری کی تاریخ جو ہے اب اتنے بڑے واقعہ کے بعد آپ کیسے پڑھاؤ گے۔ کچھ لوگ بھٹو مرحوم کے دور کو درخشاں کرنا' چمکانا چاہتے ہیں تو یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ اس دور میں بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ بڑی خوبی کی بات تھی کہ اپنے اس پاکستان کو ہم نے بنگلہ دیش مان لیا۔ تو بھٹو صاحب نے یہ کارنامہ کیا اور بڑا خوب صورت کارنامہ کیا ورنہ بنگلہ دیش کہاں سے آزادی حاصل کرتا۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

تو آپ اپنے پچھلے دور کو اس طرح اجاگر کریں تا کہ یہ آپ کے حال کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ تو آپ یہ خیال کے ساتھ اور دھیان کے ساتھ کریں ورنہ خرابی ہو جائے گی۔ آج کل لوگ پچھلے ادوار کو دہرانے' Revise کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی کسی لیڈر کو شہید ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے' کوئی کسی اور کو۔ پتہ نہیں کوئی شہید ثابت ہوتا ہے کہ نہیں۔ کیا ایک شہید سے گزارا نہیں ہوتا' کیا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام آپ کے لیے کافی نہیں ہیں۔ کیا آپ نے شہیدوں کی فوج بنانی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ پاکستان کی عظیم تاریخ ہے' سرمایہ ایمان

ہے' مجاہدین کی بڑی تاریخ ہے اور وہاں ہندوستان میں ایک لاکھ آدمی گرفتار ہو گئے تھے۔ جب تک آپ اس واقعہ کو ہسٹری سے Delete نہیں کرتے' ختم نہیں کرتے تو بہادری کی باتیں چھوڑو۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علم اتنا چاہیے جس سے آپ کا کام چلے اور یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ کیا ضروری ہے' یعنی مسلمان جو ہے اس کے پاس وہ کون سی چیز ہے جس سے اسلحے کی کمی پوری ہو سکتی ہے اور کون سی وہ چیز ہے جس سے پیسے کی کمی پوری کرو گے اور کون سی وہ چیز ہے جس سے آپ پسماندگی دور کرو گے' تو پھر آپ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ بات کر کے ہم نے اپنا فرض پورا کر لیا ہے۔ اسی طرح فرض پورا کرنا ہے تو پھر تو فرض پورے نہیں ہوتے اور کچھ عمل اگر کرنا ہے تو پھر کر کے بتاؤ۔ پھر امامت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جب تم نے یہ کہا کہ مسلمان ہو جا اور اگر وہ نہیں ہوتا تو اسے معزول کر دو۔ اگر تم نے معزول نہیں کیا اور مسلمان ہونے کی درخواست کی ہے' Request کی ہے اور وہ Request نامنظور ہو گئی ہے تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ تو معمولی سے آدمی بھی کر سکتے ہیں کہ خط لکھ دیں اور خط منظور نہ ہوا تو پھر وہ کہیں گے کہ کوئی بات نہیں۔ مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہوتی۔ اس لیے اے مسلمانو! ذرا دھیان کرو۔ اصلی طاقت کا سرچشمہ جو آپ کے پاس ہے وہ اللہ کے ساتھ تعلق ہے اور وہی اصلی قوت ہے۔ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ للہ جنود السمٰوٰت والارض یعنی اللہ کے لیے ہیں لشکر زمین و آسمان کے۔ تو اس کے پاس بڑے لشکر ہیں اور وہ دیتا بھی ہے اور اللہ کو ہم مانتے بھی ہیں اور اللہ کے پسندیدہ دین میں بھی ہیں۔ تو لشکر

ہمارے ہیں' اللہ ہمارا ہے اور شکست بھی ہماری ہے۔ تو Something wrong ہے' کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہے' some where. یا تو اللہ نے ہمیں قبول نہیں کیا یا پھر ہم نے اللہ کو قبول نہیں کیا' یا ہم اللہ کو اس لیے مانتے ہیں کہ یہ ہماری سماجی ضرورت ہے' سیاسی ضرورت ہے' اللہ ہماری ذاتی ضرورت ابھی بنا نہیں ہے۔ اللہ اس کی ضرورت بنتا ہے جو بہت ہی ابتلاء میں ہو ورنہ اللہ کا اگر آپ کے ساتھ تعلق ہو جائے اور آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے تو پھر مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ اللہ ایک پیغمبر کو پیدا کرتا ہے' آج تک ساری دنیا ان کا کلمہ پڑھے جا رہی ہے۔ تو یہ ہوئی ناں اللہ سے تعلق کی بات اور اللہ سے تعلق کا پتہ چل رہا ہے کہ وصال کے بعد بھی آج تک لوگ نعت کہتے جا رہے ہیں' حضور پاک ﷺ کی شان میں ہندو بھی نعت کہتے جا رہے ہیں اور آج تک لوگ دھڑا دھڑ کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں' کسی نے ان کو دیکھا نہیں مگر حضور پاک ﷺ کا کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ورفعنا لک ذکرک: اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ لوگوں نے تو قرآن کو بڑا Change کرنا چاہا' تبدیل کرنا چاہا لیکن قرآن شریف تبدیل نہیں ہوا' یہ بھی اللہ کا فرمان ہے کہ میں مسلمانوں کو سرفراز کر دوں گا۔ اگر مسلمانوں پر حرف آتا ہے تو یہ وہ مسلمان نہیں ہیں' پھر یا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی اور سرفراز کو مسلمان کر دے۔ یہ غور والی بات ہے کہ یا تو آپ کو سرفراز کرے' یا پھر جو سرفراز ہیں ان کو کلمہ پڑھا دے' مثلاً" چین والے کلمہ پڑھ گئے تو تمہیں کسی نے پوچھنا ہی نہیں ہے اور پھر وہ اصلی مسلمان ہوں گے اور آپ کے بارے میں لوگ

کہیں گے کہ یہ لوگ کہیں درمیان میں، کسی زمانے میں مسلمان کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر میں قوم بدل دیتا ہوں۔ اس لیے آپ ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا رشتہ، تعلق ہے یا کہ نہیں ہے، اس نے آپ لوگوں کو قبول بھی کیا ہے کہ نہیں کیا۔ اس کے پاس قوت ضرور ہے جو اللہ کو ماننے والا ہے اور اللہ کے لشکروں کو ماننے والا ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو آزردہ ہی کرتا جائے۔ اس لیے آپ دھیان کرو اور آپ لوگ بات کو سمجھو، علم وہ حاصل کرو جس کے لیے حضور پاک ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ یہ دعا کیا کرو اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے، اس علم کے بارے میں جو نفع نہ دے۔ تو علم نافع حاصل کریں۔ کون سا علم ہونا چاہیے؟ وہاں جا کے انگریزی میں نہیں سنا سکتے، منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ How do you do کیا حال ہے آپ کا، آپ کہاں سے آئے ہو۔ وہ تو پوچھیں گے کہ ما دینک تمہارا دین کیا ہے؟ پھر اسے یہ نہ کہنا کہ اس کا ترجمہ کرو۔ وہ کہیں گے کہ اپنا دین بتاؤ تو یہ کہے گا کہ دین والی بات ذرا ٹھہر کے بتاؤں گا۔ تو وہاں یہ بات نہیں چلے گی۔ وہاں تو ما دینک اور من ربک کا جواب آنا چاہیے۔ تو جو کچھ اللہ نے بتایا اس کے مطابق چلنا چاہیے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے راستے پر ڈالو۔ بس اتنا علم چاہیے اور کوئی لمبا علم نہیں چاہیے۔ ہاں اور سوال پوچھو ------ بولو ------

سوال :۔

مسلمانوں کو ہدایت کا مفہوم کیا ہے؟

جواب :۔

مسلمانوں کو مسلمان کرنا آج کل ہدایت کہلاتی ہے۔ اس سے باز آ جاؤ۔ ہدایت کا مفہوم کیا ہوتا ہے؟ بھئی مسلمانوں کو آپ نے اور کیا ہدایت کرنی ہے' وہ اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں۔ آپ مسلمانوں والا کوئی کام کرو۔ یہ تو علماء کرام نے ایک شعبہ بنا لیا ہے کہ مسلمانوں کو ہدایت سکھانی ہے۔ ان کا تعلق کسی نہ کسی جامعہ سے ہوتا ہے یعنی وہ کسی جامعہ کا پڑھا ہو گا' جامعہ جات یعنی جامعہ نعیمیہ' جامعہ عرفانیہ' جامعہ غزالیہ' جامعہ اویسیہ' جامعہ غوثیہ اور دوسری بے شمار جامعہ ہیں' وہاں کا پڑھا ہوا درس نظامی پڑھ کے آگیا' عربی فارسی کے سارے علوم پڑھے اور اپنا دورۂ حدیث بھی کر کے آگیا اور اب تبلیغ کرے گا کہ یا ایھا الذین امنوا اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ حکم ہے اور تمہارے لیے وہ حکم ہے ——— یہ سب باتیں کرے گا اور ظاہری علم کا اس کے پاس رابطہ کم ہے' اس لیے اس کے پاس وہ واقعہ نہیں ہو گا۔ اور اب اس کے پاس ایک ہی علم رہ گیا کہ تمہیں ڈرایا جائے کہ تم مر جاؤ گے' تم تباہ ہو جاؤ گے اور تمہیں دوزخ میں ضرور جانا چاہیے کیونکہ تم انگریزی پڑھتے ہو اور دوسرے کام کرتے رہتے ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ تبلیغ والا ڈراتا جائے گا اور براجمان کون ہو گا؟ ایچی سن کالج والا۔ یعنی انگریزی تعلیم والے وہاں پہ حکومت کرتے جائیں گے اور تم لوگ وہاں پہ ڈرتے رہو گے اور ڈراتے رہو گے۔ پھر کہو گے کہ یہ تعلیم ہو رہی ہے اور تبلیغ ہو رہی ہے۔ تبلیغ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مسلمان کو اسلام کی تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اب مسلمانوں کو اسلامی عمل کی ضرورت

ہے۔ اگر آپ کے پاس اسلامی عمل ہے تو یہ تبلیغ ہے۔ ورنہ مزید تبلیغ سے تو کنفیوژن پیدا ہو جائے گی۔ تو ہدایت سے مراد یہ ہے کہ ہادی کے ساتھ رابطہ ہو یعنی کہ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رابطہ ہو۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آ رہی کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی تک جانا ہے اور وہاں تک جانے کے یہ راستے ہیں جس کو آپ تبلیغ کہتے ہیں' ہدایت کہتے ہیں۔ آپ نے سمجھا ہوا ہے کہ ہدایت کا راستہ یہ ہے' نماز ہے' یہ حج ہے' یہ روزہ ہے' یہ زکوٰۃ ہے' یہ ماں باپ ہیں جن کی یہ عزت ہے اور یہ مقام ہے اور یہ قرآن ہے۔ پھر یہ سارا منظر نامہ دیکھتے ہوئے چلتے چلتے آپ پہاڑ پر چڑھ جاؤ' منزل پر پہنچ جاؤ ---- مگر یہ جو ہدایت ہے یہ ہدایت نہیں ہے بلکہ ہدایت یہ ہے کہ ہدایت یافتہ کے ساتھ جا کے رابطہ کرنا۔ ہدایت کیا' ہے؟ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ یا ہدایت یافتہ کے ساتھ تعلق قائم کرنا۔ پھر وہ جس حال میں چلائے آپ اس حال میں چلتے جاؤ۔ صرف فارمولے کو یاد نہ رکھنا کیونکہ فارمولا نقصان پہنچا سکتا ہے' یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا یہاں سے بہت سارے لوگ گمراہ ہو سکتے ہیں اور یہیں سے بہت سارے لوگ ہدایت پا سکتے ہیں۔ تو جس ذاتؐ پر قرآن کا نزول ہوا اس کے ساتھ رابطہ آپ کو گمراہ نہیں کرے گا۔

جس ذاتؐ پر نزولِ کلامِ مجید ہو
وہ ذاتؐ کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

اصل میں تو وہ ہدایت ہے۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادیؐ کے ساتھ یا ہدایت یافتہ کے ساتھ رابطہ کرنا اور اصل میں وہ ہادی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سب

کچھ ہیں۔ تو آپ انؐ کے ساتھ رابطہ کرو یہی آپ کی ہدایت ہے۔ ہدایت کیا ہے؟ رابطہ، تعلق، اطاعت، محبت، عشق۔ اور یہ جو علم کی بات ہے تو۔

علموں بس کریں او یار
اِکو الف تیرے درکار

یعنی اب علم سے باز آ جاؤ کیونکہ تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔

یہ بابا بلھے شاہؒ صاحب کہہ رہے ہیں کہ۔

چھڈ جھگڑا پڑھن پڑھاون دا
سکھ چج کوئی یار مناون دا

یعنی پڑھنے پڑھانے کا طریقہ چھوڑو اور اللہ کو راضی کرنے کا کوئی طریقہ سیکھ لو۔

تو اللہ کو منانے کا آپ کو کوئی "چج" آ جائے، طریقہ آ جائے تو وہ ہے ہدایت۔ باقی سارے کا سارا منسوخ شدہ ہے۔ ایک شخص کسی کی بیوی کی باتیں کر رہا تھا کہ وہ بڑی علم والی ہے، گریجویٹ لیڈی ہے، سماج میں اس کے چرچے ہیں، فضل والی ہے اور امیر خاندان کی ہے۔ دوسرے نے پوچھا کہ وہ کیسے، تو وہ کہتا ہے کیونکہ اس کی خاوند سے نہیں بنتی۔ اب وہ کیا بیوی ہے جس کی خاوند سے نہ بنے، جو خاوند کو چھوڑ دے، Reject کر دے۔ آپ ایسے مسلمان ہیں کہ ہادیٔ اعظم ﷺ سے آپ کا تعلق کوئی نہیں ہے اور آپ نے اسلام سے تعلق پیدا کر لیا ہے، استغفراللہ تعالیٰ !!! میں آپ کو منع کر رہا ہوں کہ صرف اسلام سے تعلق نہیں رکھنا بلکہ اسلام دینے والے سے تعلق رکھنا، اسلام نافذ کرنے والے

کے ساتھ تعلق رکھنا، جس کے نام سے اسلام ہے اس کے ساتھ تعلق رکھنا، جس کی ذات کے لیے اسلام آیا اس سے تعلق رکھو۔ تو اس ذات کے ساتھ تعلق ہی اسلام ہے اور یہ ہی سارا واقعہ ہے۔ تو آپ لوگ تو اسلام کو اسلام دینے والے کے مقابلے میں استعمال کر جاتے ہو اور یہاں سے تم فیل ہو جاتے ہو۔ اللہ فارمولا دینے والا ہے اور اللہ کہتا ہے کہ ہم کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتے۔ جب آپ نے اس بات کا علم سیکھ لیا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ سے یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے کہا ہے کہ کسی کی محنت رائیگاں نہیں ہوتی تو شیطان کی محنت کیوں رائیگاں ہوئی؟ تو آپ سے اللہ بھی گیا، اسلام بھی گیا، مفت کا عذاب بھی آ گیا اور بات پھر بھی سمجھ نہ آئی۔ علم والے نے کیا کیا؟ اس نے فارمولا دینے والے اللہ پر اپنا فارمولا دیا۔ یہاں آ کر تمہاری تبلیغ جو ہے وہ تمہارے لیے نقصان ہے بلکہ عذاب بن جاتی ہے۔ تبلیغ کیا ہے؟ اللہ کے نام کی تبلیغ یہ ہے کہ اللہ کی بات سمجھ آئے نہ آئے تو مانتا جا۔ جب یقین پختہ ہو جائے گا تو بات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی۔ تو اتنی ساری تبلیغ چاہیے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک جید صحابیؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کے پیغمبرؐ نے آج ایک نئی بات کر دی ہے وہ فرما رہے ہیں کہ میں آج معراج پر گیا، دور آسمانوں پر چلے گئے اور وہاں پر بڑے واقعات ہوئے، قاب قوسین او ادنیٰ، پھر جو ہوا سو ہوا، پھر بڑے واقعات ہوئے، مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک واقعات ہوئے، پیغمبروں کی امامت ہوئی، کئی اور واقعات ہوئے، کئی سو سال تک گئے اور جب آپؐ واپسی تشریف لائے تو بستر گرم تھا، آپ بتائیں کہ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا یہ آپؐ نے

فرمایا ہے اور اگر یہ آپؐ نے فرمایا ہے تو سچ ہی فرمایا ہے۔ اس کو کہتے ہیں اعتماد۔ تو اعتماد جو ہے وہ تحقیق سے بچنے کا نام ہے۔ کہیں تحقیق نہ کر بیٹھنا کہ اگر جنت واقعی بنائی ہے۔ تو پہلے تھوڑی سی سیر تو کرائیں تاکہ یقین ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شاید تمہیں یقین اس وقت ہو گا جب تم جنت کے علاوہ کسی اور جگہ پہنچے ہوئے ہو گے' تو پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا' پھر تم وہاں جا پہنچے تو یقین آئے گا' پھر یقین جو ہے وہ عین الیقین ہو گا۔ اس لیے تبلیغ اور ہدایت کیا ہے؟ سب سے پہلے ہدایت دینے والے سے تعلق بناؤ اور کہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں معافی دے دیں' ہمارے لیے اتنی ہدایت کافی ہے کہ آپؐ کا فضل ہم پر ہونا چاہیے۔ ہمیں تو ایک بات چاہیے کہ ہمیں تو عشق کی نعمت ملنی چاہیے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ آپ یہ پیغام لے کر چل پڑیں کہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے اور اس طرح تم لوگ صرف فرمان ہی سناتے جاؤ۔ اصل بات یہ ہے کہ ہدایت' فرمانے والے کے قرب کا نام ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادی تک پہنچنا۔ اگر آپ ہندو کی بات کریں تو وہ کہیں گے کہ ہمارے بڑے نے یہ فرمایا ہے' لارڈ کرشنا نے یہ فرمایا ہے' بُدھا نے یہ فرمایا ہے مگر جب تک وہ اپنے اس بندے کے ساتھ رابطہ نہیں رکھیں گے تو ان کا دین بھی صحیح نہیں ہو گا۔ تو آپ جس پیغمبرؑ کے دین پر چل رہے ہیں' اس Prophet کے ساتھ رابطہ رکھو۔ یہ صرف Procedure کی' طریقے کی بات نہیں کیونکہ Procedure تو سمجھانے کے لیے تھا' ہر دور میں بتایا گیا ہے' مگر ہدایت

کیا ہے؟ ہدایت یہ ہے ہادی کے چرنوں میں پہنچنا۔ بس یہ پکی خبر ہے۔ تو یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ اور ہدایت یہ ہے کہ اللہ ایک ہے' اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں' اور وہ تھے بھی اور ہیں بھی اور رہیں گے بھی سہی' تم ان سے رابطہ اسی طرح کر لو جیسے صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تھا۔ بس یہ ہدایت ہے۔ اللہ یا تو تھا یا پھر ہے الآن کما کان وہ تو ایسے ہے جیسے تھا' ہمیشہ کے لیے اللہ ہے اور اس سے رابطہ ہو سکتا ہے' اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی ہیں اور ان سے بھی رابطہ ہو سکتا ہے۔ اب اس میں تبلیغ کیا ہے؟ بس یہ درمیان کی ہیرا پھیری نکال دو تو پھر تبلیغ کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ ہیرا پھیری آپ کرتے رہتے ہیں اور مجبوریوں کے نام پر جو ہیرا پھیری کرتے رہتے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادیٔ برحق ﷺ کے تقرب کی تمنا۔ تو صرف یہ ہدایت ہے۔ اس لیے یہ کرنے والی بات ہے اور صرف کہنے والی نہیں ہے۔ کلمہ بھی صرف زبانی نہیں ہے کہ صرف پڑھتے رہنا کیونکہ یہ تو طوطا بھی پڑھ سکتا ہے اور صرف ایمان کی سلامتی بھی نہیں ہے بلکہ عشق کی سلامتی ہے۔ اگر عشق کی سلامتی ہے تو ہر شے خود بخود سلامت ہے۔

میں بار بار کہتا رہا ہوں کہ کیا صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اسلام کی لائبریریاں تھیں؟ لائبریری نہیں تھی اور ان کا ایمان بہت قوی تھا۔ یعنی کہ آج کے مسلمان کا ایمان اور کسی صحابیؓ کا ایمان' دونوں میں مقابلہ کرو تو کس کا ایمان زیادہ ہو گا؟ صاف بات ہے کہ ان کا زیادہ تھا' وہ ہدایت یافتہ تھے حالانکہ ہدایت کی کتاب آپ نے اب لکھی ہے کتاب الہدایہ آپ نے کب لکھی ہے؟ ابھی آج کل لکھی ہے' یہ کتاب کب چھپی

ہے؟ یہ کچھ سال پہلے چھپی ہے۔ تو وہ جو لوگ تھے وہ ہدایت یافتہ تھے اور آپ ہدایت کی کتابیں لکھتے رہتے ہیں' اس لیے تو آپ ہدایت یافتہ ہونے کی بجائے "پیسے یافتہ" ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے اور تو کچھ نہیں ملتا۔ اس لیے آپ بچو ان باتوں سے اور اپنا خیال کرو۔ صرف عملی شکل میں آپ کا کام ہو جائے گا' تب نوازش ہو جائے گی' فضل ہو جائے گا' احسان ہو جائے گا اور آسانیاں ہو جائیں گی۔

اب اور کوئی سوال پوچھو ------ وہ بات پوچھو جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو' علم کے ساتھ تو کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایسی بات پوچھو جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

سوال :۔

جنابِ آپ نے بار بار فرمایا کہ عِلمِ نافع حاصل کرو تو کیا اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے؟

جواب :۔

آپ تبلیغ نہ کرو۔ ذاتی طور پر آپ اس وقت تبلیغ کریں جس وقت اپنا کاروبار Establish کر لو۔ کہیں تبلیغ کے ساتھ رزق وابستہ نہ کر لینا' پھر آپ تبلیغ کرنا۔ یہ میں آپ کی ذاتی بات کر رہا ہوں۔ تبلیغ اس وقت تک نہیں کرنی چاہیے جب تک آپ کو ارشاد نہ ملے یا مقامِ ارشاد پر آپ فائز نہ کیے جاؤ' اس وقت تک آپ رشد و ہدایت نہ کرنا۔ "قطبِ ارشاد" ایک لفظ ہے اور ایک مقام ہے اور اصل میں یہ مقامِ ارشاد ہے۔ تو مقامِ ارشاد پر جب تک آپ کو فائز نہ کیا جائے' آپ رشد و ہدایت نہ کریں بلکہ اپنی اصلاح کرتے جائیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ نے

ایک بات سنی اور لے کے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تبلیغ کرنے کے لیے آیا ہوں اور اے ایمان والو! یا ایھا الذین اٰمنوا آپ لوگ ٹھہر جاؤ اور ہماری بات سن کے جاؤ۔ تو یہ ایسا ہو گا کہ کچی پکی باتیں حاصل کر لیں اور کچی پکی بات سنا رہے ہیں۔ اس لیے یہ ایک مہربانی کرو کہ تبلیغ نہ کرو۔ میں بات کر رہا ہوں جلوے کی اور تقرب ذات کی۔ اگر ذات کا تقرب مل گیا اور جلوے کا قرب مل گیا تو پھر آپ جلوے کا قرب دیتے جائیں۔ بس یہی علم ہے اور یہ بتانے والی بات نہیں ہے بلکہ دکھانے والا کام ہے۔ بس پھر علم وہاں ختم ہو جاتا ہے:

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

تو پھر انسان خاموش کھڑا رہ جاتا ہے' کہتا ہے کہ اب یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں پر سب کچھ خاموش ہو جاتا ہے کیونکہ یہ جلوہ ہے اور آپ نے جلوے کو دیکھنا ہے' صرف باتیں نہیں کرنی۔ اور اس کو کیوں دیکھنا ہے' کہ اللہ کا حکم ہے من کان اعمیٰ فی ھٰذہٖ فھو اعمیٰ فی الاٰخرۃ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ اس لیے آخرت میں اندھا ہونے سے بچنے کے لیے یہاں آنکھ کھول کے چلو' قدم قدم پر اسے پکارو' اگر کہیں جلوہ آپ کے روبرو ہو گیا تو پھر ساری بات ہو بہو سمجھ آ جائے گی۔ بس بات یہ ہے کہ آپ پیدائش سے پہلے کچھ دیکھ کے آئے ہیں' یہ سب پیدائش سے پہلے دیکھا ہوا ہے اور اب درمیان میں بھی وہ اپنا آپ دکھاتا رہتا ہے' بس اس جلوے کی تلاش کرنی ہے۔ کیا کرنا ہے؟ تلاش کرنا ہے' کبھی کسی رنگ میں کبھی کسی رنگ میں' کبھی اِس رنگ

میں اور کبھی اُس رنگ میں دیکھنا ہے۔ وہ سارے جلوے ایک ہی جلوہ تھے۔ آپ نے صرف دیکھنا ہے۔ آپ نے سورج کو پکڑنا نہیں اور نہ روشنی پر مضمون لکھنا ہے' بس آپ اپنا سفر کرتے جائیں۔ یہ تبلیغ ہوتی ہے کہ یہ سورج ہے' وہ روشنی ہے' روشنی یہ ہوتی ہے' روشنی وہ ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جو لوگ ہدایت کی باتیں کرتے ہیں' تو اصل بات کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سفر کرو' وہاں جاؤ جہاں جانا ہے' سب وہیں پہنچاؤ اور وہاں پہنچو اور تعلق میں پہنچو۔ ایک بزرگ کا مرید ایک یہودی کے پاس گیا اور تبلیغ کی۔ وہ بزرگ بڑے جید تھے' عالم دین بھی تھے اور فقیرِ وقت بھی تھے اور ان کا نام حضرت جنید بغدادیؒ تھا۔ تو ان کا مرید ایک یہودی سے کہنے لگا کہ تو انسان بن' تو نیک آدمی ہے اور حساب کتاب صحیح رکھتا ہے' تو مسلمان ہو جا۔ یہودی نے کہا بات تو ٹھیک کہتا ہے لیکن اگر تو اسلام تیرے جیسا ہے پھر تو یہ ہمارے قابل نہیں ہے اور اگر اسلام جنیدؒ جیسا ہے تو پھر ہم اس کے قابل نہیں ہیں۔ بس اتنی ساری تمہاری تبلیغ ہے۔ اگر آپ کا اسلام حضور پاک ﷺ کی شان کے حوالے سے بیان ہو رہا ہے کہ یہ سچے لوگوں کا دین اسلام ہے تو وہ پہلے یہ وعدہ کرے کہ میں سچ بولتا ہوں' مبلغ سچ نہیں بولتا تو سامعینِ کرام جھوٹ کیوں نہیں بولیں گے۔ اور ایسے میں سچا کلام پیش ہو رہا ہے تو کیا اثر کرے گا۔

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب\
مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

پھر وہ تاثیر اس لیے نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک سوزِ دل

نہ ہو تو تبلیغ نہیں ہوتی۔ اور مسلمانوں میں سب سے بڑا نقصان کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ تبلیغ زیادہ ہو گئی ہے۔ تو مسلمان نا اہل ہو گیا ہے۔ آپ تبلیغ کرنے والی مسجدوں میں باری باری روزانہ جاؤ اور جب آپ چالیس مسجدوں میں جاؤ گے تو آپ اسلام سے توبہ کر جاؤ گے، کہیں کچھ تبلیغ ہو رہی ہو گی، کہیں کچھ اور ہو رہی ہو گی۔ وہ آپ کو بالکل تباہ کر کے چھوڑیں گے۔ اس لیے سب سے اچھی تعلیم کیا ہے؟ اللہ کو یاد رکھو، اللہ کے محبوب ﷺ کا قرب حاصل کرو اور چپ کر کے اپنا راستہ طے کرتے جاؤ تو پھر نوازشات ہو جائیں گی۔ ماں باپ زندہ مل جائیں تو ان کی بڑی خدمت کرنا اور انہیں کسی صورت میں ناراض نہ ہونے دینا بلکہ ان سے "راضی نامہ" پر دستخط کرا لو۔ آپ کی زندگی اور آپ کی صحت آپ کے ماں باپ کی بیماری اور ماں باپ کی کمزوری میں کام آنی چاہیے۔ بس یہی آپ کی ڈیوٹی ہے اور یہی آپ کا دین ہے۔ دین تو وہ تھا جب کتابیں نہیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو اب آپ دین کی ساری کتابیں نکال دو، چودہ سو سال کا لٹریچر نکال دو۔ یہ ساری کروڑہا کتابیں نکال دو۔ تو کتاب کیا ہے؟ وہ جو تم میں شوق پیدا کرے، اللہ کا شوق اور اللہ کے محبوب ﷺ کا شوق۔ یہ کتاب سے تم حاصل کر لو ورنہ بھاگ جاؤ کیونکہ کتابیں لٹریچر کے طور پر نہیں ہیں۔ دعا یہ کرو کہ اللہ فضل کرے، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے ------ ہاں اور کوئی بات۔ آپ بولو ------

سوال :۔

یہ قطبِ ارشاد کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔

قطبِ ارشاد جو ہے ایک لفظ ہے جو فقیروں نے بنایا ہے۔ قطب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک مقام ہے۔ اُسی طرح غوث' قطب' ابدال اور قلندر' یہ سارے مقامات ہیں۔ قطب ایک مقام ہے یعنی کہ تصوف میں ایک درجہ ہے۔ قطب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو ایک جگہ ٹھہر جائے تاکہ اِدھر اُدھر نہ ہو جیسے قطب مینار ہوتا ہے' جس طرح سمندر میں لائٹ ہاؤس ہوتا ہے کہ اِدھر اُدھر کا بھولا بھٹکا جہاز آئے تو وہاں اس نے لائٹ دینی ہے کہ یہاں سے گزر جاؤ تو تمہارا سفر صحیح رہے گا۔ اسی طرح قطب کو ایک مقام پر فکس کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کو Pivot کا مقام دیا جاتا ہے۔ Pivot کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گرد واقعات گھومنا شروع ہو جاتے ہیں۔ دو قسم کے قطب ہوتے ہیں' ایک قطب تو خاموش ہوتا ہے اور اس کے پاس کرامتیں ہی کرامتیں ہوتی ہیں اور اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خاموشی سے ہر کام کرتا ہے۔ ہر کام کر سکتا ہے مگر بول نہیں سکتا۔ تو یہ قطب کی ایک قسم ہے جو سارے کام اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق کرتا جاتا ہے اور اسے بولنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ بس وہ کام کرتا جاتا ہے۔ تو وہ کارگر ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ ایک قطبِ ارشاد ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز کی وضاحت پیش کرتا جائے تاکہ لوگوں کے خیال میں Suffocation نہ ہو' گھٹن نہ پیدا ہو جائے اور خیال کو دھواں یا گرد نہ لگ جائے۔ تو وہ لوگوں سے گفتگو کرتا ہے اور ان کے خیال کو Ventilator لگا دیتا ہے' روشندان لگا دیتا ہے' ان سے باتیں کرتا ہے

اور نتیجہ وہی ہوتا ہے جو قطبِ عالم کا ہوتا ہے۔ تو یہ اپنی کرامتیں کرتے ہیں اور بڑے کارگر ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان کے پاس لوگ جاتے ہیں' کام ہو جاتا ہے اور بولنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے مگر کبھی کبھی زندگی میں بولنا بہت ضروری ہو جاتا ہے' اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں نامزد کر دیا جاتا ہے اور اس کو قطبِ ارشاد بنا دیا جاتا ہے' پھر کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب ارشاد ہو گا' اس کی بات میں طاقت ہو گی' اس کی بات میں وزن ہو گا' اس کی بات میں صداقت ہو گی' مقام قطب کا ہو گا اور اس کا Operation' اس کا کام اس کا بیان ہو گا۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنا دوست بنا لے' اس کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوست بنا لیا تو کہاں سے کھلائے گا' وہ تو کائنات کو پہلے ہی کھلا رہا ہے' دوست بنانے میں اس کو کیا مشکل ہے' ہر ایک کو دوست بنا سکتا ہے۔ اگر تمہارا دوست اللہ ہے تو تم اللہ کے دوست ہو۔ اب بتاؤ اللہ تمہارا دوست ہے کہ نہیں ہے۔ تو تم اس لیے دل سے ایک بار کہو کہ یا اللہ ہم تیری دوستی چاہتے ہیں' تیرا فضل چاہتے ہیں۔ تو اس کی دوستی عام ہے' مسلمان کیوں نہ اللہ کے دوست ہوں' اللہ کے دوست نحن اولیاء کم فی الحیٰوۃ الدنیا ہم دنیا میں تمہارے اولیاء ہیں' تمہارے وارث ہیں' پالنے والے ہیں۔ اس لیے یہ ہے قطبِ ارشاد کا مقام۔

سوال :۔

رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

رابطہ اس طرح ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو دریافت کرو۔ اور آپ رابطہ کس کے ذریعے کرنا چاہتے ہو؟ اگر ایک آدمی آنکھیں بند کر کے جلوے سے رابطہ کرنا چاہے تو نہیں ہو گا کیونکہ جلوے کے رابطے کے لیے آنکھ چاہیے۔ اگر وہ کیفیات سے رابطہ کرنا چاہتا ہے تو دل چاہیے۔ کہتا ہے دل تو میرے پاس ہے نہیں لیکن مجھے کیفیات چاہئیں' تو کیفیات نہیں ہوں گی۔ کہتا ہے مجھے کوئی بڑا حسنِ خیال چاہیے لیکن میرا ذہن پریشان ہے۔ تو پریشان ذہن میں حسنِ خیال نہیں ہوتا۔ کہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میں سخی بن جاؤں لیکن میں پیسے بینک سے نکلوانا حرام سمجھتا ہوں' میں صرف جمع کرواتا ہوں اور نکلوا نہیں سکتا۔ اب یہ بندہ سخی نہیں بنے گا بلکہ بخیل ہو جائے گا۔ مدعا یہ ہے کہ جس طرح آپ اللہ کے ساتھ رابطہ یا اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ رابطہ یا جس صفت کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتے ہو تو پہلے وہ صفت دریافت کرو۔ مثلاً" نماز کے ذریعے سے رابطہ کرنا چاہتے ہو تو پھر یہ رابطہ پیشانی سے نکلے گا پھر آپ پیشانی اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک وہ رابطہ نہ ملے۔ پھر دیکھا جائے گا۔

شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

پھر یہ رابطہ پیدا ہو جائے گا۔ اگر آپ آنکھ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو تو پھر آنکھ کو تلاش کرو' تو جہاں تمہاری آنکھ کو خیرہ کرنے والی طاقت آگئی' چہرہ آگیا وہاں سے رابطہ مل جائے گا۔ تو آپ جیسا ذریعہ لے کے چلیں گے ویسی ہی طاقت کو پالیں گے' یہ نہ ہو کہ آپ آنکھ لے کے چلو اور آگے

جا کے آنکھیں بند کر لو۔ چمگادڑ کو سورج نظر نہیں آتا۔ یہ فقیروں نے پوری بات بتائی ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کریں کہ آپ کس سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں اور کس کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں اللہ سے رابطہ کان کے ذریعے کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سارے رابطے آپ کے حواسِ خمسہ کے ذریعے ہو سکتے ہیں' یہ جو سارے آپ کے حواسِ خمسہ ہیں بولنا' سننا' دیکھنا' سونگھنا' احساس' دل' دماغ' سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔ تو اس شخص نے کہا میں کانوں کے ذریعے اللہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں اور پھر بیٹھا رہا' اس کے سامنے سے جلوے کی طاقت گزر گئی لیکن اس نے نہیں دیکھا اور کہنے لگا کہ وہ تو آنکھوں کو جلوہ دکھا رہا ہے لیکن میں کانوں والا جلوہ چاہتا ہوں۔ تو اس کو تو کانوں والا جلوہ چاہیے تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک تار چھڑا ہے' تنبورے کا' ستار کا تار ----- اور وہ سٹ پٹا اٹھا اور بولا۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

یعنی کہ تار کے اندر سے اس کو دوست کی آواز آ گئی اور تڑپ اٹھا۔ کہتا ہے کہاں سے یہ آواز آ رہی ہے یعنی کہ خود اسی کے اندر سے آواز آ رہی ہے۔ مولانا رومؒ نے جب آواز سنی تو کہا۔

بشنو از نے حکایت می کند
و زِ جدائیہا شکایت می کند

یعنی یہ بنسری کیا نغمہ سنا رہی ہے' یہ تو جدائی کی کوئی کہانی ہے اور میری ہی داستان سنا رہی۔ ہے تو ان کو کہاں سے رابطہ ملا؟ بنسری سے

اور نغمے سے۔ تو کانوں سے سننے والے یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ۔

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ

سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

اگر شوق والے پیدا ہو جائیں تو ساز کے اندر سے نغمہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر شوق پیدا ہو جائے تو قوالی کے بغیر ہی قوالی ہو جاتی ہے اور آپ کے کان کے ساتھ اندر باہر قوالی شروع ہو جاتی ہے۔ یعنی کہ آپ اپنے آپ کو درست کرو کہ اسے کیسے دیکھو گے' اس کی تلاش کس ذریعے سے کرو گے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ اگر پیسے لے کے جاؤ گے تو وہ لینے والوں میں آئے گا' پیسے لینے جاؤ گے تو دینے والا بن کے آ جائے گا' سجدہ کرنے جاؤ گے تو وہ مسجود ہے اور اگر کافر ہو کے اس کی تلاش کرو گے تو پھر تھوڑی سی الجھن ہو جائے گی' زیادہ الجھن بھی ہو سکتی ہے' زیادہ "دانا" بن کے اللہ کی تلاش میں جاؤ گے تو پھر وہ الجھا دے گا واللہ خیر الماکرین تو وہ الجھا دے گا۔ اس لیے آپ سادہ بن کے جاؤ۔ تو رابطے کا ذریعہ کیا ہے اور رابطے کا نمبر کیا ہے؟ رابطے کا نمبر تیری صفت ہے اور رابطے کا ذریعہ تیرا Instrument ہے' تیرا ذریعہ ہے۔ تو جو تیرا ذریعہ ہے وہی اس کا ذریعہ ہے۔ اگر آپ کان لے جاؤ گے تو نغمہ بن کے آئے گا' آنکھ لے کے جاؤ گے تو وہ جلوہ بن کے آئے گا' تم بولنا چاہو تو وہ سماعت بن کے آ جائے گا' آپ کچھ کرنا چاہو گے تو کچھ ہو جائے گا۔ آپ کچھ کرو تو سہی۔ پھر رابطے ہی رابطے ہیں۔ ایسے آدمی میں نے دیکھے ہیں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو آج بھی قرآن شریف کے مالک آ کے سنتے ہیں! آپ بات سمجھے ----- اسی طرح جب وہ درود شریف پڑھتے

ہیں تو درود شریف جس ذات پر پڑھا جا رہا ہے' وہ ذات گواہی دیتی ہے کہ میں سن رہا ہوں' Even Now آج کل بھی ----- آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو جس کی نماز پڑھتے ہیں وہ وہیں ہوتا ہے۔ کہاں ہوتا ہے؟ وہ وہیں ہوتا ہے ورنہ حساب کون رکھتا' وہیں منظوری اور نامنظوری ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہی وہیں ہوتا ہے اور اس کا بیک وقت ہر جگہ ہونا ہی اس کے اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ یہی اس کی شان ہے کہ بیک وقت ہر جگہ ہونا اور ہر ایک کے ساتھ ہونا۔

آخر میں دعا کرو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

..... ☆☆☆ .....
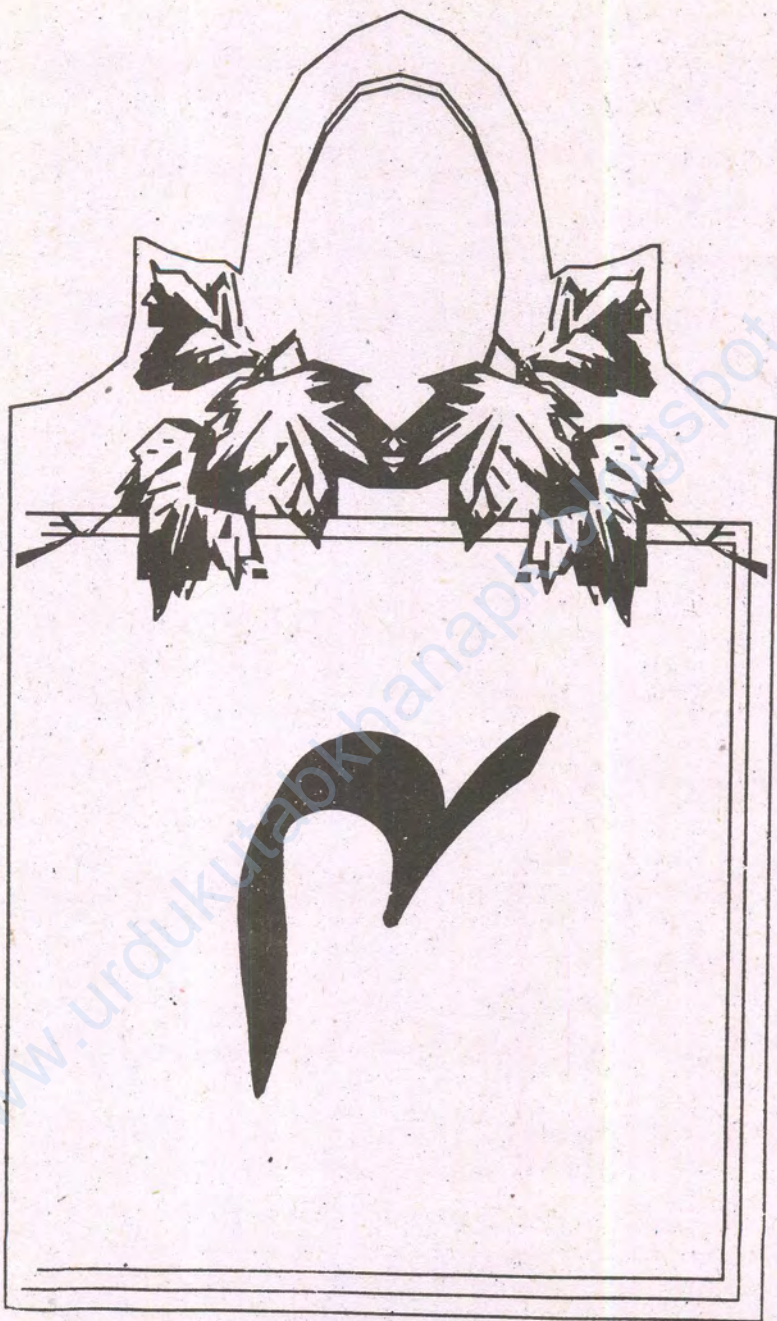
1- اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ کے پاس جو پیسہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے میری راہ میں خرچ کرو۔ تو کیا اس سے اولاد کے حقوق پر فرق نہیں پڑے گا اور یہ کہ ہم لوگوں کو کہاں تک معاف کرتے جائیں؟

2- ضرورت سے زائد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو سوال یہ ہے کہ ضرورت کا تعین کون اور کس طرح کرے گا؟

3- آپ نے پیسے خرچ کر دینے کا کہا ہے اور قومی سطح پر ہمیں سیونگز کی ضرورت ہے۔ اگر ہم سیونگز نہ کریں تو اس سے ملک پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

4- ہمارے ذہنوں میں پیسہ ایسا سوار ہو گیا ہے کہ نکلتا ہی نہیں ہے ایسے میں ہم کیا کریں؟

5- تصوف میں وحدت الوجود کا اکثر ذکر آتا ہے' کیا یہ فلسفہ ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے تو یہ ثابت نہیں۔

6- جو بھی نئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن پاک میں بڑے عرصے سے لکھا ہوا ہے اور یہ اصل میں ہمارے قرآن پاک سے لے کر ایجاد کی گئی ہے۔

سوال :۔

اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ کے پاس جو پیسہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے میری راہ میں خرچ کرو۔ تو کیا اس سے اولاد کے حقوق پر فرق نہیں پڑے گا اور یہ کہ ہم لوگوں کو کہاں تک معاف کرتے جائیں؟

سوال :۔

یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اس نے فرمایا کہ پیسہ اتنا ہونا چاہیے کہ ضرورت سے جو زیادہ ہے وہ تقسیم کرو۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو اب "ضرورت" میں آپ اولاد کو شامل کر رہے ہیں' تو اولاد کا زمانہ ان کے کمانے سے پہلے تک ہے اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے مگر اولاد کو اتنا نا اہل نہ بنا جاؤ کہ جوان ہو کر بھی آپ کے پیسے کھاتے جائیں۔ پھر خدانخواستہ اولاد نااہل ہو جائے گی' تب اولاد کمائی کرنے کے قابل تو ہو گی لیکن باپ کی کمائی پر قابض ہو گی' پریشان ہو گی اور کہے گی کہ ہم کس طرح کما سکتے ہیں جب تک ہمارے ابا کا پیسہ پڑا ہے۔ اب وہ ابا کو مرتے دم تک نہیں چھوڑتے' مرجائے تب بھی نہیں چھوڑتے اور اس کی قبر پر خیرات کریں گے۔ ہم نے ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا' وصال ہو گیا'

بڑے اعلیٰ بزرگ تھے اور ان کے بڑے مرید بھی تھے' پھر ان کے بعد ان کا عرس شریف ہونا تھا تو اگلے سال اولاد نے عرس کو تقسیم کر دیا۔ ایک بیٹے نے عرس ایک روز کرایا' دوسرے بیٹے نے دوسرے روز عرس کرایا یعنی کہ مرید تقسیم ہو گئے' ایک دیوار آگئی اور عرس تقسیم ہو گیا یعنی کہ باپ کی موت تقسیم ہو گئی' قبر بھی تقسیم ہو گئی۔ کہتا ہے کہ آج بڑے صاحبزادے صاحب نے عرس کرایا ہے اور کل چھوٹے صاحب زادے صاحب عرس کرائیں گے گویا کہ صاحب زادگان کئی عرس کرائیں گے۔ آپ کسی بزرگ کا نام لے لو' تقریباً" سب بزرگوں کا نام لو' سوائے داتا صاحبؒ کے عرس کے باقی تقریباً" بزرگوں کے عرس کے بارے میں تشویش ہو رہی ہے۔ ایک یہاں عرس کروا رہا ہے' دوسرا وہاں عرس کروا رہا ہے' کہتا ہے کہ اس سے ہماری نہیں بنتی' تو ایک آستانے پر عرس کرواتا ہے اور ایک گھر میں عرس کرواتا ہے۔ یہ واقعات ہوتے چلے آئے ہیں۔ نااہل اولاد جو ہے وہ اہل باپ کو اس حد تک پریشان کرتی ہیں کہ اس کے جنازے کو بھی تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا اہل نہ بنائے کہ آپ اولاد کے لیے رقمیں چھوڑ جاؤ بلکہ آپ اولاد کے لیے علم چھوڑ جاؤ' محنت کا جذبہ چھوڑ جاؤ۔ یہ نہ ہو کہ اگر بچے سے پوچھا جائے کہ آپ کو باپ کی سب سے اچھی چیز کیا پسند آتی ہے تو وہ کہے کہ مرے تو پیسہ ملے' مطلب یہ کہ اولاد اس طرح نااہل ہو جاتی ہے۔ وہ باپ جو مال جمع کرتا ہے اس کی اولاد باپ سے زیادہ اس کے مال سے پیار کرنے لگ جاتی ہے' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مال باپ برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مال ساتھ ساتھ تقسیم کرتے رہا کرو۔ کچھ مال اپنے

لیے بھی جمع کیا کرو اور جو مال خیرات کر جاؤ گے تو یہ مال آپ کو آگے چراغوں کی شکل میں جا کر ملے گا' یا پھر راستے کی شکل میں ملے گا۔ اس لیے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی ہے' آپ اولاد کو تعلیم دے دو' راستہ دے دو' یقین دے دو اور اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرتے جاؤ' حتیٰ کہ اولاد باشعور اور بالغ ہو جائے اور جب اولاد بالغ ہو جائے تو آپ کہو کہ تم بھی وہ کرو جو ہم کرتے آ رہے ہیں۔ تو یہ ہے راستہ اور یہ ہے واقعہ! تو اولاد بالغ کب ہوتی ہے؟ جب وہ باپ سے تھوڑی سی اونچی آواز میں بات شروع کر دے' بس جب اولاد نے اپنی Tone میں' اپنی سُر میں بات کی' یا باپ کی بات سے تھوڑا سا اختلاف کر دیا تو سمجھو کہ اولاد جوان ہو گئی ہے۔ تو اب آپ جوان اولاد کو حکم دو اور راستہ سکھاؤ کہ یہ کمائی کا راستہ ہے یعنی یہ بابا کی ہٹی ہے' اگر یہاں بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ اس کو مال یا سرمایہ نہیں دینا کیونکہ سرمایہ دار انسان اگر اپنی اولاد کو اپنے چھوڑے ہوئے سرمائے کی وراثت دے جائے گا تو اس سرمائے سے پیدا ہونے والا گناہ جو ہے اس کی ذمہ داری مالدار باپ پر بھی ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ آپ کب تک معاف کریں تو ہم نے کہا ہے کہ اگر آپ کو معاف کرنے کی صلاحیت یا افادیت مل جائے تو اتنی دفعہ آپ معاف کرتے جائیں۔ یہ سوال صحابہ کرامؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایک غلام کی غلطی کو دن میں کتنی بار معاف کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کم از کم ستر مرتبہ تو معاف کرو۔ تو گویا کہ ایک شخص غلام ہو اور وہ غلطی کرے' آپ کا کہنا نہ مانے تو اس کو کتنی دفعہ معاف کرو؟ ایک دن میں ستر مرتبہ معاف کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

معاف کرنے کی بات بتائی ہے کہ آپ لوگ کم از کم ستر مرتبہ دن میں اللہ کریم سے اپنے لیے معافی مانگا کرو یعنی دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھو۔ ستر مرتبہ آپ کے استغفار پڑھنے سے آپ اپنی غلطیاں معاف کرا سکتے ہیں۔ کسی انسان کے ساتھ حضور پاک ﷺ نے اپنے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی کے بدلے میں ذاتی طور پر کبھی غصہ نہیں فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے یہ راستہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ بدلہ لے سکتے ہو' آنکھ کا بدلہ آنکھ لے سکتے ہو' سر کا بدلہ سر' اور جان کا بدلہ جان لے سکتے ہو لیکن اگر تم معاف کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اب یہ تمہارے لیے کتنی مرتبہ بہتر ہے؟ ہر بار ہی بہتر ہے۔ جیسے

؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

یعنی ادھر تو ظلم کرتا جا' ادھر ہم معاف کرتے جائیں گے بلکہ اور بھی معاف کرتے چلے جائیں گے کیونکہ تم ویسے بنے ہوئے ہو اور ہم ایسے بنے ہوئے ہیں۔ تو یہ اپنی اپنی خو کی بات ہے۔ ایک بزرگ ایک جگہ کام کرتے تھے' کہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ بچھو ڈسنے لگ گیا' بچھو نے ڈسا اور آپ دیکھتے جا رہے ہیں۔

تو آپ یہ دیکھیں کہ ظالم کی خو کب تک ہے۔ کہتا ہے کہ اس کی خو تو آپ دیکھ رہے ہو لیکن آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں اس کے لیے دعا کر رہا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ وہ اپنا کام کرتا جائے اور آپ اپنا کام کرتے جائیں۔ یہ ہے معاف کرنے کی بات۔ تو صرف یہ معاف کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات اس سے بھی آگے ہے۔ اور وہ بات یہ

ہے کہ ایک درویش ایک جگہ سے جا رہے تھے اور وہ ایک کھیت میں سے اپنے ساتھیوں سمیت گزرے۔ تو جو کسان اس کھیت کا مالک تھا اس نے بہت برا بھلا کہا کہ آپ لوگ ہمارے کھیت میں سے گھوڑوں سمیت گزر گئے ہیں اور ہماری فصل خراب کر دی ہے' یہ کر دیا اور وہ کر دیا' وہ الٹا پلٹا بولتا رہا۔ وہ بزرگ گھوڑے سے اترے اور وہ کسان جو آپ کو گالیاں دیتا تھا اس کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور اسے فیض دے دیا۔ وہ جو مریدِ خاص ساتھ تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو فیض نہیں دیا اور اس کا تو آپ نے رنگ ہی بدل دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس تھا اس نے مجھے مکمل طور پر دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس ہے میں بھی مکمل دے کر جاؤں گے۔ اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ ظالم اگر ظلم Sincerely کرتا جا رہا ہے تو آپ اسے Sincerely معاف کرتے جائیں' آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ پیش کریں کیونکہ اس کے پاس تو ظلم ہے اور وہ اس نے پیش کیا ہے۔ اگر آپ ظلم کا بدلہ چاہتے ہیں تو پھر آپ یہ دیکھ لیں کہ کبھی آپ نے جو ظلم کیا ہو گا تو اس کا بدلہ بھی واپس آ جائے گا۔ اس لیے معاف کر دینے کی کوئی حد نہیں ہے اور چاہے جتنی مرضی مرتبہ معاف کرو' ہزار مرتبہ معاف کرو بلکہ راز یہ ہے کہ اس کو آپ نے معاف نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے آپ کو معاف کرنا ہے! ظلم کرنے والا تو ایک دفعہ کرتا ہے اور آپ اس ظلم کو یاد کر کر کے ہر روز ظلم کرتے ہیں اور اگر آپ اس کو معاف کر دیں تو پھر اس طرح آپ اپنے آپ کو صاف کر دیں گے اور آزاد ہو جائیں گے۔ آپ کو یاد نہیں رہے گا کہ اس نے جو ظلم کیا ہے وہ کون سا ظلم اور کس کا ظلم ہے اور

کس نے کیا تھا؟ معاف کرنے والے کو یہ یاد نہیں رہے گا کہ کس نے کیا زیادتی کی تھی۔ کہتا ہے کہ ہم نے جب یہ سنا کہ اس نے زیادتی کی ہے' تو ہمیں افسوس ہوا کہ یہ کیا ہے' تو معاف کرنے والے کہنے لگے کہ افسوس کی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ بے چارہ ان پڑھ نالائق آدمی ہے۔ تو کسی پیغمبر کو کئی انسانوں نے نہیں مانا اور نہ ماننے والے کہتے تھے کہ ہم پہ جادو کر دیا ہے' سحر کر دیا' کبھی مجبور کر دیا اور کبھی کچھ کر دیا۔ ماننے والے کہتے تھے کہ ٹھیک بات ہے' وہ سنتے تھے اور پہچانتے تھے۔ تو اللہ کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق جتنا زیادہ ہوتا ہے ان لوگوں میں معاف کرنے کی صلاحیت اتنی ہی زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور جس کا اللہ سے تعلق نہیں ہوتا ہے وہ اپنا بدلہ آپ لیتا ہے بلکہ بدلے میں پھر ظالم ہو جاتا ہے۔ تو ظالم سے بدلہ لیتے وقت مظلوم بھی ظالم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ اس شعبے سے ہی بچو۔ ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین تو غصہ نہ کرنے والے لوگ اور لوگوں کو معاف کر دینے والے لوگ اور احسان کرنے والے لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ تو احسان کا مطلب یہ ہے کہ ظالم کو معاف کر کے اس کو تھوڑی سی چائے بھی پلا دو' تو پھر یہ احسان ہے۔ مقصد یہ ہے کہ احسان' آپ ایسا کرو کہ بدی کو نیکی سے دفع کرو' بدی کبھی بدی سے دفع نہیں ہوتی' یہ بدی کی خوبی ہے کہ بدی جب بھی دفع ہو گی تو نیکی سے ہو گی' ظلم جب بھی دفع ہو گا رحم سے ہو گا۔ اگر آپ کو کبھی انتقام کا موقع ملے تو اس وقت آپ اپنے رحم دل ہونے کا' رحیم ہونے کا شعبہ دکھاؤ اور اسے معاف کر دو۔ بڑے بڑے

لوگوں نے بڑا بڑا کچھ کر کے دکھایا ہے۔ یہ تو عام کہانیوں میں بھی مثال ملتی ہے کہ جب قاتل مہمان کے روپ میں گھر آگیا تو وہ کہتا ہے کہ جا میں تجھے معاف کر دیتا ہوں کیونکہ تو ہمارے گھر مہمان جو آگیا ہے' تو ہمیں مہمان کی تواضع کرنی ہے ہرچند کہ تو قاتل ہے پھر بھی ہم نے تمہیں معاف کیا۔ ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج میں قتل معاف کرتا ہوں' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کا قتل معاف کر دیا۔ کیا ایسا واقعہ ہوا؟ اگر ہوا تو پھر آپ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اب قتل سے زیادہ تو کوئی ظلم نہیں ہوتا' وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیا۔ تو آپ معاف کر دینا' قرضہ معاف کر دینا' ظلم معاف کر دینا اور ظالم کو معاف کر دینا۔ تو ظالم کو کتنی دفعہ معاف کر دینا چاہیے؟ ایک دن میں ستر دفعہ۔ تو بات یہ ہے کہ معاف کرنے والا ایک مزاج ہے اور انتقام لینے والا ایک مزاج ہے۔ اگر آپ اپنا مزاج معاف کرنے والا بنا لیں تو پھر آپ کو مشکل کوئی نہیں ہو گی' کیونکہ یہ آپ کا مزاج ہو گا تو پھر آپ کے خون کے اندر ٹمپریچر بڑھ نہیں جائے گا۔ وہ آپ کا کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ کتے کی آواز سے گداگر کا رزق کم نہیں ہوتا۔

آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا

بس آپ چلتے جائیں' وہ جو مرضی کہتا ہے آپ اپنا راستہ چلتے جائیں اور لوگوں کی آپ پرواہ نہ کریں۔ آپ اللہ کے راستے پر جا رہے ہیں تو اللہ کے راستے پر چلتے جائیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ظالم جو ہے وہ شیطان ہو جاتا ہے اور ظالم کو راستے سے روکنا چاہتا ہے اور وہ ایک نیا کھیل کھلائے گا' بدلہ اور انتقام سکھائے گا۔ ہوتا یہ ہے کہ جہاں آپ نے

جانا تھا' آپ وہاں سے رک گئے۔ کہتا ہے کہ آپ نے وہاں جانے کا وعدہ کیا تھا تو کیا آپ وہاں گئے تھے؟ کہتا ہے کہ راستے میں ایک ظالم سے واسطہ پڑ گیا تھا' اس لیے میں رہ گیا۔ دوسرے سے پوچھا کہ آپ کو ظالم سے واسطہ پڑا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے پرواہ نہیں کی اور میں منزل پر پہنچ گیا۔ تو پہلے آپ منزل پر پہنچ جاؤ ظالم کے ظلم کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے بلکہ آپ اس کے ساتھ فیصلہ نہ ہی کرنا۔ ظالم ہو کر ناکام ہونے سے مظلوم ہو کر کامیاب ہو جانا بہتر ہے۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھیں......

سوال :۔

ضرورت سے زائد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو سوال یہ ہے کہ ضرورت کا تعین کون اور کس طرح کرے گا؟

جواب :۔

ضرورت کا تعین آپ نے خود کرنا ہے اور یہ آپ اور آپ کے اللہ کی بات ہے۔ اس کا تعین سٹیٹ بھی نہیں کرے گی بلکہ آپ نے خود ہی کرنا ہے کہ وہ چیز اگر آپ کو پیسے سے محروم کر دے اور کسی ساحل پر پھینک دی جائے تو زندگی گزارنے کے لیے جو آپ کی چھٹی جائے گی کہ اتنے پیسے میرے پاس ہونے چاہئیں اور آپ اجنبی دیس میں ہوں یعنی کہ جو آپ کے لیے ضرورت کی بات ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پیسہ برائے پیسہ رکھنا نہیں ہونا چاہیے یعنی کہ فصل کی ضرورت ہو' کھانے کی ضرورت ہو' لباس کی ضرورت ہو' مکان کی ضرورت ہو' شادی کی ضرورت ہو' شادیوں کی ضرورت ہو' اولاد کی تربیت کی اور پرورش کی ضرورت ہو اور

ذاتی خرچ کی ضرورت ہو' بنیادی ضروریات بھی ہوں' لیکن اس کے باوجود جو پیسہ پڑا ہے اور جو اپنے آپ بڑھتا جا رہا ہے اور وہ پیسہ جو اپنے آپ میں Multiply ہوتا جا رہا ہے' بڑھتا جا رہا ہے' یہ بات اس کے خلاف ہے۔ تو وہ پیسہ کبھی نہ رکھا کرو جو Multiply ہوتا ہے یعنی پیسہ جو ہے وہ Itself multiply ہوتا رہتا ہے' دو کروڑ رکھے تھے اب ڈھائی کروڑ ہو گئے ہیں' مقصد یہ ہے کہ آپ جتنے زیادہ پیسے رکھیں گے تو پیسے مزید خود بخود آپ کے پاس آتے جائیں گے' آپ نے کوئی کام نہیں کیا صرف پیسے آپ نے جمع کیے ہیں' جمع ہونے کے ساتھ ہی پیسہ جو ہے وہ بچہ پیدا کرتا رہتا ہے اور وہ بچہ حرام ہے اور اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ اور یہ بات یہودیوں نے کی تھی۔ اسلام نے یہ پیسہ یعنی سود منع کر دیا ہے یعنی پیسہ پڑا ہوا ہے اور اب وہ اپنے ساتھ کچھ اور پیسہ بنا لے' کسی کے استعمال میں دیا اور پھر وہ ساتھ اور پیسہ لایا' جمع کیا اور وہ اور پیسہ لایا۔ تو یہودی کہتے تھے کہ دیکھو یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے ہم بھیڑیں رکھتے ہیں تو اون خود بخود ملتی ہے تو وہ ہماری ملکیت ہے اور اسی طرح پیسے سے پیسہ بنانا ہے۔ اسلام نے یہ بات منع کر دی ہے کہ پیسے سے پیسہ نہ بناؤ۔ تو اسلام نے ایک نئی ٹرم بنا دی کہ کوئی ہے جو قرضِ حسنہ دے' تو اگر کسی کو قرض دینا پڑ جائے تو پھر اسے دو اور پھر اس کے بدلے میں صرف اتنا ہی مال واپس لو اور اضافی کچھ نہ لو اور پیسے کو Multiply ہونے سے بچاؤ' کیونکہ یہاں اس کے استعمال سے وہ محروم ہو جائے گا اور لوگوں کے پاس وسائل کم ہو جائیں گے' لوگوں کو ان کی ضروریات نہیں ملیں گے۔ لہٰذا اس بات سے بچو۔ باقی یہ کہ سٹیٹ نے

بڑے فیصلے کیے ہیں اور فقہائے کرام نے بتایا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کتنا پیسہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ کیا کیا ہے اور سٹیٹ مقرر کرے کہ یہ میعاد' یہ حد ہونی چاہیے۔ یہ بہرحال آپ کے اور اللہ کے مابین بات ہے۔ کچھ لوگ یہاں آ کر یہ کہتے ہیں کہ جتنا آپ کا اللہ کی طرف رجوع ہو' تعلق ہو' جیسے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بالکل اڑھائی پرسینٹ زکوٰۃ نکال دی ہے' انصاف سے اور اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کر دی ہے' دوسرے نے کہا کہ ہم نے زکوٰۃ تک پیسہ ہی نہیں رکھا۔ اب یہ جو حکم دینے والے ہیں ان کے پاس کبھی یہ موقع نہیں آیا کہ وہ زکوٰۃ دیں' زکوٰۃ کا موقعہ آئے تو وہ زکوٰۃ سے پہلے ہی پیسے کو فارغ کر دیتے ہیں۔ فقرائے کرام نے تو ایسے ایسے کھیل کھیلے ہیں کہ ایک بزرگ جب رات کو تہجد پڑھنے لگے تو بے تاب ہو گئے' مزہ نہیں آیا تو بڑی پریشانی ہوئی تو پھر وہ مصلے سے اٹھے ادھر ادھر دیکھا کہ گھر میں ایسا کیا ہے؟ تو دیکھا کہ صبح کے لیے ناشتہ پڑا ہوا تھا' تو وہ اس وقت تقسیم کر آئے۔ تو پھر یکسوئی کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو ان کے پاس تو صبح کا ناشتہ بھی نہیں ہوتا ہے' رات کو کھانا تھا اور ناشتے کی فکر اس کو نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ لیکن لوگ تو کہتے ہیں کہ اولاد' بچے' تعلیم' جیسے یہ ہے کہ میں نے بچے کو انگلینڈ بھیجنا ہے' انگریزی کی تعلیم سکھانی ہے' تو یہ تعلیم دینی طور پر شامل نہیں ہے' یہ تو آپ اس کو ایسے راستے پر چلا رہے ہیں' اللہ کرے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے' اس سے تو آپ اس کو دین سے گمراہ کرو گے۔ دوسرا یہ کہ پیسے کو دین سے بچانا چاہتے ہو کہ یہ پیسہ اولاد کے کام آ رہا ہے حالانکہ وہ پیسہ اولاد کے کام نہیں آ رہا ہے بلکہ اولاد کو گمراہ کرنے کے کام

آ رہا ہے۔ اس لیے اسلامی آدمی' اسلامی پیسہ' اپنے اسلامی بچے کے لیے اسلام ہی کے انداز سے خرچ کرے' غیر اسلامی طرز سے خرچ نہ کرے کہ جی دیکھیں آج کل بچوں کو ضرورت ہے' کہ بچے ہیں' زور لگا رہے ہیں' اب وہ وی سی آر مانگتے ہیں' اگر ان کو نہ دیا جائے تو بڑی پریشانی ہو جائے گی' آپ کو تو پتہ ہے کہ آج کل بہت سخت ضرورت ہے' بچے تو پھر آپس میں جھگڑتے ہیں' ہم نے پھر ان کو الگ الگ وی سی آر دے دیا ہے۔ اس طرح اب یہ ضرورتیں پھیلتی چلی جائیں گے اور پریشانیاں بڑھتی جائیں گے۔ اگر اولاد کو وی سی آر کے حوالے سے گرفت ہوئی تو باپ کو اس دن ندامت ہو گی کہ تم نے اپنی اولاد کو بغیر گناہ کے قتل کر دیا۔ تو اصل میں قتل یہ ہے بای ذنب قتلت تو جس طرح لوگوں نے پہلے زمانے میں اولادیں دفن کی تھیں کہ اگر بیٹی پیدا ہو گئی تو دفن کر دی یعنی اس کو بغیر گناہ کے دفن کر دیا' تو وہ بڑا سخت گناہ تھا۔ تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں کس گناہ کے بدلے میں قتل کیا گیا۔ اب ان بچوں سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں کس نے قتل کیا؟ وہ کہیں گے کہ ماں باپ نے قتل کیا' ہمیں غلط تحریک پر چلا دیا' غلط راہوں پر چلا دیا۔ اور خاوند سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں کس نے قتل کیا تو وہ کہے گا کہ ہمیں بیویوں نے قتل کر دیا تھا کہ انہوں نے ایسا تقاضہ کیا کہ ایسی زندگی گزارو اور امیر زندگی کے لیے پھر ہمیں ایمان تھوڑا سا بیچنا پڑ گیا۔ تو یہ شخص بھی سودا سمجھ کر ایمان کو بیچ رہا ہے' ایمان کو سجا کے رکھا ہوا ہے اور پھر ایمان بیچتا جا رہا ہے کہ جی یہ رعایت کر دو' وہ رعایت کر دو' چلو چھوڑو جی' جانے دو' اس سے کیا فرق پڑتا ہے' تھوڑا سا جھوٹ سے کاروبار چلنے دو' کیا فرق

پڑے گا۔ اور اس طرح تھوڑا سا ایمان بیچتے بیچتے ایمان کو آپ نے پیسہ بنایا، پھر اس طرح ایمان بیچا اور پیسہ حاصل کیا، کچھ لوگ تو ملک بیچ کر پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ تو بات اصل میں مسلمان ہونے کی ہے۔ اگر آپ دل سے مسلمان ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی بات کو مانو تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی۔ ورنہ یہ ہو گا کہ کبھی مان لو گے اور کبھی نہیں مانو گے، کبھی کر لو گے اور کبھی نہیں کرو گے۔ کہتا ہے کہ ہمیں اسلام کے بڑے فائدے ہوئے، بڑے ہی فائدے ہوئے اور ساتھ ہی ایک شخص بیٹھا تھا اور کہنے لگا کہ مذہب کا بڑا نقصان ہوا اور مذہب کی وجہ سے بڑا نقصان ہوا۔ کہتا ہے کس طرح؟ تو وہ کہتا ہے کہ مذہب کا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ پریشان زندگی ہے لیکن ایک آنے والی جنت کا کم از کم انتظار تو ہے اور یہ خوب صورت انتظار ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ امید تجھے ملی ہے لیکن مجھے آنے والی دوزخ کا ڈر ہے، تو یہ مذہب کا نقصان ہے۔ تو فائدے والا کہتا ہے کہ مجھے مذہب کا بڑا فائدہ ہے کہ مجھے سنگتیں ملی ہیں اور دوست ملے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ مجھے مسجد میں اپنے دشمن ملے ہیں۔ اب یہ دین کا نقصان بھی ہو گیا یعنی وہ مسجد میں دشمن بنا کر آیا ہے، اور دوسرا مسجد میں دوست بنا کر آیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ ہمیں اللہ ملا جو ہماری باتیں پوری کرتا ہے، ارمان پورے کرتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمیں جو اللہ ملا اس نے میری ایک دعا بھی منظور نہیں کی ہے۔ اب یہاں مذہب کا فائدہ بھی ہوا اور مذہب کا نقصان بھی ہوا۔ ماننے والے کو فائدہ ہی فائدہ ہے چاہے کوئی بھی بات پوری نہ ہو اور آپ نے دل سے نہیں مانا اس لیے نفع نقصان کی باتیں سوچتے ہو۔ نفع نقصان سوچنے والا

کبھی بھی نہیں مان سکتا۔ میں آپ کو یہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ آپ نے نفع اور نقصان کے اندر اللہ کریم کو ماننا ہے۔ آپ اپنے آپ کو جب ماننے والا بنا لو گے تو نہ کوئی نفع ہے' نہ سود ہے اور نہ زیاں ہے۔

نہ سود ہے نہ زیاں لا الٰہ الا اللہ

یعنی نہ کوئی نفع ہے' نہ سود ہے' نہ زیاں ہے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ ہے۔ تو نفع نقصان جو ہے یہ غیر کا کام ہے کہ اللہ کو نفع کے لیے ماننا اور پھر نقصان کے وقت اللہ کو چھوڑ دینا۔ تو نفع بیان کرنے والا نقصان کے زمانے میں اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو آپ ایسے نفع والا اللہ نہ ماننا' آپ بس صرف اللہ کو مانو اور صرف مانو' اللہ کے حکم کو مانو' نفع نقصان تو چلتا رہتا ہے کیونکہ آپ کو تو پتہ ہی نہیں ہے کہ اصل میں نفع کیا ہے اور نقصان کیا ہے؟ آپ جسے نفع سمجھ بیٹھے ہیں ممکن ہے کہ وہ نقصان ہو اور جسے آپ نقصان سمجھ بیٹھے ہوں عین ممکن ہے کہ وہ نفع ہو۔ اس لیے آپ اللہ کو دل سے مانتے جاو اور موازنہ نہ کرو کہ آپ کو کیا ملا۔ اگر ایک Honest ' دیانت دار آدمی ہے تو اس کو فاقہ ہی آئے گا' تو اگر دیانت داری سے فاقہ ہی آ جاتا ہے تو پھر فاقہ ہی بہتر ہے۔ مقصد فاقہ ٹالنا نہیں ہے بلکہ دیانت داری پالنا مقصد ہے .... ہاں اور سوال پوچھو.......

سوال :۔

آپ نے پیسے خرچ کر دینے کا کہا ہے اور قومی سطح پر ہمیں سیونگز کی ضرورت ہے اگر ہم سیونگز نہ کریں تو اس سے ملک پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب :۔

دیکھو ہم جو بات کر رہے ہیں وہ ہے ایک اسلامی معاشرے کا قیام اور اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کا طرزِ حیات۔ اگر مسلمانوں کا طرزِ حیات اسلامی معاشرے میں عین اسلامی انداز کا ہو تو ان لوگوں کو سیونگز کی پرواہ ہے اور نہ کسی اور چیز کی پرواہ ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ مجبوری یہ ہوئی پڑی ہے کہ آپ کا عقیدہ اسلامی ہے اور زندگی غیر اسلامی ہوئی پڑی ہے۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ آپ کا سرمایہ یہودی کے پاس سے آتا ہے یعنی کہ آپ ہی کا مال تیل کی شکل میں جاتا ہے اور یہودی انداز سے پھر واپس آتا ہے' ہنود اور یہود دونوں آپ کے دشمن ہیں اور دونوں علاقوں سے آپ کی وابستگی رہتی ہے۔ اس لئے آپ کو یہ سمجھ نہیں آسکتی کہ اسلام نے آپ سے کیا تقاضہ کیا ہوا ہے؟ کیونکہ اسلام نے جو تقاضہ کیا ہوا ہے وہ طرزِ حیات ابھی تک آپ لوگوں نے اپنایا ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہم آپ کو یہ کہتے ہیں کہ فی الحال سٹیٹ کے Level پر' حکومت کی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کو ہونے دیں اور اس کو آپ روک نہیں سکتے۔ آپ دیکھیں کہ اسلام میں ساتھ والے پڑوسی کو نظر انداز کرنا محروم کرنے کے برابر ہے۔ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان ہی نہیں ہے جس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ اگر یہ کہا جائے تو پھر کتنے آدمی مسلمان رہیں گے؟ تو پڑوسی جو ہے سات مکانوں کو کہتے ہیں' اِدھر اور اُدھر سات مکان۔ اور اگر صرف یہی دیکھا جائے تو پھر آپ کی بچت کیا ہو سکتی ہے اور کیا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر پڑوسی کا خیال کیا جائے تو وہ دشمن نکل آئے گا۔ تو حالات ایسے ہوئے پڑے ہیں کہ وہ اسلامی سماج بکھر گیا

ہے اور وہ واقعہ جو ہے پھر قائم نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اسلامی ممالک' اسلامی لوگ اور کوئی ایسا اسلامی معاشرہ بن جائے کہ جو کچھ ہم Preach ' تبلیغ کرتے جا رہے ہیں' یہ لوگوں کو دکھائیں بھی سہی کہ ہم اس معاشرہ کا کہتے تھے اور وہ معاشرہ ابھی تک بن نہیں پا رہا ہے۔ اس لئے مسلمان پریشان ہیں۔ اگر مسلمانوں میں وہ طرزِ حیات آ گیا تو پھر بینک کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔ ابھی وہ طرزِ حیات آ نہیں رہا ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی یہی ہے کہ کمپیوٹر آ جائے اور ترقی ہو جائے۔ تو یہ ترقی کرنے والا کہاں جائے گا؟ سمندر ڈوبے بغیر آپ پار کر جاؤ' تو پھر آپ کدھر جاؤ گے۔ یعنی سمندر پار ہو گئے اور ڈوبے نہیں کیونکہ اچھا جہاز بنایا تھا لیکن اب جائیں کہاں پر؟ کہتا ہے کہ وہاں چلے گئے ' افریقہ چلے گئے' امریکہ چلے گئے اور پھر آپ میانی صاحب واپس پہنچ گئے یعنی آخر میں آپ کو اللہ والا جواب آ گیا اور پھر ادھر ہی جنازہ ہو گا۔ تو پتہ نہیں چلتا کیا قصہ ہے۔ لہٰذا اس قصے کو سمجھنا چاہئے۔ اگر تو یہ صداقت ہے اور ضرور ہے' تو پھر یہ ہمارا کچھ کیا ہے؟ تو مغرب کی تقلید آپ کی مجبوری ہو گئی ہے۔ اور مغرب نے آپ کو کیا دیا ہے؟ اس نے صرف اور صرف آپ کو مذہب سے بیزاری دی ہے یا پھر آپ کو مذہب کو نظر انداز کرنا سکھایا ہے' یہ مغرب کی تہذیب ہے اور مغرب نے یہ سکھایا ہے کہ پیسے سے محبت جو ہے یہ خدا سے محبت کا ایک جواز ہے اور پیسے کو اللہ کے متبادل کے طور پر لے آئے ہیں۔ تو آج کا انسان جو ہے وہ خدا کی محبت کی بجائے پیسے سے محبت کرے گا۔ تو انسان ایک قسم کا پیسے کا پجاری ہو گیا ہے' اور سنگدل ہو گیا' وہ پیسے کو

خرچ نہیں کرے گا بلکہ سنبھال کر رکھے گا اور ارد گرد پریشانی رہے گی' لوگ بیمار رہیں گے' دوسرے واقعات ہوں گے لیکن وہ پیسہ خرچ نہیں کرے گا؟ کیونکہ وہ سخت دل اور سنگدل ہوگیا۔ تو مغرب نے آپ کو یہ کچھ سکھلایا ہے۔ Careless Life 'بے حس زندگی' ایک دوسرے کے ساتھ اجنبی کی زندگی' مقابلے کی زندگی' اپنے آپ میں پیسہ زیادہ رکھنے کی زندگی اور پیسے کو ایک لیور بنا کے سماج کو مارنا' یہ سب آپ کو مغرب نے سکھلایا ہے۔ اور پھر بھی آپ اپنا انجام مشرقی چاہتے ہیں کہ یا اللہ رحم فرما' دوزخ سے بچا' جنت عطا فرما' ہمیں تجھ سے محبت ہے' تیری عنایت ہے۔ آپ کی باتیں تو یہ ہوتی ہیں اور آپ کے کام وہ ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ پیسہ اگر نہیں جمع کریں گے' بچت نہیں کریں گے تو ہم مرجائیں گے حالانکہ جمع کرو گے تو پھر بھی مر جاؤ گے۔ تو پھر مرنے سے کیا ڈرنا۔ تو یہ نہ کہنا کہ اگر پیسے جمع نہ کئے تو ہم مر جائیں گے' تباہ ہو جائیں گے۔ اور اگر جمع کیے تو پھر کیا ہوا؟ پھر بھی مر گئے۔ اور اولادوں نے باپ سے جو پیسہ Inherit کیا' وہ گمراہ ہو گئیں۔ تو میں آج کل کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ یہ آئیڈیل بات ہے اور ایسا ہونا چاہئے اور ایسا معاشرہ ہونا چاہئے کہ بچت جو ہے اس میں اندیشہ نہ پیدا کرے۔ اگر بچت ہو تو کسی نیک کام کے لیے ہو کہ ہم پیسے جمع کر رہے ہیں اور ہم نے حج کے لیے جانا ہے' یہ تو بچت ہوگئی۔ آپ نے کسی اور کو حج کرانا ہے تو یہ بچت صحیح ہے یا آپ جو پیسے خرچ کر رہے ہیں یہ نیکی کے لیے کر رہے ہیں۔ تو پیسہ برائے پیسہ' چاہے وہ جمع ہو یا تفریق ہو' دونوں ہی خطرناک ہیں اور پیسہ

اگر نیکی کے لیے جمع ہو یا خرچ ہو تو دونوں ہی ٹھیک ہیں اور یہ نیکی کی بات ہے۔ اب اور سوال پوچھو۔ بولو......

سوال :۔

ہمارے ذہنوں میں پیسہ ایسا سوار ہو گیا ہے کہ نکلتا ہی نہیں ہے، ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اصل میں آپ کے ذہنوں میں دو باتیں سوار ہیں، ایک تو آپ لوگوں پر Artificial ، مصنوعی معیارِ زندگی سوار ہو گیا ہے اور یہ ہے آپ کا معیارِ زندگی۔ اب ہر آدمی یہ بیان کرتا جا رہا ہے کہ حضور پاک ﷺ لباس میں پیوند لگایا کرتے تھے اور پیوند والا لباس پہنا کرتے تھے، آپ میں سے کوئی صاحبِ حیثیت مسلمان، جو صاحبِ مرتبہ ہو، ابھی تک پبلک میں پیوند والا لباس پہن کر نہیں آیا اور حدیث بیان کرتے جا رہے ہیں کہ یہاں پر حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا مگر آپ لوگ عین وہی کرتے جا رہے ہیں، اسی طرح ہر آدمی بیان کرتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے جہیز میں اپنی دخترِ نیک اختر کو یہ عطا فرمایا تھا، یہ یہ چیزیں آپؐ نے عطا فرمائی تھیں، مصلّٰی ہے، چکی ہے اور کھجور کی چٹائی ہے اور اس تقلید میں ایسا کام کسی نے نہیں کیا جب کہ بیان حضور پاک ﷺ کی زندگی ہو رہی ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ طرزِ حیات آتی ہے تو آپ لوگ وہ طرزِ حیات اپناتے نہیں ہو اور صرف طرزِ خیال لیتے ہو، تو یہاں سے یہ واقعہ پیدا ہو گیا اور آپ لوگ پریشان ہو گئے کہ آپ بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ پیٹ پر

پتھر باندھ کر کام کرتے تھے جب کہ یہ بات تو نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی محسن تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کائنات ہیں' انہوں نے یہ بتانا تھا کہ As a man' انسان ہونے کی حیثیت سے ہم یہ کام کر رہے ہیں' تو اللہ کے راستے پر چلنے والے آپ لوگ یہ بھی کام کر سکتے ہیں' اور آپ لوگ اللہ کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں لیکن یہ کام نہیں کر سکتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے مکانوں کی اور خوبصورتی ہونی چاہیے۔ اس لیے یہ جو درمیان میں تضاد ہے یہ جب تک نکلے گا نہیں آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ تو پیسہ آپ پر اس لیے سوار ہوا کہ آپ نے کسی اور کو سوار ہی نہیں ہونے دیا۔ تو پیسہ ایک قسم کی سزا کے طور پر آپ پر سوار ہوا ہے کیونکہ آپ نے اصلی سوار کو نہیں پہچانا کہ اصلی سوار کون ہے اور کس کے لیے آپ زندگی بسر کر رہے ہو۔ اگر آپ اللہ کے خیال میں قائم ہو جاؤ تو کوئی چیز آپ پر سوار نہیں ہو سکتی اور ہر جن اتر جائے گا بشرطیکہ کہ آپ اللہ کے خیال میں چلے جاؤ' اس کی لگن میں چلے جاؤ' تو پھر آپ پر کوئی بوجھ نہیں آئے گا۔ دنیا کا خیال بوجھ ہے۔ جس کو دین کی محبت کم ہو جائے گی اس کو دنیا کی محبت بڑھ جائے گی۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی محبت کم ہو جائے تو پیسے کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہے کہ ایک اللہ ہے اور دوسرا دولت کا دیوتا ہے' تو جو دولت کے دیوتا کا پجاری ہوتا ہے وہ خدا کا پجاری نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خود دولت کا دیوتا بن جاتا ہے اور لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں اور اس کا کام ہے گننا' جمع اور مال۔ اب ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ غریبانہ زندگی بسر کرو' کماؤ اور کمانے کی صلاحیت پیدا کرو اور ضرور کماؤ

لیکن تقسیم کرنے کا بھی حوصلہ پیدا کرو اور کسی محروم کو کھلاؤ اور دیتے چلے جاؤ کیونکہ آگے چلے جانا ہے اور پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

تو آپ کا دوست بھی تباہ ہوتا جا رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے اور آپ نے بھی مرنے کے قریب ہو جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ دونوں مرنے کے قریب آئیں' دونوں یہاں آپس میں ہی قریب ہو جائیں' اس طرح شاید وہ بھی بچ جائے اور آپ بھی بچ جائیں۔ آپ لوگ اس بات کا دھیان کرو اور ضرور دھیان کرو۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھو......

سوال :۔

تصوف میں وحدت الوجود کا اکثر ذکر آتا ہے' کیا یہ فلسفہ ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے تو یہ ثابت نہیں۔

جواب :۔

اس کے لیے پہلے تو یہ بتانا پڑے گا کہ وحدت الوجود کیا ہوتا ہے اور ہوتا بھی ہے کہ نہیں ہوتا؟ آپ لوگ ان بحثوں میں نہ پڑا کرو۔ آپ کا کام ہے چلتے جانا۔ وحدت الوجود کیا ہے اور وحدت الشہود کیا ہے' ایک میں دو ہے' دو میں چار ہے' ایک ہی دو ہوتا ہے اور ایک ہی چار ہوتا ہے' ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کثرت کیا ہے؟ وحدت کیا ہے؟ وہ کیا ہے' ہم کیا ہیں؟ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟ آپ ان بحثوں میں نہ پڑا کرو۔

اگر آئینہ آئینے کے روبرو ہو تو جلوہ کہاں ہے؟ عکس کہاں ہے؟ یہ لمبی کہانی ہے۔ یہ بات علم کے طور پر بیان نہیں ہوتی بلکہ مشاہدے کی بات ہے۔ آپ لوگ اور سوال پوچھو۔

سوال :۔

مسلمانوں کے فکری زوال کے اسباب کیا ہیں کیونکہ گذشتہ تین سو سالوں سے مسلمانوں میں کوئی نامور سائنس دان پیدا نہیں ہوئے۔ کہیں یہ مسلمانوں کے زوال کا دور تو نہیں ہے؟

جواب :۔

آپ اس پوزیشن کو مانیں ہی نہ اور اس کو زوال کہیں ہی نہیں۔ زوال اور عروج جو ہوتا ہے یہ چھوٹی منزلوں کے لیے ہے، جیسے دس سال اِس کو مل گئے، دس سال اُس کو مل گئے اور عروج ہو گیا یا زوال ہو گیا یعنی ایک صدی کو عروج ہو گیا اور دوسری صدی کو زوال ہو گیا۔ اب ایک ہیرا بننے کے لیے ہزار سال چاہئیں، اس کے عروج اور زوال کی کہانی ہی اور ہے! ستاروں کے عروج و زوال کی کہانی اور ہے۔ اس لیے اسے ہم مسلمانوں کا زوال نہیں کہہ سکتے۔ ابھی یہ کہانی اور ہے، لمبی مسافرت کے لیے عروج اور زوال کا پیمانہ یہ نہیں ہوتا جو عام پیمانہ ہے۔ سر درد کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا، خدانخواستہ سر آگے پیچھے ہو جائے تب بھی زوال نہیں کہا جا سکتا۔ ایک بھی مسلمان زندہ بچ گیا تو پھر وہ ساری دنیا کے اندر انقلاب پیدا کر دے گا، بس ایک Soul چاہیے، ایک شخصیت چاہیے۔ تو یہ ایسی کہانی ہے کہ آپ اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ عروج کیا ہوا۔ سائنس دان کا پیدا نہ ہونا عروج کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

ویسے اسلام اپنی حفاظت خود آپ کرتا ہے۔ اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ باقی یہ کہ مسلمانوں میں سائنس دان ہوئے اور اب بھی ہیں' پہلے بھی ہوئے' ورلڈ فیم کے سائنس دان ہوئے' نوبل پرائز والے ہوئے' اور واقعات بھی ہوئے' انسان کو یہ پتہ چلتا جا رہا ہے کہ کائنات کی ایک طاقت جو ہے وہ ایک خدا ہے' ایک Creative energy ہے' ایک تخلیق کار انرجی ہے' اس کو ہم زوال نہیں کہہ سکتے۔ زوال کسی بادشاہ کو ہو سکتا ہے یا جو بادشاہوں کے ادارے ہیں ان کو زوال آ سکتا ہے' مسلمانوں کو کبھی زوال نہیں آیا' یہی تو خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فردا" فردا" ماپنا ہے اور ہر ایک کی فردا" فردا" جواب دہی ہے اور جو اجتماعی سطح پر جواب دہی ہے ہم اس معیار کو جج نہیں کرتے' یہ بین الاقوامی معیار ہے' ہمارا معیار ہی اور ہے۔ مثلا" ایک آدمی جو ہے یا ایک ادارہ جو ہے یا ایک قوم جو ہے وہ بڑی ترقی یافتہ ہوئی ہے اور انجام اس کا دوزخ ہے تو وہ کیا ترقی یافتہ ہوئی! مقصد یہ کہ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے اور سائنس نے ہیرو شیما پر ایٹم بم پھینک دیا' اب اس کے اندر لاکھوں انسان مر گئے تھے یعنی کہ یہ سائنس کا ایک شعبہ ہے۔ سائنس نے فریج بنائے' سائنس نے ایئر کنڈیشنڈ بنائے' ہسپتال بنائے' ایک مریض کی جان بچانے کے لیے سائنس بیس مہینے آپریشن کرتی رہی ہے اور بڑی بڑی دوائیوں کے نسخے ایجاد کرتی رہی ہے اور جب سائنس نے کروٹ لی ہے تو لاکھوں انسان منٹ میں برباد کر دیے۔ اس لیے سائنس کی ترقی جو ہے یہ ترقی بھی نہیں ہے' اس وقت سائنس کے اندر Destroy کرنے کی Facility' تباہ کرنے کا سامان بہت زیادہ ہے۔ تو جو سائنس Preserve

کر رہی تھی' تحفظ کر رہی ہے' وہی سائنس Destroy کر رہی ہے' تباہ کر رہی ہے۔ تو یہ Preserve بھی ہے اور Destroy بھی ہے' یہ انسان کو بچاتی ہے اور انسان ہی کو مارتی ہے۔ مذہب کہیں بھی ہو اسلام ہو یا کوئی اور مذہب' مذہب میں مارنے کی یہ صلاحیت نہیں ہے' مذہب اپنے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے کو ہٹاتا ہے اتنی Whole sale death' اتنی وسیع موت مذہب کبھی نہیں لایا۔ مذہب پھر بھی خدا ترس ہوتا ہے چاہے وہ جہاں بھی ہو' مذہب کی حکومت جہاں بھی ہو ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ چلو اندازہ لگاؤ کہ بھارت کے ساتھ جنگ میں بے شمار تباہیاں ہوئیں لیکن اس میں مشکل سے ہزار دو ہزار آدمی مرے ہوں گے اور دنیا کی جنگ عظیم پہلی نے اتنی تباہی مچائی' اس تباہی کا آپ اندازہ لگاؤ کہ کتنے آدمی مرے ہوں گے۔ ایک پولیس آپریشن میں اس سے زیادہ مر جاتے ہیں۔ افغانستان میں زیادہ آدمی مر گئے۔ ایک مائیگریشن میں انڈیا' پاکستان کے اندر زیادہ آدمی مر گئے۔ ورلڈ وار جو ہے اس میں شہروں کے شہر برباد ہو گئے۔ کل بندے جو ہیں وہ چند لاکھ ہی ہوں گے۔ تو سائنس کی کامیابی کو ہم کامیابی نہیں کہیں گے۔ سائنس نے انسان کی بڑی خدمت کی ہے بلکہ بڑی ہی خدمت کی ہے مثلاً" دل کا آپریشن کر دیا' گردے کا آپریشن کر دیا لیکن انسان کو تباہ بھی کر دیا۔ اس لیے ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ مسلمانوں کے زوال کے کیا اسباب ہیں کیونکہ میں تو ذاتی طور اس کو زوال مانتا ہی نہیں ہوں' دیکھتے ہیں کہ آپ اس کو کیا مانتے ہیں۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ اپنے مقام سے گر گئے ہو' کہتا ہے کہ کون سے مقام سے گرا ہوں' کہتا ہے چوتھے

آسمان کا مقام تھا اور آج آپ زوال میں آ گئے۔ اس نے کہا دیکھو بابا جی جب میں چوتھے آسمان پر تھا اس وقت تو آپ نے مجھے بتایا نہیں اور اب زوال پر آپ مجھے بتا رہے ہیں' اب مجھے وہ عروج کا زمانہ تو بتاؤ کہ وہ کیا تھا؟ آپ مسلمانوں کے کون سے زمانے کو عروج کا زمانہ کہیں گے کہ وہاں اس وقت کیا تھا اور اب نہیں ہے؟ تو مسلمانوں کے پاس عروج کا کون سا زمانہ تھا' یہ تو آپ نہیں بتا سکتے کہ وہ عروج کا زمانہ تھا اور اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ آپ نے تین سو سال پہلے کا زمانہ بتایا ہے۔ تین سو سال پہلے کے زمانے میں مسلمانوں کے یہاں پر بادشاہت تھی' بادشاہ لوگ ہوتے تھے اور مسلمان اکیلے اکیلے نمازیں پڑھتے تھے' درویش لوگوں کا اپنا طریقہ تھا' کون سی درس گاہیں تھیں اور کیا ادارے تھے؟ آپ یہ چیزیں دیکھ لو کہ وہ کیا تھے؟ اب مسلمان مجموعی طور پر پہلے سے بہتر ہیں۔ آپ کے پاس سارا Past ' ماضی کا علم ہے اور سارا Future مستقبل کا منصوبہ ہے' یہ دور جو ہے یہ تقریباً" بہتر ہوا ہے۔ آج کل کے زمانے کے حساب سے آپ ٹھیک جا رہے ہیں۔ اللہ آپ کو مرتبے دیتا جا رہا ہے' اب ساری دنیا آپ کو نظر انداز نہیں کرتی' دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ اسی اللہ کو مانتے ہو جس نے تمہیں بنایا اور اس دنیا کو بنایا۔ تو پھر مسلمانوں کا کوئی زوال نہیں ہوا۔ مسلمانوں کا زوال اس دن ہو گا جب ان کے دل سے عشق نبی ﷺ نکال دو اور یہ برہمن کی چال ہو گی۔ تو ایسا اب تک نہیں ہوا اور مسلمانوں کو زوال نہیں آیا۔ یہ زوال ایسے نہیں ہوتا کہ دو سال میں آ جائے یا چار سال میں آ جائے' یہ پورے کا پورا ایک لمبا راؤنڈ ہے' آپ اندازہ لگاؤ کہ مسلمانوں نے کمال کر دی کہ ایک سلطنت

Create کر دی' پاکستان بنا بھی دیا اور توڑ بھی دیا۔ تو یہ Create کرنا جو ہے یہ کمال ہے' اور مسلمانوں کے پاس بڑی بڑی خوبیاں ہیں اور یہ بات دنیا والے جانتے ہیں' آپ گیمز میں لے لو یا دوسرے واقعات میں لے لو' Creative Arts بڑے ہیں' تخلیقی آرٹس بہت ہیں سائنس کو بھی Develop کرتے جا رہے ہیں۔ تو مسلمان جو ہیں یہ نظر انداز نہیں ہوں گے۔

سوال :۔

بات یہ ہے کہ جو بھی نئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن پاک میں بڑے عرصے سے لکھا ہوا ہے اور یہ اصل میں ہمارے قرآن پاک سے لے کر ایجاد کی گئی ہے۔

جواب :۔

یہ جو بات ہے یہ ایک Tendency ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ اس کا قرآن پاک میں ذکر ہے جس طرح ایٹم کا ذکر ہے "کسر" ٹوٹنا' توڑنا تو حطما کا لفظ بھی ایٹم کی طرح ہے تو اس پر پورا تھیسز لکھا گیا ہے۔ اگر کلام پاک میں کسی بات کا ذکر نہ بھی ہو تو بھی اللہ پاک جو ہے وہ ایک Broader outline آپ کو دیتا ہے' ایک وسیع تناظر دیتا ہے۔ ایک آدمی کا دوسرے کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ کہتا ہے کہ چاند پر آدمی چلا گیا ہے' دوسرا کہتا ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے' بھلا چاند پر بندہ کیسے جا سکتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ چاند پر گیا بھی کافر ہے تو وہ کہتا ہے کہ اوہو' اس نے ہمارا چاند ناپاک کر دیا۔ جس طرح ہمارا چاند ہے اسی طرح کافروں کا بھی چاند ہے وسخر الشمس والقمر یہ انسان کے بارے

میں ہے کہ وہ فتح کرتا چلا جائے گا۔ اب یہ بات تو نہیں ہے چاند آپ کی کوئی مسجد تھی کہ اس میں کوئی نجس کتا چلا گیا۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین ہے اور اللہ تعالیٰ کے آسمان ہیں اور اللہ کے بندے اس میں کھیل کرتے جا رہے ہیں' آپ بس دیکھتے جائیں۔ ماننے والے آپ ہی لوگ ہیں' آپ لوگ شکر کرو کہ آپ کو دین ملا اور باقی لوگوں کو دنیا ملی اور وہ دنیا کے شعبوں میں ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ اس میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ علمائے کرامؒ کے پاس جتنا جتنا علم ہے ٹھیک ہے' آپ لوگ بھی ان کے ساتھ بندھ کر بات نہ کرو بلکہ ان کو کرنے دو جو وہ کرتے ہیں۔ آپ اپنا اسلام پھیلاتے جاؤ اور ترقی کرتے جاؤ۔ عبدالسلام جب سائنس میں کامیاب ہوا تو اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ اتنی بڑی Achievement کیسے حاصل ہوئی' تو یہ شروع میں اس کا بیان تھا کہ It is because of Islam کہ مجھے اسلام کی وجہ سے یہ کامیابی حاصل ہوئی حالانکہ وہ قادیانی ہے' غیر اسلامی ہے۔ اب یہ جو بات ہے اب اس میں سارا واقعہ ہی غور و فکر والا ہے کہ جب سائنس کا ذکر آتا ہے تو اس کو The best of Pakistan کہہ دیا جاتا ہے اور جب عقیدے کا ذکر آتا ہے تو اسے کافر کہہ دیا جاتا ہے' کافر کب سے کہنا شروع کر دیا اور کیوں کہنا شروع کر دیا' یہ عقیدہ ایسا ہے کہ نہیں ہے' ان سے پوچھو کہ نہ پوچھو' بس یہ لمبی کہانیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ مسلمان ہیں کہ نہیں ہیں حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ جو جو فقہ نے فیصلے کیے ہیں وہ صحیح فیصلے ہیں' ہوں گے لیکن یہ ہے کہ کبھی کبھی اسے مسلمان مان لیتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر وہ ایک ایسا جلیل القدر

سائنس دان پیدا ہوا، حالانکہ وہ ایسا واقعہ نہیں ہے۔ بہرحال مسلمانوں کو زوال نہیں ہے، یہ پکی بات ہے۔ اس لیے آپ لوگ مسلمانوں کے زوال کے اسباب نہ تلاش کیا کریں۔ آخر میں دعا کریں۔ اور حافظ صاحب درود تاج سنائیں۔

○
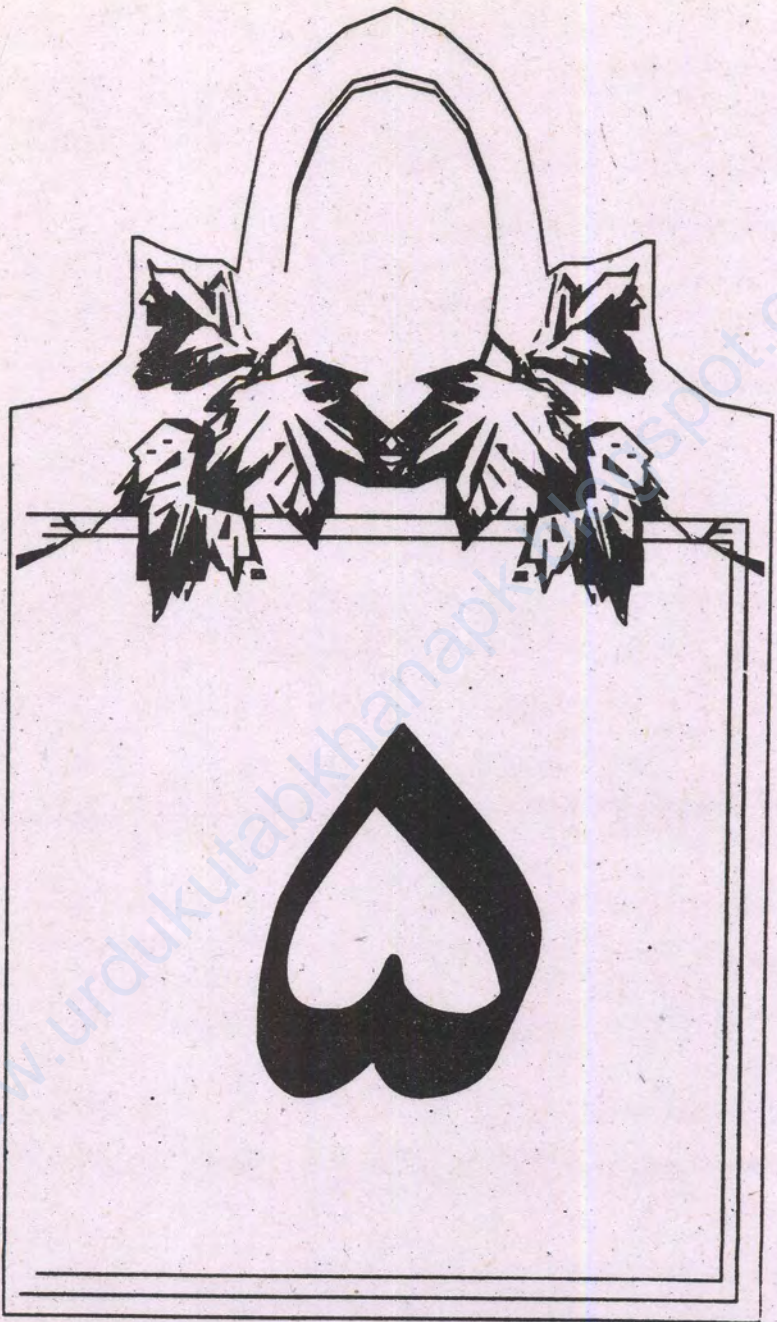
1- خواب اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟

2- خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے جاننے والے کا کیسے پتہ چلے گا؟

3- سر! میں کوشش کروں گا کہ عمل کی کوئی صورت بن جائے۔

4- میت کا عمل تو مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو کیا جنازے اور دعا سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟

5- ہم شوق پیدا کریں یا ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم میں شوق ہے۔

6- کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ محنت بھی زیادہ کرتے ہیں اور خوش حال بھی نہیں بلکہ غریب اور پریشان ہیں؟

7- کیا انسان سب اس لیے کرتا ہے کہ شہرت حاصل کرے؟

8- کیا عشق مجازی میں بے بسی کی کیفیت میں انسان لاشعوری طور پر عشق حقیقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے؟

9- لوگ مزاروں پر جا کر ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں جب کہ میں ڈائریکٹ اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔

سوال :۔

خواب اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

جواب :۔

خواب کی تعبیر بتانا ہر آدمی کا کام نہیں ہے' یہ خواب کی تعبیر جاننے والے سے پوچھو' خواب کی تعبیر خود نہ نکالنا' یہ ایک الگ شعبہ ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے خواب دیکھے' بڑے بڑے لوگوں نے خواب دیکھے اور انہوں نے تعبیر والوں سے پوچھا۔ حضرت یوسفؑ کو تعبیر کا علم دیا گیا' تعبیر ایک الگ علم ہے اور خواب کے بارے میں تعبیر کا جاننا بہت ضروری ہے اور تعبیر کسی جاننے والے سے پوچھنا۔ ایک خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب اپنی نوکرانی کے ذریعے کسی جاننے والے سے پوچھنے کے لیے بھیجا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو جاننے والے نے کہا کہ جس نے خواب دیکھا ہے اس کو بھیج کیونکہ یہ خواب تم دیکھ نہیں سکتیں۔ آپ لوگوں کو یاد ہے کہ یہ کس کا خواب تھا؟ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں چوک کے درمیان میں ہوں اور ہر آنے جانے والا مجھ سے معانقہ کرتا ہے۔ خواب اس نے دیکھا اور اس نے ایسا خواب دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ شرمندگی کی بات ہے لہٰذا اپنی کنیز کو بھیج دیتے ہیں۔ تو کنیز اس وقت کے درویش کے پاس

تعبیر کے لیے گئی کہ یہ ہم نے خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جا بھاگ جا یہ تیرا خواب نہیں ہے' جس نے یہ خواب دیکھا ہے اسی کو بھیج کیونکہ یہ خواب تم نہیں دیکھ سکتیں۔ تو اس نے کہا کہ ہاں بات ایسی ہی ہے یہ خواب میری مالکہ نے دیکھا ہے۔ تو پھر انہوں نے فرمایا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے' اس کے نام کی ایک نہر جاری ہو گی' حج پہ آنے والے اس سے استفادہ کریں گے اور قیامت تک اس کا نام رہے گا۔ تو آپ لوگ دیکھیں کہ یہ اور سے اور قصہ ہو گیا۔ اس لیے خوابوں کی تعبیر جو ہے یہ جاننے والے کی بات ہے۔ آپ لوگ کبھی خود خواب کی تعبیر نہ کرنا۔

سوال :۔

خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے جاننے والے کا کیسے پتہ چلے گا؟

جواب :۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ جو خواب تعبیر کا انتظار کرائے تو بہتر ہے کہ آپ خواب ہی نہ دیکھیں تاکہ انتظار نہ کرنا پڑے اور جب تعبیر آ ہی جائے گی تو پھر خواب کو کیا کرنا ہے۔ اگر تو خواب کی کیفیت اچھی ہو تو پھر خواب اچھا ہے اور اگر خواب کی کیفیت دِقت میں ہو تو آپ سمجھیں کہ وارننگ ہو گئی ہے' اس لیے آپ گناہوں سے توبہ کر لیں اور عبادت شروع کر دیں۔ خواب عام طور پر تعبیر تک ہی ہے اور خواب بذات خود تو کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ وہ خواب جس میں دیدار کی تمنا ہو' اس خواب کی تعبیر وہیں ہوتی ہے کہ جس چیز کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آپ نے خواب میں دیکھ لی' آپ نے اس کو

دیکھنا ہی تھا۔ زندگی میں آپ کو اس کی تعبیر نظر نہیں آتی' وہ چیز نظر نہیں آسکتی ہے کیونکہ آپ کا وجود ساتھ ہے' زندہ ہے' اور جب وجود سو جائے تو پھر وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ تو اگر کسی چیز کا دیدار ہو گیا تو پھر اس کی تعبیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً" خواب میں آپ نے بہشت دیکھی تو اب اس کی تعبیر کیا پوچھتے ہیں کیونکہ وہ تو بہشت ہی ہے۔ تو اس طرح خواب میں آپ نے جو چیز دیکھی تو وہ وہی ہو گی۔ مثلاً" آپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ جو دور کا رشتے دار ہے وہ کچھ تکلیف میں ہے تو اگر آپ ٹیلی فون کر کے پوچھ لیں تو وہ تکلیف میں ہی ہو گا کیونکہ یہ خواب توجہ والا خواب ہے۔ وہ خواب جو Symbolic ہوتے ہیں' علامتی ہوتے ہیں تو آپ ان خوابوں کے بارے میں ضرور پتہ کریں کہ وہ کیا ہیں اور ان کا مفہوم کیا ہے۔ خواب میں چاند کو دیکھا ہو تو اگر پہلی کا چاند ہو تو اس کا اور معنی ہے' فل مون دیکھنے کے اور معنی ہیں' کسی اور تاریخ میں چاند دیکھیں تو اس کا اور معنی ہے۔ تو چاند سے وابستہ کتنے ہی معنی ہیں مثلاً" چاند بیٹا ہے' چاند روحانیت ہے' چاند بادشاہت ہے اور اسی طرح بے شمار واقعات ہیں۔ اگر آپ کا کوئی نیا نیا دوست بنا ہو اور خواب میں آپ کو لومڑی نظر آنے لگ جائے تو آپ سمجھ لیں کہ غلط دوست بنا لیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ سارے وہ واقعات ہیں جب اللہ انسان سے بات کرتا ہے' کبھی کچھ علامتوں کے ذریعے بات کرتا ہے' اپنے بندوں کے ذریعے بھی بات کرتا ہے اور خوابوں کے ذریعے بھی بات کرتا ہے۔ خواب ایک قسم کی اطلاع ہوتی ہے' وارننگ ہوتی ہے اور اس سے آنے والے زمانے کے بارے میں کچھ نہ کچھ

روشنی مل جاتی ہے۔ تو خواب کی تعبیر پوچھنی چاہیے کہ اس کا کیا معنی ہے؟ خواب میں ہاتھی دیکھیں تو اور معنی ہے' شیر دیکھیں تو اس کا اور مطلب ہے۔ یہ جتنی بھی دنیا کی چیزیں ہیں یہ خواب میں ساری کی ساری نظر آئیں تو پھر ان کے اور ہی معنی ہو جاتے ہیں اور ان کے بڑے بڑے معنی ہوتے ہیں۔ تو خواب دیکھنے کے بعد تعبیر کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ اقبالؒ نے پاکستان کا خواب دیکھا اور ہم تعبیر کے انتظار کے سفر میں جا رہے ہیں' Till such time ' اس وقت تک جب تک کہ ہم کوئی اور خواب نہ دیکھ لیں۔ ایسے خواب دیکھتے ہیں تو خوابوں کو آپ اتنا ہی دیکھیں جتنا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ لوگوں نے بڑے بڑے خواب دیکھے ہیں اور میں نے پہلے بھی آپ کو اس کی بڑی تفصیل بتائی تھی کہ دنیا کے اندر خواب کا سفر کیسے شروع ہوا' کس وقت شروع ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ چاند' سورج اور ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور پھر باپ نے کہا کہ اپنے بھائیوں سے یہ خواب نہ دہرانا یٰبنی لا تقصص رؤیاک علٰی اخوتک کیونکہ بات ادھر ادھر ہو جائے گی اور ان الشیطٰن للانسان عدو مبین شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ بھائی پہچان گئے کہ اس نے خواب دیکھ لیا ہے اور انہوں نے وہ واقعہ کر دیا۔ پھر ان کا مصر جانا ہوا اور پھر جب ان کا خواب پورا ہوا اور یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے تو آنے والے لوگ جھک کر سجدہ کیا کرتے تھے' پھر جب بھائی اور باپ جھکے تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔ بڑی مشکل سے وہ تعبیر تک پہنچے حالانکہ وہ پیغمبر ہی تھے۔ جب ان کا جیل کا واقعہ ہوا تو وہاں پر لوگوں نے دو تین خواب دیکھے کہ جن کی

تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ پہلا خواب ان کے جیل کے ساتھیوں میں سے ایک نے دیکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر ایک ٹوکرہ ہے' اس میں روٹی ہے اور اس روٹی کو کوے کھا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یوسف علیہ السلام نے یہ بتائی کہ تو پھانسی لگ جائے گا' تجھے پھانسی کی سزا ہو گی۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ سلامت پی رہے ہیں تو یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ تم وزیر بحال ہو جاؤ گے۔ پھر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اس خواب کی ایسی صورت نکلی کہ یوسف علیہ السلام کی ضرورت پڑ گئی کہ وہ اس کی تعبیر بتائیں۔ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات طاقت ور گائیں ہیں اور سات کمزور ہیں اور پھر کمزور گائیں طاقت ور گائیں کو کھا گئیں۔ تو بادشاہ اس کی تعبیر ڈھونڈنے لگ گیا۔ کوئی بھی اس کی تعبیر نہ بتا سکا۔ وہ جو وزیر اعظم بحال ہوا تھا اس نے کہا کہ مجھے یاد آیا کہ تعبیر جاننے والے جو ہیں وہ تو جیل میں ہیں اور ان کا ایک پیغام بھی تھا جو مجھے یاد نہیں رہا کہ "ان کا کیا ہوا جن کے ہاتھ کٹے تھے" تو بادشاہ سلامت کو ساری بات یاد آ گئی۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا گیا کہ اب کیا کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ پہلے سات سال فصل اچھی ہو گی اور پھر اگلے سات سال اچھی فصل نہیں ہو گی' تو آپ لوگ اچھی فصل کے زمانے میں اسے سٹور کرو اور اچھی فصل نہ ہونے کے زمانے میں اسے کھاؤ۔ یعنی کہ پہلی دفعہ راشننگ کنٹرول کیا گیا اور پھر آگے کے زمانے میں ایسا واقعہ ہوا۔ پھر ایک خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ خواب میں وہ اپنے بیٹے کو ذبح کیے

جا رہے ہیں۔ اب اس خواب کی تعبیر کی ضرورت کوئی نہیں ہے یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ تو باپ نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تو بیٹے نے کہا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے آپ وہ کریں۔ تو پیغمبر اگر خواب میں دیکھے تو پھر یہ حکم ہوتا ہے۔ اس طرح واقعات چلتے چلتے دور تک چلے جاتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر کا کام جو ہے بہتر یہ ہے کہ یہ کسی ایکسپرٹ کے حوالے کر دیا کریں بجائے اس کے کہ خوابوں کی تعبیر کے علم کے پیچھے پڑے رہیں کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم حاصل کر لوں گا۔ خواب کے ضمن میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ کس ٹائم میں آیا' کون سا وقت تھا' رات کو کیا کھانا کھایا ہوا تھا اور وضو کی کیا کیفیت تھی۔ بہرحال اچھے شخص کا خواب اچھا اور برے کا خواب برا ہو گا۔ تو آپ آدمی کو دیکھیں' پھر اس کی شخصیت دیکھیں' ایک خواب بیک وقت دو آدمی دیکھیں تو دونوں کی تعبیریں الگ ہوں گی۔ یہ اتنا بڑا علم ہے کہ ایک کو کہا کہ تم پھانسی لگ جاؤ گے اور دوسرے کو کہا کہ وزارت ملے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب کے پیچھے شخصیت الگ الگ ہے یا ٹائم الگ الگ ہے۔ دن کا خواب اور ہے' رات کا خواب اور ہے۔ اس لیے خوابوں کے بارے میں بڑی احتیاط سے کسی ایکسپرٹ کے پاس جائیں۔ میں نے آپ کو ایک فقرہ بتایا تھا اور وہ آپ کو یاد ہو گا کہ خواب دیکھنا یا خواب دیکھنے کے خواب دیکھنا' درحقیقت حقیقت کو نہ دیکھ سکنے کے اعتراف کا نتیجہ ہے۔ انسان خواب کو اس وقت تک خواب سمجھتا رہتا ہے جب تک خواب ختم نہ ہو۔ خواب میں خواب کو خواب سمجھ لینا اتنا مشکل ہے جتنا اپنے آپ کو پہچاننا۔ جن لوگوں نے خواب میں خواب کو

خواب سمجھ لیا وہ عرفان پا گئے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ زندگی ایک خواب ہے لیکن جن کو پتہ چل گیا کہ یہ خواب ہے تو وہ جاگ گئے اور جن کو پتہ نہ چلا کہ یہ خواب ہے تو وہ سوئے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ خواب ہے کہ۔

جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا

اب آپ کو بات سمجھ آگئی ہو گی کہ خواب کا معنی سونا ہوتا ہے۔

شورِ شد و از خوابِ عدم چشمِ کشودیم

دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ غنودیم

یعنی ہم نے شور سنا کہ یہ ہے وہ ہے اور جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ دنیا کا شور تھا' فتنہ تھا اور پھر ہم سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو پتہ چلا کہ دنیا میں پیدا ہو گئے اور یہاں آکر پتہ چلا کہ یہ فتنہ فساد ہے' شام کو پھر گھر جا کر سو گئے۔ بس یہی زندگی ہے کہ آپ دو چار آنسو گرائیں گے' دو چار مسکراہٹیں کریں گے' کچھ پیسہ کمائیں گے' کچھ خرچ کریں گے' آپ کسی کے بچے ہوں گے اور کوئی آپ کا بچہ ہو گا۔ بعض اوقات آپ لوگوں کے گھر دیکھنے جاتے ہیں کہ ہم دیکھنے جا رہے ہیں کہ یہ لوگ کیسے رہتے ہیں' Ultimately' آخر کار ہوتا یہ ہے کہ آپ زندگی دیکھنے جاتے ہیں اور موت دیکھ کر واپس آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ لوگ کرتے کیا ہیں؟ تو اس کے علاوہ آپ لوگوں نے کچھ نہیں کرنا ہے۔ تو جو کہتا ہے کہ میں زندگی دیکھنے چلا ہوں تو اسے جب کہتے ہیں کہ آخری وقت آگیا تو وہ کہتا ہے کہ یہ بھی آگیا! آپ لوگ اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کرتے۔ تو یہ ساری نیند ہے' زندگی سے پہلے نیند ہے اور موت کے بعد

بھی نیند ہے۔ نیند کے درمیان عمل کا احساس خواب کہلاتا ہے۔ تو پیدا ہونے سے پہلے کیا تھا؟ مکمل نیند! اور پتہ نہیں کہ آپ کہاں سوئے ہوئے تھے' کسی اور جگہ ہی سوئے ہوئے تھے' پھر مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟ پھر وہیں جا کر سو جائیں گے۔ تو درمیان میں عمل کیا ہو گا؟ آپ لوگ آج بیٹھ کر ماضی کو یاد کریں تو تھوڑی دیر بعد آپ کہیں گے کہ ایک وقت تھا جب ابا حضور ہوا کرتے تھے' یہاں پر کئی لوگ ہوا کرتے تھے' یہاں دکان ہوا کرتی تھی اور بازار ہوا کرتے تھے' وہاں لوگوں کی دکانیں تھیں' جس طرح کا بازار تھا اسی طرح کے لوگ تھے۔ اسی طرح گاؤں میں اور طرح کے لوگ ہوں گے۔ تو جب آپ یہ سب یاد کریں گے تو پھر کیا ہو گا؟ یہ سارا خواب محسوس ہو گا۔ کہتا ہے کہ اب بچے یاد آ رہے ہیں اور کبھی آپ بھی اپنے ماں باپ کے بچے تھے' اب آپ کو اگر ماں باپ یاد ہوں تو پھر اس زمانے کے ماں باپ کدھر چلے گئے' وہ لوگ کہاں چلے گئے' وہ اپنا خواب پورا کر گئے ہیں اور اب آپ بھی اپنا خواب پورا کرنے والے ہیں تو یہ سارا شور شرابہ خواب کی کیفیت کا ہے۔ اصلی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب بند ہونے کو ہوتی ہے۔ تو زندگی پہلے ہی خواب ہے اور آپ لوگ پہلے خواب میں ایک اور خواب دیکھنا شروع کر دیتے ہیں' آپ کی زندگی میں خواب ہی ختم نہیں ہو رہا' اس میں آپ کوئی کام نہیں کرتے یعنی کہ آپ لوگوں میں یہ احساس اور یہ ٹریننگ ہے۔ آج کل ریٹائرمنٹ کے بعد آپ لوگ پھر سروس کی تلاش شروع کر دیتے ہیں' تو پھر یہ زندگی کیا ہے' حالانکہ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کی نجات ہو گئی ہے۔ کہتا ہے اب کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب

پھر مکان چاہیے۔ نوکری سے پہلے کیا تھا؟ کہ مکان چاہیے اور سروس چاہیے کیونکہ ماں باپ کی خدمت کرنی ہے۔ اب ریٹائر ہو گئے تو پھر آپ کو کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ مکان چاہیے اور سروس چاہیے کیونکہ اب بچوں کی خدمت کرنی ہے۔ تو پھر آپ نے کیا ہی کیا ہے' کچھ بھی نہ کیا۔ اور پھر Ultimately ' آخرِ کار آپ رخصت ہو کے چلے جائیں گے۔ اب بچے کس کی ذمہ داری ہیں؟ کہتا ہے کہ اللہ حافظ ہے' ان کا اللہ مالک ہے' جب جانے لگتے ہو تو کہتے ہو کہ اللہ مالک ہے اور جب یہاں ہوتے ہو تو پھر کیا ان کا اللہ مالک نہیں ہے! مزا تو تب ہے کہ جب زندہ ہو تو پھران کا مالک اللہ کو بناؤ۔ کہتا ہے کہ جی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ ہم تو خود ہی مالک ہیں۔ تو جب جاؤ گے تو کس کے حوالے کر جاؤ گے؟ اللہ کے' پھر کہتے ہو کہ اللہ آپ ہی مالک ہے۔ تو یہ ہے سارا قصہ۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی پیسے کے بغیر نہیں گزر سکتی اور آپ کے بغیر آپ کی اولادوں کی زندگی نہیں گزر سکتی۔ تو جب آپ لوگ چلے جاؤ گے پھر آپ کی اولادوں کی زندگی ایسے گزرے گی جیسے آپ کی اپنے ماں باپ کے بغیر گزر گئی تھی' جیسے ان کی زندگی گزر گئی تھی ان کے ماں باپ کے بغیر' اور یہ کارخانہ چلتا ہی جا رہا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد بندے بدل جاتے ہیں' باتیں بدل جاتی ہیں' شکلیں بدل جاتی ہیں' محلے وہی رہتے ہیں اور شہر آباد رہتے ہیں' آبادی اتنی رہتی ہے لیکن بندہ کوئی بھی نہیں رہتا یعنی کہ آبادی اتنی ہے لیکن جاننے والا بندہ کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لاہور شہر کی آبادی پچاس لاکھ ہو گی' واقف بندہ ڈھونڈنے لگ جاؤ تو کوئی بھی نہیں ملے گا بلکہ آپ کا مزار بھی نہیں کیونکہ مزار' مزار

سے مل جاتے ہیں۔ آپ لوگ یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اجتماعی قبر سے بچا' کیونکہ قبر تو علیحدہ ہونی چاہیے۔ آپ کا قبرستان گاؤں میں ہونا چاہیے لیکن آپ گاؤں میں تو جاتے نہیں ہیں پھر قبروں کی دیکھ بھال کون کرے گا' میرا خیال ہے کہ قبر دور ہی ہونی چاہیے۔ لاہور میں تو اجتماعی قبریں ہیں۔ آپ لوگ سوچو کہ اتنے عرصے سے شہر مرتا مرتا جا رہا ہے اور میانی صاحب شہر کے مقابلے میں تو بہت ہی تھوڑی جگہ ہے اور وہ ختم ہی نہیں ہو رہی' یہ ختم ہوتی رہتی ہے' پندرہ سال کے بعد پھر قبر پر قبر بنا دیتے ہیں' پھر شروع کر دیتے ہیں' پھر بیس سال بعد پھر نئی قبر بنا دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ پرانی ہڈیاں تھیں اور وہ چلے گئے' جب وارث چلے گئے تو پھر وراثتیں بھی چلی گئیں' دیکھ بھال کرنے والے بھی چلے گئے۔ جب پوچھتے ہیں کہ یہ قبر کس کی ہے تو کہتا ہے کہ اس کا بیٹا پچھلے سال تک زندہ تھا' اب تو وہ بیٹا بھی نہیں ہے' لہٰذا اب اس قبر کو برابر کرو' اسی طرح وہ اس کی ہڈیاں ادھر ادھر دبا دیتا ہے اور پھر نئی قبر تیار ہو جاتی ہے اور مولوی صاحب جنازہ پڑھاتے ہیں' پھر سارے باہر آ جاتے ہیں۔ سارا قصہ یہی ہے۔ ادھر حقیقت مشکل ہوئی پڑی ہے اور آپ خوابوں کے چکر میں پڑے ہو۔ لہٰذا! خوابوں کی دنیا کو چھوڑو کیونکہ اصلی بات بڑی مشکل ہوئی پڑی ہے' زندگی مشکل ہے! خواب کیا ہوتا ہے اور کون سا خواب ہوتا ہے' کیسا خواب ہو گا اور خواب میں کھانا تو نہیں ملتا' کھانا تو آپ کو دفتر سے ہی ملے گا' اللہ کے پاس ملے گا۔ اس لیے جو چیز ویسے حاصل نہیں ہوتی وہ خواب میں حاصل ہو جاتی ہے لیکن کچھ خواب کنفیوژن پیدا کرتے ہیں لہٰذا خوابوں کو دھیمے دھیمے رکھا کرو۔ اللہ مالک

ہے اور آپ یہ کہو کہ یا اللہ ہمیں خواب ضرور دکھا لیکن فنِ تعبیر بھی دکھا کیونکہ ہم کہاں تعبیروں کا انتظار کرتے جائیں' تو یا اللہ تو ہمیں صرف تعبیر ہی دکھا دیا کر۔

سوال :۔

سر! میں کوشش کروں گا کہ عمل کی کوئی صورت بن جائے!

جواب :۔

آپ عمل کی صورت نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔ سب سے اچھا عمل یہی ہے کہ انسان اچھے وقت کا انتظار کرے۔ انسان نے کیا عمل کرنا ہے' آپ اپنے عمل پر کبھی غور کریں تو دیکھیں گے کہ آہستہ آہستہ علم جو ہے وہ یادداشت سے نکل جاتا ہے' آہستہ آہستہ پرانی خوشیاں بھول جاتی ہیں' آہستہ آہستہ پرانے غم بھی بھول جاتے ہیں' آہستہ آہستہ قریب رہنے والے بہن بھائی دور رہنے والے بہن بھائی بن جاتے ہیں' انسان اس طرح کے کام کرتے ہیں کہ جن کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تھا اور اب ان کے ساتھ گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ میں آپ کے عمل کی بات کر رہا ہوں۔ تو ایسے میں انسان عمل کرے تو کیا عمل کرے کہ سارے کے سارے واقعات آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ کوئی ایسا عمل تو آپ کے پاس ہونا چاہیے تھا کہ آپ موت سے بچ سکتے اور یہ عمل آپ کے پاس ہے نہیں!

آپ کو یہ راستہ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ راستہ نہیں دیا اور اس راستے کو چھپا دیا' اگر یہ پتہ چل جاتا تو پھر انسان عمل سیکھتا۔ بس اس کے فضل کی درخواست ہی درخواست ہے' اس میں عمل کیا ہے؟ تو کوئی ایسا عمل ہونا چاہیے جو اس کے فضل کو گارنٹی کر سکے۔ میرا خیال ہے کہ

اپنے فضل کی گارنٹی وہ آپ ہی ہے' ہم نے اس عمل کو دیکھا ہے کہ کتنے سالوں کی ابلیس کی محنت اور عبادت تھی اور پھر وہ انکار کر گیا' تو اگر وہ انکار نہ کرتا تو بچ جاتا لیکن وہ انکار کیوں نہ کرتا کیونکہ اس نے ابلیس جو بننا تھا۔ تو اسی طرح یہ عمل ہے۔ آپ کو عمل کے سلسلے میں بتانے والی بات یہ ہے کہ آپ کبھی چھوٹے بچوں پر ناراض نہیں ہونا' چاہے وہ آپ کا کہنا نہ مانیں' بلکہ وہ آپ کا کہنا نہیں مانیں گے' تب بھی آپ ناراض نہ ہونا کیونکہ انہوں نے جس زمانے میں تعلیم لی ہے اس میں اطاعت نہیں ہے اور جس زمانے سے آپ آرہے ہو یعنی پرانے' پسماندہ زمانے سے' آپ وہاں سے اطاعت سیکھ کر آرہے ہیں۔ تو اب اطاعت نہیں ہو گی۔ بس اب آپ وقت گزارتے جاؤ اور ان بچوں کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ تو جب آپ کے بغیر ہی گزارہ ہونا ہے تو پھر تھوڑا تھوڑا گزارہ اب بھی ہونا چاہیے۔ آپ اللہ اللہ کرتے جاؤ تو اللہ کریم مہربان ہو جائے گا۔ یہ عمل اتنا سارا ہے۔ کوئی انسان مل جائے تو اس کی خدمت کر دیا کرو' خیر خیریت دریافت کیا کرو' کسی کے جنازے میں جانا بڑا عمل ہے لیکن جب واقفیت والا جنازہ بن جائے تو پھر جانا کیا اور نہ جانا کیا' کیونکہ جو واقف تھا وہ چلا جا رہا ہے تو اب کس کے لیے جانا' یا تو اسے پتہ چلے کہ آپ آرہے ہیں' پھر بھی کہتے ہیں کہ جنازے کے ساتھ چلو کیونکہ حکم یہی ہے کہ جنازے کا ساتھ دو' تو آپ ساتھ دے دو' اسے پتہ نہیں چلنا ہے کہ آپ ساتھ ہیں لیکن جو زندہ ہیں ان کو پتہ چلے گا کہ یہ ہمارے جنازے میں ساتھ آیا ہے۔ آپ جنازوں کو کندھا دو تاکہ کچھ لوگ آپ کے جنازے کو کندھا دے سکیں۔ یہ سب سے بڑا عمل ہے۔

سوال :۔

میت کا عمل تو مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو کیا جنازے اور دعا سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

اس میں نیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے جنازے میں مسلمان ساتھ دے گا اور جب مسلمان مریں گے تو اور مسلمان ساتھ دیں گے اور جب آپ جنازہ پڑھیں گے تو اور لوگ آپ کا جنازہ پڑھیں گے۔ اب کہتے ہیں جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اس کا عمل تو ختم ہو گیا۔ اب یہ شریعت کی بات ہے اور آپ اس میں مت دخل دو۔ مرنے والے کی موت کے بعد جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ اس میت کو بخش دے تو کیا مرنے کے بعد انسان بخشا جاتا ہے؟ جب اس کے عمل کی اصلاح نہیں ہوئی تو کیا عمل کی اصلاح کے بغیر مرنے کے بعد دعا سے انسان بخشا جاتا ہے؟ اگر آپ لوگوں کا یہ یقین نہیں ہے کہ موت کے بعد انسان بخشا جا سکتا ہے' وہ آدمی جو موت سے پہلے بخشا ہوا نظر نہیں آرہا تو پھر آپ کے لیے اس کا جنازہ پڑھنا بے کار ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی! اس طرح تو آدھے لوگ جنازہ غلط پڑھ رہے ہیں' وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ عمل سے واقعات ہوتے ہیں یعنی جو نیک عمل ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بد عمل بندہ مر گیا' کیا اس بد عمل کا جنازہ پڑھنے سے اس کو کوئی فرق پڑے گا؟ بالکل پڑے گا! یعنی کہ موت کے بعد بھی دعا سے بخشش ہو سکتی ہے' یہاں سے اس کو دعا جاتی ہے۔ تو پھر آدھے لوگ اپنے عقیدے کی اصلاح کریں کہ یہاں سے مرنے والے کے ساتھ کمیونیکیشن

ہو رہی ہے اور آپ کی دعا اس کی اصلاح کر رہی ہے اور دعا فٹافٹ اس ایڈریس پر جا رہی ہے' لینا دینا شروع ہو گیا' جب اس کو دعا جا رہی ہے تو پھر ارواح نہیں جا رہی ہے جو ہم کھانے میں اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ کھانا اس کی نیاز ہے' تو کیا نیاز نہیں جائے گی' پھر نیاز بھی جائے گی' جب نیاز جائے تو آپ اپنے عقیدے کی اصلاح کریں۔ وہ کون ہے جو اس نیاز کو نہیں مانتا' کون ہے جو دعا کو نہیں مانتا۔ تو جب آپ دعا کرتے ہیں تو دعا منظور ہوتی ہے اور جب آپ ادھر سے کوئی سوال کریں تو کیا ادھر سے کوئی چیز نہیں منظور ہو گی! تو جواب بھی آئے گا۔ اور اگر وہ مرنے والا زیادہ قابل ہے اور آپ ناقابل ہیں تو پھر بھی کوئی چیز آ جائے گی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے زندہ ہیں لیکن آپ زندہ ہونے کے باوجود مرے پڑے ہو۔ کہانی اتنی ساری ہے اور بس اس کا یہ راز ہے۔ وہ جو مر گئے وہ زندہ ہو گئے ہیں اور یہ جو زندہ ہیں یہی غافل ہوئے پڑے ہیں۔ آپ لوگ یہ عقیدہ بنا کر بیٹھ گئے ہیں کہ اگر موت ہے تو مرنے کے بعد حیات کیا ہے یعنی موت کے بعد زندگی کیا ہے۔ موت کے بعد ہی تو زندگی ہے بلکہ موت زندہ ہے اور زندگی مر گئی ہے۔ جب یہ بات سمجھ آئے گی تو آپ کو سب سمجھ آئے گی اور اگر یہ بات سمجھ نہیں آئے گی تو آپ سمجھ نہیں سکتے اور پھر یہ بات آپ لوگوں کو سمجھانا چاہیے بھی نہیں کیونکہ جب تک یہ راز سمجھ نہ آئے تو پھر کیسے سمجھایا جائے۔ جنازہ پڑھانے کا مطلب ہی یہی تھا کہ بے وقوف لوگو سمجھ لو کہ مرنے کے بعد اس کا کام ہو رہا ہے کیونکہ مرنے کے بعد اس کو غسل کی کیا ضرورت ہے لیکن مرنے والے کا کام ہو رہا ہے؛ قبر کے اندر واقعات

ہیں اور باہر واقعات ہو رہے ہیں اور یہ اس آدمی کا کام ہو رہا ہے یعنی کہ Something is being done with this man. اس میں جو راز ہے یہ بڑا اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا بھی ہو رہی ہے' قرآن شریف بھی پڑھا جا رہا ہے' قرآن شریف بھی دعا ہی ہے' قرآن پہنچ رہا ہے' دعا پہنچ رہی ہے' کلام پہنچ رہا ہے' درود شریف پہنچ رہا ہے اور دوسرے واقعات ہو رہے ہیں۔ تو نبیؐ تو نبیؐ ہیں' ان کی حیات کی کیا بات ہے' میں تو کہتا ہوں کہ مردے بھی حیات ہیں جن کا آپ جنازہ پڑھ رہے ہیں' یعنی جس کو آپ جنازہ کہتے ہیں پھر اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اس مردے پر رحم فرما۔ تو میت جو ہے وہ آپ کے ساتھ دعا میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان باتوں پر ذرا غور کیا کرو کہ جاتا کوئی بھی نہیں ہے' جانے والا اس وقت جاتا ہے جب آپ اس سے غافل ہو جائیں یا اسے بھول جائیں۔ جن کو آپ لوگ یاد کرتے ہیں وہ نہیں گئے اور وہ تو ہیں۔ اب آپ لوگ یہ دیکھیں کہ جو لوگ محبت اور عقیدت سے یاد کیے جاتے ہیں وہی تو زندہ ہیں اور جن لوگوں کو محبت اور عقیدت نہیں ملتی وہ اگر زندہ بھی ہوں تب بھی مر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو وہ مر گئے چاہے وہ بڑے عالم دین ہی ہوں۔ تو یہ ہے نفرت کا جھگڑا اور پھر جھگڑوں کی نفرت' جو مانتے نہیں ہیں کہ دعا کیا ہوتی ہے' جو مانتے نہیں ہیں کہ مرنے کے بعد دعا کیا ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں کہ کیا مرنے کے بعد بھی دعا پہنچ سکتی ہے۔ مرنے کے بعد ہی تو آپ جنازہ پڑھتے ہیں' یا تو پھر آپ لوگ جنازہ زندگی میں پڑھا کریں۔ پڑھنے کے بعد آپ لوگ کہتے ہیں کہ جنازے کو دعا پہنچ گئی۔ جب ہم دوبارہ ان کے لیے دعا کریں گے تو

پہنچے گی، پھر بھی پہنچے گی، ہر جمعرات کو دعا کریں تو وہ دعا پھر بھی پہنچے گی۔ سال کے سال ہم ان کی برسی کا دن منائیں تو پھر کیا دعا نہیں پہنچے گی، ہم ہر روز نیاز دیں تو کیا وہ نہیں پہنچے گی، اور اگر ہم چاند کی چھٹی منائیں، پندرہویں منائیں، تیسویں منائیں تو کیا وہ نہیں پہنچے گی؟ بالکل پہنچے گی! تو پھر آپ لوگ مانتے کیوں نہیں ہو، آپ کا سارا مسئلہ حل ہوا پڑا ہے مگر آپ لوگ پھر بھی نہیں مانتے، مسئلہ عین حل ہوا پڑا ہے اور آگے بیان بند ہے، اس لیے بتاتا کوئی نہیں ہے، یہاں تک بھی نہیں بتاتے کہ جنازہ مرنے کے بعد کیوں؟ کیا جنازہ پہلے ہونا چاہیے تھا، اس لیے یہ بات سمجھنے والی ہے۔ ہر وہ چیز عین ہے جو عین ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ چل رہے ہیں، کوئی بھی عمل آپ کی زندگی کا ہے اس عمل میں اللہ کے نام سے جو آپ میں Change آرہی ہے، تبدیلی آرہی ہے وہ حصہ آپ کی زندگی میں اللہ کا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کام نہ کرو کیونکہ اللہ کریم ناراض ہو جائے گا یعنی کہ کچھ عمل جو ہے اللہ کے خوف سے وہ آپ نہیں کرتے ہو، تو آپ کی زندگی کا وہ حصہ اللہ کا ہے، آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے حوالے سے جو کام کرتے ہیں وہ حصہ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا ہے اور جو کام یا حصہ آپ بزرگان دین کے نام سے کرتے ہیں وہ حصہ ان کا ہے۔ تو آپ لوگ سوچیں کہ پھر آپ کے پاس کیا ہے۔ زندگی کا تو ہم نے یہاں سے فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اصل میں زندگی یہی ہے جو آپ وقف کر چکے ہیں۔ تو یہ زندگی ان کی ہے جن کے نام آپ زندگی وقف کر چکے ہیں۔ تو یہ ان کے نام کی زندگی ہے۔ اگر آپ سید ہیں تو پھر سید رہا کرو بلکہ آپ کو سید رہنا چاہیے۔ پھر آپ

جھگڑا نہ کیا کریں کہ پھر میرے اعمال کیا ہوں گے اور کیا نہیں ہوں گے یا یہ کہ میں عمل کر رہا ہوں اور اپنی عاقبت سنوار رہا ہوں۔ عاقبت سنوارنی عمل سے نہیں ہے بلکہ نسبت سے ہے۔ اور یہ بات آپ لوگوں کو بھول جاتی ہے بلکہ فوراً" بھول جاتی ہے اور پھر آپ فٹافٹ سوال کر دیتے ہیں کہ عاقبت کس طرح سنواریں؟ تو عاقبت کیسے سنورے گی؟ نسبت سے سنورے گی۔ اگر آپ مولوی صاحب کی طرح صرف عمل کرتے جائیں تو عاقبت مولوی سے نہیں بنے گی بلکہ نسبت سے بنے گی۔ تو آپ لوگ اپنی نسبت درست کرو اور اپنا قبلہ درست کرو تو پھر سارا کام بالکل ہی آسان ہو گیا۔ تو ساری کی ساری بات نسبت کی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ کسی نسبت میں گم ہو گیا تو اب اس سے اور کیا پوچھتے ہو' اب یہ اس کا عمل ہے کیونکہ اب اس کی زندگی اس نسبت میں گم ہو گئی جس میں اللہ کا حصہ ہے اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے۔ تو یہ اس کی نسبت ہو گئی جو اس کا عمل بن جاتی ہے۔ تو نسبت میں گم ہونے والا نسبت کی عاقبت میں شامل ہو جاتا ہے' جو اس راہ میں گم ہو گئے وہ اس راہ کا حصہ بن گئے۔ تو یہ اتنی سی بات ہے۔ جن لوگوں کو سنگ در نہ ملا وہ راہ کا غبار ہو گئے' تو غبارِ راہ بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا سنگِ در ہے۔

ملا نہ ہم کو اگر سنگِ آستاں کا نشاں
برنگِ موج اٹھے راہ کا غبار ہوئے
تیرے قریب ہوئے جب سے اشک بار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے

تو بات یہ ہے آپ لوگ لمبے چوڑے عمل سے بچا کرو' اصل

عمل کیا ہے؟ نسبت' محبت' اطاعت اور شوق۔ بے شوق عبادتوں سے شوق کا جو ایک آنسو ہے وہ بہت بہتر ہے۔ باقی یہ کہ جنازے میں آپ شرکت کرتے جائیں' جنازہ پڑھتے جائیں لیکن میں کہتا ہوں کہ شوق کی ایک نگاہ جو ہے یہ زندگی کے ہزار بے شوق سجدوں سے بہت بہتر ہے۔ میں سجدے کے خلاف بات نہیں کر رہا' سجدہ بہت ضروری ہے لیکن آپ شوق پیدا کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بے شوق ہو جاؤ۔

تو کہیں راہی بے ذوق نہ ہو جائے۔ تو شوق کیا ہوتا ہے؟ نسبت! نسبت کیا ہوتی ہے؟ نسبت کسی انسان سے ہوتی ہے' انسان کہاں ہوتا ہے؟ پردے کے باہر' پردہ کسے کہتے ہیں؟ موت کو پردہ کہتے ہیں۔ اس سے پرے جب بلانے والا بلاتا ہے تو انسان کو شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو آپ یہ نسبت ڈھونڈا کریں اور ادھر آنا جانا رکھا کریں۔ ادھر سارا فانی جہان ہے' ادھر آپ کیا رابطہ رکھیں گے' تو یہاں کے رابطوں سے وقتی طور پر گزارہ کریں' آپ کا اصلی گزارہ ادھر ہی ہو گا' ادھر کی کوئی پکی خبر حاصل کر لیں' بس پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال :۔

ہم شوق پیدا کریں یا ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم میں شوق ہے۔

جواب :۔

شوق کا آپ یقین ہی کر لیں کہ آپ میں شوق ہے۔ شوق یقین ہے' یہ پیدا نہیں ہوتا ہے' یہ موجود ہوتا ہے' یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کو بڑے طریقے سے بزرگوں نے بیان کیا کہ ۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

یعنی کہ ہر آدمی شریعت کی بات کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو شوق کی سلامتی مانگتے ہیں وہ کوئی کوئی ہوتا ہے۔ تو شوق کی سلامتی' وابستگی کی سلامتی مانگنے والا کوئی کوئی آدمی ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ یوں سمجھ لو کہ ایک بزرگ ہیں' وہ ایک فنکشن کر رہے ہیں اگر فنکشن نیکی کا ہے' فنکشن میں تقریر ہے' جلسہ ہے' جلوس ہے' مہمان ہیں' آنے والے لوگ ہیں' بہت بڑا فنکشن ہے' علم دوست دین کے نام پر اکٹھے ہو گئے' یہ اچھی بات ہے لیکن وہاں جو آدمی باورچی خانے میں کھانا پکا رہا ہے وہ اس فنکشن کا میجر حصہ ہے' اگر اس سارے فنکشن کو کامیابی کا ٹکٹ ملنا ہے تو اس کو یہ ٹکٹ پہلے ملنا ہے۔ تو قافلے کے اندر جو شریک ہوا اگر اسے قافلے جیسا عرفان نہ ہو تب بھی قافلے جیسا نتیجہ مل جاتا ہے۔ آپ بات کو سمجھے نہیں؟ تو جو قافلے کے ساتھ صرف چل پڑا اس کو بھی نتیجہ وہی ملے گا چاہے اسے عرفان ملے یا نہ ملے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ مقامات جن پر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے جلوے ہوئے وہ مقامات آج تک مقدس ہیں' زمین مقدس ہے' تو یہ کیا بات ہے؟ یہی اصل بات ہے کہ زمین مقدس ہو جاتی ہے حالانکہ زمین میں تقدیس کہاں' کیا زمین عمل کرتی ہے' کوئی باتیں کرتی ہے' لیکن وہ زمین بھی مقدس ہو جاتی ہے۔ تو گویا کہ مقدس چیز' مقدس روح' مقدس انسان جہاں جہاں سے گزریں تو وہ شے مقدس ہو جاتی ہے' جہاں اللہ گزرے وہاں کعبہ بن جاتا ہے' اور جہاں حضور پاک ﷺ تشریف رکھتے ہیں وہ کیا بن گیا؟ مدینہ شریف بن گیا اور جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو اسے کیا کہیں گے؟ اسے بھی مدینہ شریف کہیں گے۔ تو اس کو وہی کہیں گے۔ جس دل

میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی محبت ہو گی اسے کیا کہیں گے؟ اسے آپ ولی کہیں۔ گویا کہ درجے کہاں سے آئے؟ درجے نسبت سے آئے۔ ولایت کہاں سے آئی؟ ولی کی محبت سے آئی' کیا یہ بات عمل سے آئی؟ اگر عمل کرنے والا الٹا لٹکا دیا جائے تو اس کا عمل' عمل نہیں ہوتا۔ ایسا شخص صبح سے شام تک شور مچاتا ہے' وہ جھوٹا ولی بن جاتا ہے اور پھر پھانسی لگا پڑا ہوتا ہے۔ اور بیان جو ہے وہ چوراہے میں بند ہو جاتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے ہمارے ہاں پندرہ پندرہ سال دین میں لوگوں نے محنت کی ہے' بڑی جماعتیں بنائی ہیں اور آخر میں ایسی غلطی ہو گئی کہ وہ گمراہ کے گمراہ ہی نکلے۔ کیا ایسا ہوا کہ نہیں ہوا؟ کبھی آپ نے دیکھا کہ لوگ کیا کیا بیان کر جاتے ہیں' وہ بیان اس لیے ہوتا ہے کہ دل سے تسلیم نہیں کرتے' تو جنھوں نے ولی کو ولی نہ تسلیم کیا انہوں نے دین کو کدھر سے تسلیم کر لیا۔ تو ساری کہانی تسلیم سے ہی ہے۔ ایسا شخص کہہ سکتا ہے کہ جو شخص آج سے محنت کرے گا وہ شخص پیغمبر بن سکتا ہے۔ پیغمبر کیوں نہیں بن سکتا؟ اس لیے کہ پیغمبر محنت سے نہیں بنتے۔ تو پیغمبر کیسے بنتے ہیں؟ عطا سے بنتے ہیں۔ اور ولی کیسے بنتے ہیں؟ ولی بھی عطا سے بنتے ہیں۔ تو پھر محبت کیا کرتی ہے؟ محبت جو ہے وہ راستہ دکھاتی ہے ان لوگوں کا جن پر اللہ کریم کا انعام ہوا۔ تو اللہ کریم کا راستہ کون سا ہے؟ وہ راستہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ کریم کا انعام ہوا۔ اگر آپ براہ راست اللہ کی طرف چلے جاؤ گے تو پھر آپ نہیں جا سکتے' پھر اللہ پوچھے گا کہ پیغمبر کے حوالے سے آئے ہو یا کہ خود ہی آ گئے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ میں خود ہی آ گیا ہوں۔ تو اللہ کریم فرمائے گا کہ اس کو "گوتم بدھ" بنا کر واپس

بھیج دو۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے۔ تو آپ لوگ پیغمبر ﷺ کے حوالے تک ہی رہو' اس سے آگے کیا وصول کرنا ہے' آگے کیا جانا ہے' یہی کافی ہے۔ میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ وہ دل جس میں یاد نبی پاک ﷺ ہو وہ دل ہی مدینہ ہے' مدینہ کے معنی قیام نبی ﷺ کی جگہ۔ یہ آسان سی بات ہے اور لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ تو دل کو لطف کے ساتھ آزاد رکھو۔ اور باقی جو محنتیں ہیں وہ توحید اور توحیدِ خالص کی ہیں اور میرا خیال ہے کہ توحیدِ خالص گورونانک کی ہو سکتی ہے یا ابلیس کی ہو سکتی ہے۔ خالی توحید' صرف اللہ کی توحید۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے آج تک تیرے علاوہ کسی کو نہیں مانا یعنی میں نے صرف اللہ کو مانا اور کسی کو نہیں مانا' بس یہ گمراہی ہے۔ مومن نے اللہ کو مانا' اللہ کے احکام کو مانا' اللہ کی عنایات کو مانا' اللہ کے ہدایت یافتگان کو مانا بلکہ اللہ کی ہر شے کو مانا۔ خالی توحید والے کو مانتے ہیں لیکن اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کو نہیں مانتے' اس لیے تو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ یہ تو ایسے ہے کہ جیسے آپ ایک آدمی سے کہیں کہ میں آپ کو بہت اچھا فنکار مانتا ہوں لیکن میں آپ کی تصویریں نہیں مانتا۔ یہ تو پھر فنکار کے لیے بڑی ناراضگی والی بات ہے۔ تو یہ کیا بات ہوئی کہ فنکار کو آپ بہت اچھا آدمی مانتے ہیں You are a great man ' لیکن اسے کہتے ہیں کہ اپنی پینٹنگز کی بات چھوڑو' وہ تو آپ کو نہیں آتی۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کو اس لیے مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیغمبر عطا فرمائے اور پیغمبر عمل کے بغیر بنتا ہے اگر پیغمبر عمل سے بنتا تو پھر آج بھی کوئی انسان پیغمبر بن سکتا تھا' آج پیغمبر نہیں بن سکتے' کیوں نہیں پیغمبر بن سکتے جب کہ عمل موجود ہے' شاید

تہجد کے بعد پیغمبر بن جائیں گے' بالکل نہیں' یہاں سے تو بندہ گمراہ ہوا ہے' اس نے کہا کہ پیغمبر عمل ہی ہے اور ہم بھی عمل کر رہے ہیں تو ہمیں بھی پیغمبر بنا لو' نبی بنا لو' ہم بھی پورا عمل کرتے ہیں' فقہ آتی ہے' حدیث آتی ہے' قرآن آتا ہے' علم رکھتے ہیں' عربی دان ہیں' فارسی دان ہیں' پیغمبر کے پاس یہی کچھ ہوتا ہے لہٰذا آپ مجھے نبی کہہ دو۔ تو وہ گمراہ ہو گیا اور وہ کافر ہو گیا۔ تو مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کیسے بنتے ہیں؟ اللہ کی مہربانی سے پیغمبر بنتے ہیں' کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ جس سے کوئی پیغمبر بن سکے' پیغمبر علم والے بھی ہیں' علم کے بغیر بھی ہیں' بادشاہ ہیں اور ان کے پاس سرکاری علم ہے' پیغمبر لوہار بھی ہیں' ان کو لوہار نہیں کہنا چاہیے لیکن ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا' پیغمبر کو چرواہا نہیں کہنا چاہیے لیکن پیغمبر بھیڑ بکریاں چراتے ہیں' اس پر اقبالؒ نے پورا شعر کہا ہے۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

یہ شبانی کیا ہوتی ہے؟ گلہ بانی کو شبانی کہتے ہیں۔ تو بھیڑیں چرانے والے پیغمبر بنے' ہاں پیغمبر یہی ہے' بس یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ تو پیغمبر کیا ہے؟ اللہ کی مہربانی ہے جسے چاہے نواز دے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ یا اللہ آپ نے مجھے پیغمبر بنا دیا' رسول بنا دیا تو بات یہ ہے کہ میری زبان میں لکنت ہے تو اللہ کریم نے فرمایا کہ چلو پھر تجھے کلیم اللہ بنا دیتے ہیں یعنی کہ جو بات نہ کر سکے وہ اللہ کریم سے بات کرتا ہے' کمال کی بات تو یہ ہے۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ دنیا کے لیے کیا کیا جائے تو اللہ کریم نے فرمایا کہ تیرے بھائی کو پیغمبر بنا دیتے ہیں' تو بھائی کو بھائی کے کہنے پر پیغمبر بنایا جا

سکتا ہے۔ یعنی کہ بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' نبی کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' پیغمبر کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' رسول کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا ہے' ان کے کہنے پر سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ صرف آپ کے ہاں نہیں ہوتا کیونکہ آپ لوگ پاگل ہو اس لیے یہ سب نہیں ہوتا' آپ لوگ علم پڑھتے رہتے ہو' تعلیمیں حاصل کرتے رہتے ہو' آپ لوگ کہتے ہو کہ علم ہے اور پھر عمل ہی عمل ہے اور لوگوں کو کہتے ہو کہ اگر ایک رکعت چھوڑ دی تو پھر سترہ ہزار سال دوزخ کے کنارے پر الٹے لٹکائے جاؤ گے۔ یہ تو پھر آپ کا علم ہے جب کہ وہاں تو کہانی ہی اور ہے' ادھر کہانی بہت ہی اور ہے' ادھر بخشش کے طریقے اور ہیں' بخشش ہے ہی اور' ان بندوں کو بخشش کا کیا پرابلم ہے جو اسلام کے نام پر رہتے ہیں' ہاں اس کی بخشش نہیں ہے جو کسی بخشے ہوئے انسان کے خلاف بولا' اس کی بخشش نہیں ہے جو کسی معتبر کے خلاف بولا' جو اللہ کے محبوبؐ کے خلاف بولا اس کی بخشش نہیں ہے۔ تو وہ معتوب ہے' معتوب کون ہے؟ جو کسی محبوب کے خلاف بولے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے آپ اس کو ضرور یاد رکھو۔ تو پھر آپ کیا عبادت کرو گے؟ آپ صرف یہی عبادت کرو کہ محبوب کا قرب حاصل کرو اور جن لوگوں نے محبوبوں کا قرب حاصل کیا تو ان لوگوں کو عبادت کا راز ملا کہ عبادت ہوتی کیا ہے' ورنہ یہ ساری بات صرف فارمولا ہی فارمولا ہے اور اس کے اندر مغز کوئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد میں فساد ہوتا ہے کیونکہ ان کی بات میں مغز کوئی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عبادت' محبت محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے' محبت دریافت کرنے کا نہیں۔

محبت پہلے حاصل کرو اور پھر عبادت کو محفوظ کرو' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو محبت عطا کی۔ تو محبت کس سے ہے؟ محبوب سے ہے۔ تو اس طرح سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ جس نے گزرے ہوئے زمانے میں سے اپنے محبوب کو تلاش کرنا ہے تو آپ خود دیکھو کہ اس نے حال کو کیا کرنا ہے یا مستقبل سے کیا لینا ہے' بلکہ مستقبل اُس کا ہے جس کا ماضی ہے۔ تو مستقبل کس کا ہے؟ جس کا ماضی ہے اور آپ مستقبل کے لیے کہاں جا رہے ہو؟ ماضی والوں کے پاس۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ان کے پاس جو ماضی میں ہیں۔ تو آپ کا سارا سفر آگے کا ہے اور آپ ایک دائرے کے اندر ہیں۔ اور دائرہ کہاں جا رہا ہے؟ مرکز کی طرف۔ اور آپ آگے کدھر جا رہے ہیں؟ پچھلے لوگوں کی طرف۔ تو پرانی محفلوں میں نئے لوگ جا رہے ہیں۔ تو پرانی محفل میں پہنچنا ہی نیا کام ہے۔ تو یہ ایک نیا کام ہے۔ تو آپ اس کام کا خیال رکھو کہ ہم نے ادھر ہی جانا ہے۔ اب آپ چاہے نعرہ لگاؤ' چاہے میلاد مناؤ' چاہے یا رسول اللہ ﷺ کہو' چاہے کچھ اور کہو' یہ آپ کی مرضی کی بات ہے۔ کیونکہ بات اس کی حقیقت کی ہے۔ بس اتنی سادی بات آپ نے کرنی ہے اور کچھ نہیں کرنا۔ یہ سیدھی سادی باتیں ہیں' آپ لوگ کسی کو بخشا ہوا مانتے نہیں ہیں' اس لیے آپ کی بخشش ہوئی نہیں ہے۔ بس یہی آخری راستہ ہے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھنا' اور اس طرح آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اب آپ اور سوال پوچھو ....

سوال :۔

کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ محنت بھی زیادہ کرتے ہیں اور خوش حال

بھی نہیں ہیں بلکہ غریب اور پریشان حال ہیں؟

جواب :۔

ایک تھے درویش اور وہ مجذوب بھی تھے جو الٹ پلٹ باتیں کرتے ہیں' تو وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے روزہ رکھا اور جب میں افطاری کے لیے گیا تو وہاں بڑے بڑے امیر لوگ تھے' اور میرا روزہ وہاں سے شرمندہ ہو کر واپس آگیا اور میں نے کہا کہ تیرا روزہ کیا ہے کیونکہ ہم تو صرف پانی سے روزہ رکھنے والے لوگ ہیں اور وہ بڑے بڑے درجے والے اعلیٰ لوگ تھے' تو کہتے ہیں کہ میں اپنا روزہ شرمندہ کر کے واپس ہی آگیا۔ پھر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے روزہ نہیں رکھا اور سوچا کہ چلو جا کر چائے پی لوں تو وہاں ہوٹل پر اتنے اعلیٰ اعلیٰ لوگ چائے پی رہے تھے' اگرچہ میرا روزہ نہیں تھا لیکن پھر بھی میرا روزہ شرمندہ ہو گیا۔ تو یہ جو آپ کو امیر آدمی نظر آتے ہیں تو جہاں آپ نہیں گئے ہیں وہاں بھی یہ امیر آدمی پہنچے ہوئے ہیں' تو غریب آدمی کہتا ہے کہ میں پیدل گیا لیکن وہاں کاریں بڑی تھیں۔ تو جہاں آپ نہیں گئے ہیں وہاں بھی کاریں کھڑی تھیں۔ تو امیر غریب کی بات جو ہے تو واقعی امیر زیادہ ہو گئے' پیسے کی ریل پیل ہو رہی ہے' اس لیے آپ نے کسی اسلامی سنٹر پر دیکھا ہو گا کہ ڈھیروں ڈھیر' میلوں تک کاروں کی قطاریں لگی ہوئی ہوں گی اور یہ وہی لوگ ہیں' کہ جن کے اسلام کے کارخانے چل پڑے ہیں۔ تو غریب کہتا ہے کہ اسلام ہمارے کام تو نہیں آیا بلکہ ان کے کام آگیا ہے۔ بس یہی بات ہے کہ اسلام ان کے کام آگیا اور ان کو راس آگیا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جب اسلام کی کہانی میں، دودھ اور پانی الگ الگ ہو جائے گا تو پھر

آپ کو اپنے سوال کا جواب ملے گا۔ ابھی آپ جیسے لوگ مایوس نہیں ہوئے اور غریب آدمی کبھی مایوس نہیں ہو گا۔ غریب ہی کے دم سے نظامِ عبادت صحیح معنوں میں قائم ہے' جو غریب ہے یہ اللہ کے قریب ہے' غریب کا دل جو ہے یہ اللہ کے قریب ہے۔ مثلاً" آپ داتا صاحب" جاؤ' دولت کی وجہ سے' پیشے کی وجہ سے' مرتبے کی وجہ سے چادر کون چڑھائے گا؟ گورنر چڑھائے گا اور آپ کے کچھ گورنر: ایسے بھی تھے جن کا کھانا پینا بھی غلط تھا' خوب کھایا پیا ہوتا تھا اور پھر جا کر داتا صاحب" پر چادر چڑھا دی۔ عرصہ پانچ سو سال سے یا کتنے سو سال سے داتا صاحب" کے عرس کی چادر داتا صاحب" جیسی کسی شخصیت نے نہیں چڑھائی۔ یہ کوئی گورنر ہاؤس کا کام نہیں ہے' یہ تو ایک اور نظام ہے' ایک اور منصب ہے' اس منصب جیسا کوئی بندہ ہو تو پھر یہ منصب بنتا ہے ورنہ وہی ہو گا کہ جس وقت وہ چادر چڑھانے جائیں گے' پولیس ہو گی' پہرہ ہو گا' لینا ہو گا' زندہ باد ہو گا' ان کو چادر چڑھائی جائے گی' یہ کیا جائے گا' وہ کیا جائے گا' ٹی وی پر آئے گا اور ریکارڈ ہو گا۔ مگر یہ لوگ داتا صاحب" کی طرزِ حیات کے مطابق نہیں ہوں گے۔ اس طرح یہ سارا واقعہ غلط ہوا پڑا ہے اور اس کے واسطے ہی تو یہ ساری دعا ہے کہ یا تو اپنے جیسے کوئی اس نظام کے بندے لاؤ جو چادر چڑھائیں یا پھر چادر چڑھانی بند کرو۔ چادر کا مفہوم کیا ہے؟ مفہوم یہ ہے کہ جو اس کے ماننے والے ہیں' جو اس طرز پر چلنے والے ہیں ان کو یہ راستہ آسانی سے ملے' تو اس راستے پر بھی امیر لوگ غالب ہو گئے ہیں جو اپنے نام کی تختیاں لگانے والے ہیں' غریب آدمی وہاں بھی شرمندہ ہو گیا۔ تو اس غریب آدمی کو "گونگا خطرہ"

کہتے ہیں اور جب یہ جاگا تو یہ خطرناک ہو گا۔ ابھی غریب آدمی بیٹھا سوچ رہا ہے اور وہ وقت آ جانا ہے، کسی وقت بھی آ جانا ہے۔ اس لیے یہاں دولت کی یا غریبی کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ بہرحال آپ لوگ یہ دیکھو کہ ظالم آدمی عبادت گاہوں پر بھی حملہ آور ہو گیا ہے، ظالم آدمی خانقاہوں پر بھی حملہ آور ہو گیا ہے، ظالم آدمی جو ہے وہ ہر چیز پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ جو جو مقدس شعبے تھے ان پر بھی وہ ظالم آدمی دولت کے ذریعے حاوی ہوا پڑا ہے۔ اور حق والے جب حق مانگیں گے تو پھر بڑی جلدی فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ حکومت پر بھی ظالم، سماج پر بھی ظالم، ادیبوں خطیبوں کے مقام پر بھی ظالم، خانقاہوں اور عبادت گاہوں پر بھی ظالم، واقعات بھی ظالم، تحریروں اور تقریروں پر بھی ظالم، غریب آدمی تقریر لکھتا ہے اور ظالم آدمی پیسے دے کر پڑھ جاتا ہے اور غریب خوش ہو جاتا ہے کہ میرا گزارہ ہو جائے گا اور گزارہ کرتا جائے گا اور اسی طرح تقریریں لکھتا جائے گا اور اسی طرح اس نے ظالم کو رائٹر بنا دیا۔ کتنی ہی کتابیں امیروں کی ہیں جو غریبوں نے لکھی ہیں مگر آپ کو اس بات کا پتہ ہی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک یار مرا تھا اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی کتنے سارے لکھنے والے لوگ مر گئے تھے، اس کا نام ساغر صدیقی تھا۔ ساغر صدیقی کے پریشان ذہن سے، اداس جسم سے، لرزاں روح سے نکلی ہوئی غزل کسی اور احمق کے نام سے چھپ گئی اور اس کا نام بہت سے لوگ جانتے ہیں اور وہ آدمی فخر سے کہتا ہے کہ یہ میری غزل ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے پیسے بھی پورے نہیں دیے۔ ایک اور آدمی، آپ کو بتاؤں جو غزلیں لکھتے تھے اور پھر ان کو

بیچ دیتے تھے' وہ نوائے وقت اخبار میں کام کرتے تھے اور لوگ غزلیں ان سے لے کر اپنے نام سے چھاپتے تھے اور ان کا نام بڑا مشہور ہے' وہ کہتے ہیں کہ وہ آ کر مجھ سے غزل لے گیا' پہلے تو دو روپے دیا کرتا تھا لیکن اس دن مجھ سے دو غزلیں لے گیا لیکن پیسہ بھی کوئی نہیں دیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس سیالکوٹ کا جانے اور آنے کا ٹکٹ ہے' وہ دے دیا گیا' کہتے ہیں کہ میں نے دو غزلیں دے دیں اور ٹکٹ لے لیا اور میں وہاں چلا گیا تو وہاں میرا کھانا پینا بھی مشکل ہو گیا اور میں واپس آ گیا۔ تو انہوں نے سیالکوٹ کے ٹکٹ پر دو غزلیں بیچ دیں۔ ان کی ایک غزل کا مصرعہ ہے ۔

میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ وہ بڑے Well known poet تھے اور نوائے وقت میں لکھتے تھے اور اچھے شاعر تھے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں غزلیں بیچا کرتے تھے' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں بیچتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ گزارہ نہیں ہوتا۔ ایک اور رائٹر ہے اور وہ اچھا خاصہ صاحبِ دیوان ہے اور اس نے اپنے پاس ملازم شعراء رکھے ہوئے ہیں' وہ خود حکیم ہیں اور منڈی بہاؤالدین میں رہتے ہیں اور دو چار کتابیں بھی انہوں نے لکھی ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان کی نشست و برخاست دیکھی ہوئی ہے' جن لوگوں کو انہوں نے مقرر کیا ہوا ہے ان کو حکمت کی دوائی بھیجتے ہیں یعنی "شربت عقاقیر ارواح" بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی الٹ پلٹ مصرعے بنا کر بھیجتے ہیں اور پھر پوری غزل لکھوا لیتے ہیں اور پھر اپنی کتاب شائع کر دیتے ہیں' اس طرح دو تین چار کتابیں ان کی بن گئی ہیں'

اس میں سے ایک کتاب میں آدمی سے زیادہ غزلیں غالب کی ہیں۔ پہلے وہ پچاس روپے ایک غزل کے دیتا تھا اب تیس روپے دینے شروع کر دیے ہیں اور ان کی دکان بڑی چلتی ہے۔ تو ایک غزل بیس روپے' تیس روپے میں چلتی جا رہی ہے اور اس طرح لوگ کرتے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جو کسی کی لکھی ہوئی چیز' کسی اور ذہن کی پروڈکشن' کسی اور دل کے سوز کو اپنے نام سے استعمال کرتے ہیں ان پر ترقی کے دروازے بند ہیں' آپ سب لوگ آمین بولو! اس کاروبار کو ختم کردو۔ مقصد یہ ہے کہ Misuse کرنا یا کسی اور کو Use کرنا غلط بات ہے' یہ بند کر دینا چاہیے کہ پرانی کتابیں پڑھ لیں اور اس میں سے کچھ چیزیں نوٹ کر لیں اور پھر اپنے نام سے شائع کر دیں۔ تو یہ نام جو ہے اللہ تعالیٰ اس نام کو کبھی Favourite نہیں بنائے گا' یعنی جس نے کسی اور نام کو اپنی ترقی کے لیے استعمال کیا' کسی اور دل کی نکلی ہوئی بات کو اپنے نام سے لگایا' جب کہ اس کا دل ہی کوئی نہیں ہے' اس پر ترقی کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ تو جب اس کی ترقی بند ہو جائے گی پھر ایسا کام کبھی نہیں کرے گا اور پھر توبہ کرے گا اور کہے گا کہ اس کا ہی نام لکھو اور میرا نام نہ لکھو اور وہ کہے گا کہ اپنی بات کرو یعنی بات ہے تو کرو ورنہ چپ ہی رہو۔

سوال:۔

کیا وہ یہ سب اس لیے کرتا ہے کہ شہرت حاصل کرے؟

جواب:۔

شہرت کو بد شہرت ہونے میں ایک سیکنڈ لگتا ہے۔ زندہ باد کے جلسے مردہ باد پر ختم ہوتے ہم نے دیکھے ہیں۔ شہرت ایسا گھوڑا ہے جو

راستے میں چڑھنے والے کو گرا دیتا ہے۔ شہرت Precarious ہے' یعنی غیر یقینی ہے' مشکوک ہے' Doubtful ہے' عارضی ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء اللہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تو آپ لوگ توبہ کرو۔ تو جن کو شہرت اللہ سے مل چکی ہے ان کی شہرت مرنے کے بعد اور بڑھتی ہے۔ جو لوگ شہرت Trick' فریب سے حاصل کر چکے ہیں وہ Trick سے ہی فیل ہو جائیں گے

A trick has made them and a trick will kill them وہ

Trick' دھوکے سے بنے اور Trick سے' دھوکے سے ہی گئے۔ اس لیے آپ جو رائٹر لوگ ہیں وہ اپنی کاوشوں سے لکھا کریں' اپنی محنتوں سے لکھا کریں' اپنی شب بیداریاں لگایا کریں' اپنا خون گرم کر کے لکھا کریں اور پھر آپ کو سوچ مل جائے گی۔

سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی
اشعار میں ڈھل جاتی ہے افکار کی صورت

اللہ تعالیٰ سوز سلامت رکھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے سوز کی سلامتی مانگا کریں اور پڑھ کر نہ لکھنا اور کسی کا خیال کاپی نہ کرنا بلکہ اپنے خیال کے آپ مصنف بنو۔ ایسا نہ ہو کہ چار کتابیں پڑھیں اور پانچویں خود لکھ دی' اس سے بچو' یہ بری بات ہے۔

سوال :۔

سر! کیا عشق مجازی میں بے بسی کی کیفیت میں انسان لاشعوری طور پر عشق حقیقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے؟

جواب :۔

ہاں ایسے ہی ہوتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے' یہی راستہ ہے اور یہ روٹ ٹھیک ہے۔ یہ بہتر ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مجاز بھی ان کے اور حقیقتیں بھی ان کی' دل بھی ان کے اور دلبری بھی ان کی' دل نوازیاں بھی ان کی۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے کسی جگہ مجاز کی تعلیم دلوائی جاتی ہے تاکہ یہ آدابِ محبت سے آگاہ ہو جائے۔ جب وہ آدابِ محبت سے آشنا ہو جاتا ہے تو پھر اسے اصلی محبت سے آشنا کیا جاتا ہے۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں' پیر جو ہوتے ہیں وہ آداب سکھاتے ہیں' گفتگو کا طریقہ سکھاتے ہیں' استعمال کے انداز سکھاتے ہیں' جواب کا طریقہ سکھاتے ہیں' آدابِ محفل سکھاتے ہیں' نشست و برخاست سکھاتے ہیں تاکہ جب کبھی آپ حضوری کی محفل میں جائیں تو وہاں اس طرح سے بیٹھنا۔ اور اگر یہاں مجاز تک رہنا ہے تو کہتے ہیں کہ یہاں آ کر اب غائب ہو جاؤ کیونکہ یہ انجام نہیں ہے۔ ہمارا' آپ کا اور سب کا انجام تو آگے ہیں۔ مجاز میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ ادب سے' آداب سے یوں بیٹھنا ہے اور پھر وہ وقت آ جاتا ہے۔ Till such. time کہ پھر ہم سارے کے سارے Accommodate کر دیے جائیں گے' اکٹھے کر دیے جائیں گے اور ایک ہی کلمے کے سہارے ہم سارے کے سارے سفر طے کر جائیں گے۔ تو یہ سکھانے والی بات ہوتی ہے۔ یہ سکھلائی اس لیے جاتی ہے تاکہ آداب سے آگاہی ہو جائے اور اس طرح مجاز سے حقیقت کی طرف جاتے ہیں۔

سوال :۔

لوگ مزاروں پر جا کر ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں جب کہ میں ڈائریکٹ اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔

جواب :۔

آپ دعا ڈائریکٹ مانگا کریں لیکن حوالہ اور وسیلہ رکھا کریں۔ آپ اللہ سے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ تو کرتے ہیں' درود شریف پڑھتے ہیں اور درود شریف کے حوالے اور وسیلے جو ہیں یہ مزارات ہیں۔ آپ ان کے حوالے سے چلو کہ یہ وہ لوگ ہیں جو درود شریف کے بیچ میں رخصت ہوئے ہیں۔ اب یہاں پر دعا کی بات نہیں ہو رہی ہے' بات یہ ہو رہی ہے کہ ان کے راستے پر چلو۔ دعا کا مقام ہی اور ہے کہ ان کے حوالے سے اللہ سے مانگنا یا نہ مانگنا۔ دعا کے لیے نماز پڑھا کرو۔ کوئی ایسا فارمولا نہ بنا دو کہ جس سے کسی صاحبِ مزار کی شان میں کمی آئے' وہاں ادب سے جایا کرو۔ اچھا آپ یہ بتاؤ کہ آپ لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟ آپ لوگ اللہ کے پاس جایا کرو۔ آپ لوگ بات کو سمجھو۔ آپ لوگ ہمارے پاس ادب سے آتے ہو' اسی طرح مزارات پر جایا کرو۔ ہمارے پاس آپ دعا مانگتے ہیں' ہم آپ کے لیے دعا کرتے ہیں' یہاں آنا مانگنا ہی ہے۔ آپ اس بات کو سمجھو۔ اور بالکل اسی طرح آپ مزارات پر جایا کرو۔ آپ اگر کسی کو بتاؤ گے کہ ہم وہاں جاتے ہیں تو وہ کہیں گے کہ آپ وہاں کیا لینے جاتے ہو؟ اگر آپ کہو گے کہ میں واصف صاحب کے پاس جاتا ہوں تو بھی وہ یہی کہیں گے کہ وہاں کیوں جاتے ہو کیا لینے جاتے ہو؟ تو کوئی ایسی ضرورت ہے جس کے لیے آپ آتے ہیں' اگر

بتاؤ گے تو بات سمجھ نہیں آئے گی' اس لیے آپ اپنے عمل کو نہ بتاؤ جب تک کہ دوسرا آدمی آپ کا ہم خیال نہ ہو۔ بحث نہ کرو' جھگڑا نہ کرو' جو مزارات پر نہیں جاتا ہے اس کو نہ جانے دو' یہ ضدی باتیں کرنے والے جو ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوالی جو ہے یہ حلال ہے یا حرام ہے؟ اگر کسی چشتی سے پوچھو تو وہ اور جواب دے گا کیونکہ وہ تو قوالی سنتا ہے۔ ایک آدمی نے ایک چشتی سے یعنی قوالی سننے والے سے پوچھ لیا کہ قوالی حلال ہے یا حرام؟ تو وہ کہتا ہے کہ حلالی کے لیے حلال ہے اور حرامی کے لیے حرام ہے۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی کہ آپ نے اس سے کیوں پوچھا کیونکہ وہ تو قوالی سن رہا ہے اور وہ یہ فعل کر رہا ہے۔ تو جو کوئی کام کر رہا ہے اسے کرنے دو' آپ یہ دیکھو کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ وہاں دعا مانگنے جاتے ہو کہ نہیں مانگنے جاتے ہو' آپ دعا مانگا کرو' یہ آپ سے ہم کہہ رہے ہیں اور یہ بات گھر میں کسی کو نہ بتانا' ہاں اگر کسی کو بتاؤ گے تو پھر حکم کیا ہے؟ منع ہے یعنی مت وسیلہ بناؤ۔ کیا کہا؟ کہ وسیلہ مت بناؤ اور اگر ایسا کرنا چاہو تو جا کر کر لینا۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے کہ آپ کسی آستانے پر جاؤ' بیٹھو' اگر آپ نے نیچے سر جھکا دیا تو گناہ ہے اور اگر سر جھک گیا تو ثواب ہے۔ کیا کہا؟ کہ اگر سر جھک گیا تو جائز ہے اور اگر آپ نے جھکایا تو ناجائز ہے۔ اس لیے جو کام فطرتاً" ہو جائے وہ کیا کرو۔ کسی آدمی کے ساتھ بحث نہ کرو۔ جو نہیں جانے والے ان کو مت بھیجو اور جو جانے والے ہیں ان کو جانے دو۔ بس آپ اپنی بات کرو۔

اودی او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

چلو اب دعا کرو اور آپ آئے بھی دعا کرانے کے لیے ہیں اور یہ اچھا ہے کہ دعا کرانی چاہیے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ اپنا راستہ دکھا اور اپنے محبوبؐ کا راستہ دکھا اور اپنے محبوبوں کے وسیلے سے ہم پر رحم فرما۔ یہی دعا ہے اور آج کی دعا اتنی ہی ہے کہ یا رب العالمین اپنے محبوبوں کے وسیلے سے ہم پر رحم فرما، فضل فرما۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

☆ ☆
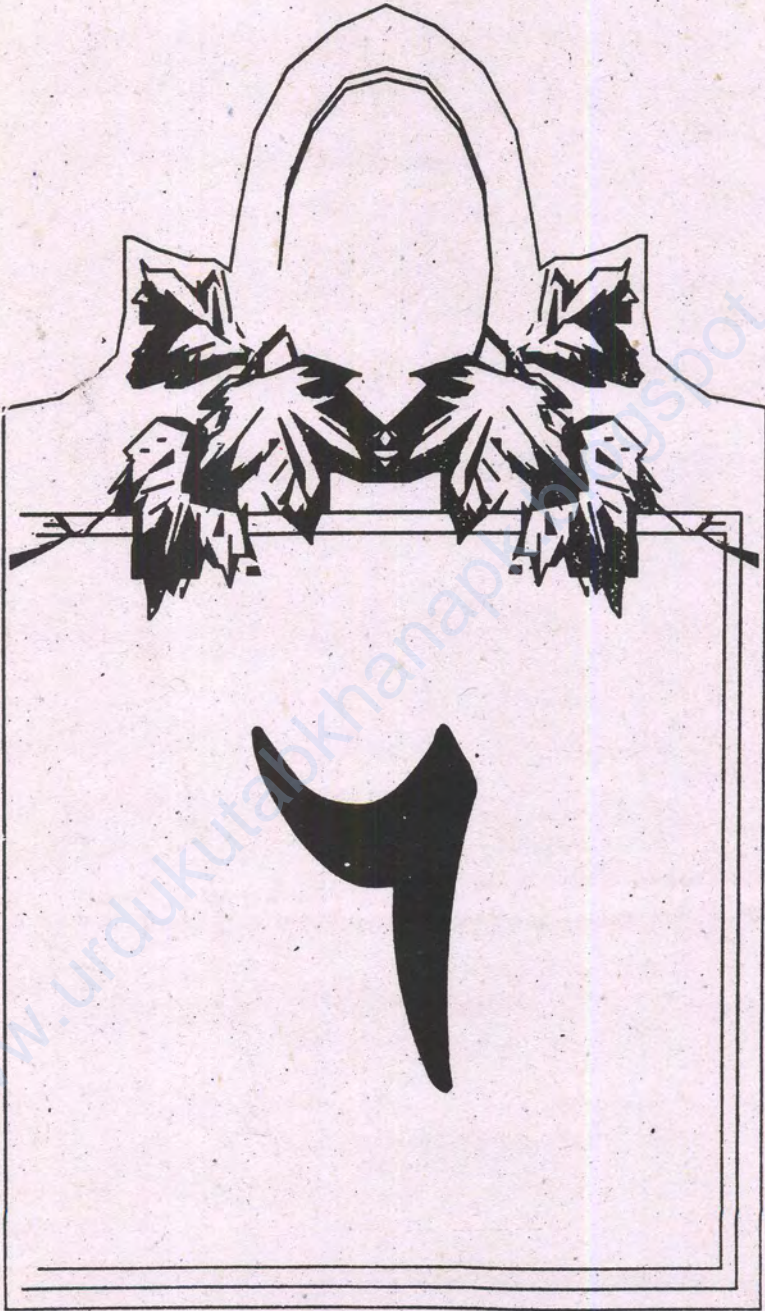
1- قریش مکہ رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے تھے کہ ہم جس دین پر قائم ہیں اس پر ہمارے آباء واجداد قائم تھے۔ تو اب ہم سب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

2- یکسوئی کا آپ نے فرمایا ہے تو یہ اصل میں کیا ہے؟

3- میں نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو جس ملک، جس دور اور جس زبان میں پیدا کیا گیا ہے آپ کو اسی ملک، اسی دور، اسی زبان میں عرفان ملے گا۔

4- آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقة الموت لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضوز اکرم ﷺ زندہ ہیں اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ ہم درود بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

سوال :۔

قریش مکہ رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے تھے کہ جس دین پر ہم قائم ہیں اس پر ہمارے آباؤ اجداد قائم تھے تو اب ہم سب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔

اس میں فرق یہ ہے کہ آج آپ کو پیغمبر تو نہیں ملا جس سے آپ نے کہنا ہے۔ اب اگر کہو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر پچھلے پیغمبر کے ساتھ چل رہے ہو تو پھر آپ کا یہ دین ٹھیک ہے۔ پیغمبر کی بات پر کسی اور دین کی وضاحت یا تسلیم کا بیان کرنا جہالت ہے اور اگر آپ ایک پیغمبر کو تسلیم کرتے آ رہے ہیں تو پھر تسلیم کرنا ہی جائز ہے۔ اگر کوئی اور پیغمبر آپ سے آ کر مل جائے کہ ہم آپ کو یہ دعوت دے رہے ہیں تو آپ یہ کہیں گے کہ ہم تو پرانے دین پر قائم ہیں' تو پھر یہ بات محلِ نظر ہے۔ لیکن آپ کو تو کوئی اور نبی نہیں ملا' اگر آپ کو نبی مل جائے تو پھر سوچنا پڑے گا کہ آپ پھر پچھلے نبی کی بات کیوں کر رہے ہیں' اس لیے آپ کا جو نبی ہے وہ صحیح ہے' آپ کا جو وعدہ' اقرار ہے وہ صحیح ہے اور آج کا جو نبی ہے وہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا بات تو بالکل آسان ہو گئی کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا یہ آپ نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ وہ اس لیے کہ انہوں

نے پیغمبرؐ سے کہا تھا کہ ہم اپنے پرانے دین پر قائم ہیں لہٰذا اب نیا دین کیوں قبول کریں۔ اور آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دین پر قائم ہیں اور اسی پر دائم ہیں اب اگر کوئی نئی دعوت دے گا تو وہ جھوٹا ہو گا۔ تو آپ کا مسئلہ تو پکا ہے۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی۔ اب آپ یہ نہ کہنا کہ ہمارا سوال تو وہی ہے جو ان کا سوال تھا' ہماری بات وہی ہے جو قریش کی بات تھی لیکن ہمیں کوئی پیغمبر دعوت تو نہیں دے رہا' آپ نے اس فرق پر غور نہیں کیا یا یہ فرق آپ کے خیال میں نہیں آیا۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اور نبی نہیں آئے گا تو اس کا مطلب بڑا سادہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اب یہی دین رہے گا' اب اس دین میں Amendment نہیں ہونی' تبدیلی نہیں ہونی۔ اگر اس کے مقابلے میں کوئی اور دین آ جائے جو کہے کہ دیکھو جی آپ نمازیں پڑھ پڑھ کر پاگل ہو جاتے ہو' آپ کو اس کا کیا فائدہ جب کہ اصل میں تو بات یہ ہے کہ خدمت تو اس جان کی کرنی ہے' چلو کسی اور طریقے سے کر لو یا دین کے بغیر ہی اچھا وقت گزر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو بھی کوئی دین آپ کے سامنے آئے' کسی رنگ کا آئے تو آپ نے وہ بھی نہیں ماننا' مثلاً" یہ خالصہ کا دین ہے" گورونانک کا کہنا ہے کہ یہ سارے دین آخر میں تو خدا کے پاس ہی پہنچتے ہیں' ہم آپ کو ڈائریکٹ خدا تک پہنچاتے ہیں تو بزرگوں نے کہا کہ خدا تک تو تُو پہنچا رہا ہے لیکن تیرا یہ دین گمراہی ہے کیونکہ ہم خدا تک ڈائریکٹ نہیں پہنچنا چاہتے بلکہ ہم رسالت کے ذریعے سے پہنچنا چاہتے ہیں' چاہے آپ اللہ والے بن جاؤ لیکن آپ اللہ والے بن کے بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ تو آپ پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے بنو پھر اللہ والے بنو۔ اس لیے آپ کا راستہ

بہت آسان ہے کہ رسالت کے ذریعے سے اللہ کریم تک پہنچو۔ بس یہی راستہ ہے اور یہاں سے بڑے لوگ گمراہ ہوئے۔ بندہ کہاں سے گمراہ ہوا؟ جب تو اُس دین والے نے کہا کہ بات تو گرُ کی ہے کہ واہ گرو کی جے' وہ "ہر" کی بات ہے' "ہری" کی بات ہے' وہ ہر رنگ میں جلوہ گر ہے' سب کھیل اسی کے ہیں' وہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے' دیکھو اس کے لیے ضروری تو نہیں کہ ماضی کا حوالہ ہو۔ اسلام ایک ایسا دین ہے کہ اس میں ہمیشہ ماضی کا حوالہ ہی رہے گا اور اس نے کبھی Fresh راستہ' تازہ راستہ اختیار نہیں کرنا کہ آؤ ابھی آپ کو تازہ راستہ بتاؤں' آپ خدا کے گھر کا نیا راستہ سن لو کہ اب آپ کو کسی بات کی ضرورت نہیں ہے' پرانی قبریں گرا دو' اب نئے واقعات چلیں گے۔ اب یہ گمراہی ہو گی' جھوٹ ہو گا' یہ جھوٹا ہو گا' اور یہ جھوٹا نبی ہو گا' اگر اب کوئی سچا نبی آئے پھر بھی وہ جھوٹا ہے کیونکہ اب سچا نبی بھی نہیں آ سکتا۔ آپ سب کو بات سمجھ آئی؟ کہ اگر آج سچا نبی آ جائے تو پھر بھی جھوٹا ہے' اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم آپ کو ڈائریکٹ اللہ سے ملاتے ہیں تو ڈائریکٹ اللہ سے ملنا گمراہی ہے' تو آپ اللہ سے کیسے ملو گے؟ اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے ملو گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا' تو ان لوگوں کے بغیر جو راستہ ہے وہ سیدھا راستہ ہو نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ کسی شخص میں طاقت ہو سکتی ہے لیکن وہ اسلام کا رنگ نہیں ہو سکتا' مثلاً" ایک بندہ ایسا بیٹھا ہوا ہے جس کی ساری دعا پوری ہو جاتی ہے' وہ دریا کے کنارے لنگوٹے میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ جو کہتا ہے وہ

بات پوری ہو جاتی ہے اور وہ جو کہتا ہے ٹھیک ہے' تو وہ طاقت والا ہو سکتا ہے لیکن وہ اسلام نہیں ہے! اسی طرح مجذوب بھی ہوتے ہیں لیکن وہ اسلام نہیں ہے۔ تو اسلام کیا ہے؟

لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم' تو یہ مکمل اسلام ہے لیکن خالی لا الہ الا اللہ اسلام نہیں ہے بلکہ یہ اسلام نہیں ہے بلکہ یہ اسلام ہے ہی نہیں! اس بات کو یاد رکھنا چاہیے۔ ہم اس اللہ کریم کو مانتے ہیں جس کے بارے میں اطلاع حضور پاک ﷺ نے دی ہے' ہمیں اللہ کی یہی سمجھ آئی ہے' آپ استغفار پڑھو اور موجیں کرو۔ اللہ تعالٰی نے ہمیشہ کے لیے یہ راستہ بتا دیا کہ میرا راستہ یہ ہے جو میرے محبوب ﷺ کا راستہ ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو ہماری اطاعت کرو' پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو حضور پاک ﷺ کے بغیر اللہ کا کوئی راستہ اگر ہو تو ہو مگر آپ کے لیے نہیں ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اب پیغمبر کے نہ آنے کا مطلب کیا ہے اور نبی کے نہ آنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ کہیں تم اللہ کے پاس آنے کا نیا راستہ نہ ڈھونڈھ لینا۔

تو آپ کو ادھر جانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ سب کچھ ادھر ہی ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ میرا گھر ہے تو بس یہ اللہ کا گھر ہے' ہر جگہ اللہ تو ہے لیکن اللہ نے وہ جو مرکزیت بنائی ہے تو اس مرکزیت کی قدر کرو اور ادب کرو۔ تو خانہ کعبہ مرکزیت ہے' اس کا ادب اور احترام ہونا چاہیے اور ہر مقام اللہ کا اپنا مقام ہے' اسی کو یکسوئی کہتے ہیں'

معنی ہے ایک رو ہو کے' سارے قبلہ رو ہو گئے تو یہ یکسوئی ہو گئی ورنہ تو فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر بھی آنکھ اٹھا کر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے' یہ ٹھیک ہے کہ آپ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو' ہر طرف اللہ کی بات ہے لیکن جب ایک مرکز بن گیا تو اب آپ مرکز کو قائم رکھو۔ جب ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں تو اب آپ ان کی کفالت میں چلو کیونکہ نیا راستہ کوئی نہیں ہے۔

سوال :۔

یکسوئی کا آپ نے فرمایا ہے تو یہ اصل میں کیا ہے؟

جواب :۔

یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ کسی ایسے مقصد کا اپنے لیے تعین کرنا جس مقصد پر باقی کے مقاصد نثار کر دیے جائیں۔ کیا کہا؟ کہ اپنے لیے کوئی ایسا مقصد مقرر کرنا جس مقصد کی خاطر باقی کے مقاصد قربان کرنا آسان ہو' تو یہ یکسوئی ہے۔ ہر راستہ ہر دوسرے راستے کی طرف جاتا ہے' دوسرے سے ملا ہوا ہے لیکن آپ کے گھر کو ایک ہی راستہ جاتا ہے' یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ سب راستوں سے راستہ لیتا ہوا انسان اپنی راہ چلتا جائے' یہ نہیں ہے کہ اس کو جھگڑا کرنا ہے بلکہ اس نے سیدھا راستہ لینا ہے۔ کائنات کی جو عظیم اشیاء ہیں وہ اپنے اپنے مدار میں یکسوئی سے گردش کر رہی ہیں لیکن انسان کے لیے دِقت ہوتی ہے کہ کبھی اِدھر چلا جاتا ہے' کبھی اُدھر چلا جاتا ہے' وہ بے چارہ ہے ناں' کبھی جلدی اٹھ جاتا ہے' کبھی دیر سے اٹھتا ہے اور کبھی اٹھتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو یکسوئی کا پیغام دیا جاتا ہے کہ تو سیدھا راستہ چلتا جا' اس راستے میں افکار

کی زیادہ ورائٹی نہ کرنا' زندگی میں زیادہ مقاصد نہ بنانا کیونکہ جو بہت سی زندگیاں گزارتا ہے اس کو بہت سی موتیں ہوں گی۔ تو ایک زندگی کو تو ایک ہی موت ہے اور جو بہت سی زندگیاں گزارے گا وہ بہت سی موتیں گزارے گا' انسان کہتا ہے کہ یہ بھی اس کا ہے' وہ بھی اس کا ہے' سیر بھی کرنا چاہتا ہے' کاروبار بھی کرنا چاہتا ہے' اگر گھر بیٹھ کر یا دوکان میں کاروبار کرنا چاہتا ہے تو پھر سیر نہیں کرے گا' اس لیے ایک خواہش ضرور مرے گی' مثلاً" ایک شخص بینکر ہو اور وہ ٹورسٹ بننا چاہے تو لازمی بات ہے کہ ایک شے پوری ہو گی اور دوسری پوری نہیں ہو گی' اس لیے آپ ایک چیز دیکھیں کہ دنیا کے اندر جتنے بھی یکتا آرٹسٹ ہوئے' رائٹر ہوئے' ان کا سفر ایک سمت کا تھا۔ تو یکسوئی کا معنی ہے کہ ایک مقصد کی طرف رجوع کرنا اور باقی کے جو مقاصد ہیں' رجوع ہیں ان کو روک دینا یا کم کر دینا۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں کہ باقی زندگی کو بیلنس کر لو اور ایک شے کو Excess کر لو کہ کھا بھی لیا' پی بھی لیا' بیلنس ہے' آنا ہے' جانا بھی ہے' کاروبار بھی ہے لیکن وہ ایک شعبہ جو یکسوئی والا ہے وہ Excess کر لو' وہ بڑھا لو۔ اس کو عام طور پر یہ بھی کہتے ہیں کہ جیسے وہ پنہارن لڑکی ہے جو پانی بھر کر آ رہی ہے اور اپنی سکھیوں سہیلیوں سے باتیں بھی کر رہی ہے لیکن اس کا دھیان گھڑے کی طرف ہے اور اس کی گھاگھر چھلکتی نہیں ہے۔ تو اس کو اس طرح بتایا گیا کہ یکسوئی کی بات جو ہے وہ پنہارن سے پوچھ کہ سب سکھیوں سے باتیں کرے اور دھیان گھاگھر کے بیچ رہے۔ تو اس نے اپنے دھیان کو کام میں رکھا ہوا ہے۔ تو یکسوئی کا معنی ہے کہ اپنے مقصد کی نگرانی کرنا جب کہ بظاہر دیگر مقاصد

میں رہنا لیکن کان ادھر ہی لگے رہیں۔ مثلاً" بچے جیسے چھٹی کی گھنٹی کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ بظاہر وہ اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں لیکن خیال ادھر ہوتا ہے' یکسوئی ادھر لگی ہوئی ہے۔ تو یکسوئی کا معنی یہ بھی ہے کہ جس چیز کا آپ کو انتظار ہو' تو ایسی چیز بھی آپ کے لیے یکسوئی کا باعث ہے۔ حسنِ انتظار' حسنِ تڑپ' حسنِ نگاہ' اور حسنِ خیال' یہ ساری یکسوئی کی باتیں ہیں۔ یکسوئی جو ہے یہ روح کے سفر سے آتی ہے' روحانی سفر سے یکسوئی ملتی ہے' وجود جو ہے یہ یکسوئی میں نہیں جا سکتا' یہ گرمی میں گرم ہو جائے گا' سردی میں ٹھنڈا ہو جائے گا' اس کا لباس بدل جائے گا' اس کے انداز بدل جائیں گے' یہ جاگے گا' سوئے گا' روئے گا کیونکہ یہ وجود ہے مگر روح کا ایک ہی موسم ہے اور وہ یکسوئی کا موسم ہے' وہ چاہے دوستی کا سفر ہو۔ تو روح کا عام طور پر ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ یکسوئی جو ہے یہ اللہ کی مہربانی سے عطا ہوتی ہے' اسے عزم بھی کہتے ہیں' Ambition بھی کہتے ہیں۔ وہ چیز جو آپ کو Restless کرے' وہ چیز جو آپ کو سونے نہ دے' وہ چیز جو آپ کو غافل نہ ہونے دے' اسے یکسوئی کہتے ہیں۔ وہ چیز جو انسان سے زندگی مانگے تو وہ زندگی دینے کے لیے تیار ہو جائے' اس کی قیمت کتنی ہے؟ جو آپ کے پاس ہے' Available ہے اور وہ ساری قیمت دینی پڑے تو بھی وہ ادا کرنے کو تیار ہو' تو ایسے انسان کو بولیں گے کہ وہ یکسوئی والا ہے' قبلہ رو ہے' اس کو گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں ہے' اسے یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کہاں سے کہاں جا رہا ہے' بس جا رہا ہے اور چلتا جا رہا ہے' اس کی مثال دریا کی سی ہے کہ وہ اپنے خیال میں چلتا جا رہا ہے' کناروں سے جھگڑا' ساحلوں سے

جھگڑا، اِدھر اُدھر چلتا جا رہا ہے مگر چلتے چلتے سمندر سے مل گیا' بس اس نے اپنے راستے پر چلنا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی ہے' اس کو کہا گیا کہ یہ چٹھی ڈاک خانے میں ڈال آؤ' اب آپ نے اس کو چٹھی ڈالنے کے لیے بھیجا ہے تو یکسوئی و"ا بندہ کیا کرے گا؟ چٹھی لے جائے گا اور ڈال آئے گا اور جو جھگڑے والا ہے اس سے کسی نے راستے میں کہا کہ کدھر جا رہا ہے تو وہ اس سے جھگڑنا شروع کر دے گا اور چٹھی وہیں رہ جائے گی۔ تو جو کام وہ کرنے جا رہا تھا وہ وہیں رہ گیا' اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو کام کہا تھا' اس کا کیا بنا تو کہتا ہے کہ جی راستے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ تو جس کا راستے میں جھگڑا ہو گیا وہ آدمی یکسوئی سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ جھگڑا جو ہے یہ مقصد سے محروم کر دیتا ہے۔ عام طور پر لوگوں کا جھگڑا اسلام کے نام پر ہوتا ہے کہ جس کو تھوڑا تھوڑا اسلام حاصل ہو جائے وہ اللہ کو سپورٹ کرنے کے لیے جھگڑا کرتا ہے' اللہ آپ کی سپورٹ نہیں چاہتا' سب سے پہلے آپ خود اللہ کے لیے سپورٹر بنیں کہ آپ اللہ کے حکم کو اپنے اوپر نافذ کرو' پھر آپ یہ دیکھیں کہ اللہ آپ پر راضی ہے کہ نہیں ہے اور جب تک آپ کو اپنے اوپر اللہ کے راضی ہونے کا یقین نہ آئے آپ دوسروں کو کیا اللہ کے حوالے کرتے جا رہے ہیں۔ اس لیے آپ پہلے اپنا قصہ نبیڑ لو' ابھی آپ کا اپنا قصہ پڑا ہوا ہے' انا انذرنکم عذاب قریبا یوم ینظر المرء اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو ایک ایسے دن سے ڈراتا ہوں کہ جو عذاب کا دن ہو گا اور آپ دیکھ لو گے۔ اللہ کریم عذاب کا فرماتے ہیں تو عذاب کا معنی وہ دن ہے جب آپ کا اعمال نامہ آپ کے سامنے آ جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ کچھ

لوگوں کا حساب ہو گا اور کچھ کا نہیں ہو گا بلکہ سب کے لیے مجموعی طور پر فرمایا ہے۔ تو اگر اعمال نامے کے مطابق رزلٹ آئے تو یہ عذاب ہی ہے کیونکہ انسانی اعمال نامہ کبھی اتنا طاقت ور نہیں ہوتا کہ انسان بہت کامیاب ہو جائے' بلکہ اس میں ساری رعایت ہی ہوتی ہے۔ تو آپ لوگ اس بات کا خیال رکھنا کہ تبلیغ وہ آدمی کرے جس کو اپنا خطرہ ٹل گیا ہو' جس کو اپنی نماز کے منظور ہونے کی اطلاع آگئی ہو وہ دوسروں کو کہے کہ آپ بھی اس طرح نماز پڑھا کرو۔ تو اللہ کے نام پر اللہ کے بندوں میں' اللہ کے دین کے لیے فساد پیدا کرنا' یہ اللہ کی منشاء نہیں ہے اور یہ اللہ کے بندوں کی شان نہیں ہے۔ آپ محبت سے لوگوں کو قائل کرو اور طاقت وہ استعمال کرے جو امیرالمومنین ہو کہ اس کی سلطنت میں کچھ لوگ اسلام کا کہنا نہیں مانتے۔ تو وہ امیرالمومنین قوت استعمال کرے' امیرالمنافقین کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ وہ امیرالمومنین ہو یعنی مومنوں کا امیر ہو' تو گویا کہ مومن بھی ہونے چاہئیں تاکہ وہ ان کا امیر ہو۔ تو ایک مسلمان ہوتا ہے اور ایک مومن ہوتا ہے۔ اگر مسلمان دیکھو تو کئی سیاستدان مسلمان تو ہیں مگر ملک دشمن ہیں' تو ملک دشمن بھی مسلمان ہیں' اسلام دشمن بھی مسلمان ہیں' کچھ مسلمان سوشلزم مانگتے ہیں' کمیونزم بھی مانگتے ہیں اور یہ سب کہنے والے ہیں تو مسلمان ہی لیکن مومن جو ہے وہ سوائے ایمان کے اور کچھ نہیں مانگے گا' وہ کہتا ہے کہ وہی ہونا چاہیے جو اللہ چاہے۔ مومن کو کوئی کہتا ہے کہ غریب ہو جاؤ گے تو وہ کہتا ہے کہ غریب ہوتا ہوں تو غریب سہی۔ دوسرے کو کوئی کہتا ہے کہ آپ کو رات کو روٹی ملے گی لہٰذا آپ اسلام کو چھوڑ دو تو بے شمار لوگ

ہاتھ کھڑا کر دیں گے کہ روٹی کپڑا اور مکان تو ملتا ہے' اسلام کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ یہ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں لیکن مومن کون ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ ہم Compromise نہیں کریں گے' سمجھوتہ نہیں کریں گے

دین کو دے کر دولتِ دنیا مل بھی جائے تو میرے کس کام کی

زیادہ ایمان میں داخل ہونے والے وہ ہیں جو رزق کا بہت خیال نہیں رکھتے' جھگڑا نہیں کرتے اور فساد نہیں کرتے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے ڈائیلاگ کیا تھا کہ اللہ کریم آپ کیا بنا رہے ہیں کہ یہ تو زمین پر جا کر خون بہائے گا من یفسد فیھا ویفسک الدماء ونحن نسبح بحمدک یہ انسان زمین پر فساد کرے گا' خون بہائے گا اور جھگڑا کرے گا جب کہ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ گویا کہ جھگڑا کرنا انسان کی فطرت ہے اور جھگڑا نہ کرنا' یہ آپ پر اللہ کا اعتماد ہے۔ آپ لوگ اس کے اعتماد کو پورا کرو کیونکہ فرشتے کہتے تھے کہ یہ جھگڑا کرے گا' اللہ نے کہا کہ یہ جھگڑا نہیں کرے گا۔ گویا کہ آپ لوگ جھگڑا نہ کرو۔ جس آدمی کو آپ اپنی زندگی کی آسائش دے سکتے ہو' سردی میں اپنا کوٹ اتار کر دے سکتے ہو اس کو اپنا ایمان دو' جب کہ آپ اس کو ایمان دیتے ہو لیکن پیسہ نہیں دیتے ہو' کیونکہ ایمان سے آپ لوگ بیزار ہو چکے ہو' کہتے ہو کہ چلو آپ ہمارا ایمان ہی لے لو اور پیسہ آپ نے دینا نہیں ہے کیونکہ آپ کو پیسے سے پیار ہے۔ تو جس شخص کو پیسے سے پیار ہے وہ کسی کو ایمان نہیں دے

سکتا۔ تو ایمان دینا یا اسلام دینا کس آدمی کا کام ہے؟ وہ آدمی جو اپنا حصہ بھی دے سکے۔ تو جو شخص کسی کو آسائش نہیں تقسیم کرتا وہ ایمان کیسے تقسیم کر سکتا ہے۔ آپ اسے جنت تو دیتے ہو لیکن اس کو دنیا میں سے کچھ نہیں دیتے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے دوائی لے دو تو آپ کہتے ہو کہ پہلے کلمہ پڑھو تو پھر دوائی ملے گی۔ تو گویا کہ آپ اس کو آسائش بھی نہیں دیتے اور اس کی ضروریات بھی پوری نہیں کرتے' اسے محبت بھی نہیں دیتے اور اس کو حکم کے طور پر ڈانٹ دیتے ہو کہ چل نماز پڑھ یعنی کہ ہم مشکل میں ہیں لہٰذا تو بھی مشکل میں آ۔ اس لیے یہ تبلیغ جو ہے یہ جائز نہیں ہے' تبلیغ محبت کی ہے' مائل کرنے کی ہے' قائل کرنے کی ہے اور گھائل کرنے کی بالکل نہیں ہے' جھگڑا کرنے کی تو بالکل نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ اس کو آپ نے کیوں مارا؟ کہتا ہے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا اس لیے اس کو مار دیا جائے' اب یہ جو ہے یہ قتل ہے۔ تو دوسرے آدمی کو نماز کی افادیت اپنی محبت کے ساتھ بتاؤ۔ مگر آپ میں محبت ہے نہیں لیکن تبلیغ ہے۔ تو اگر محبت نہ ہو اور تبلیغ ہو تو یہ گمراہی ہے۔ بغیر تعلق کے تبلیغ نہ کرو اور تعلق وہ جب وہ شخص آپ کے کہنے میں آکر آپ کے ساتھ چلے۔ اگر آپ کا ہندو کے ساتھ تعلق ہو تو آپ مندر میں چلے جاؤ گے کہ وہ آپ کے دوست کا گھر ہے' چلو مندر سے ہو آئیں۔ تو اگر آپ کی کسی آدمی کے ساتھ دوستی ہے تو وہ آپ کے دین پر چلے گا اور اگر دوستی نہیں ہے تو وہ آپ سے بیزار ہو گا اور آپ کے دین سے بیزار ہو گا۔ تو دشمن کو کبھی تبلیغ نہ کرو' اس کو اس وقت تک تبلیغ نہ کرو جب تک اس کے ساتھ دوستی نہ کر لو۔ ایسا نہ کرنا جیسے تبلیغ کو لاٹھی کی طرح

پھینکتے ہیں، جھگڑا نہیں کرو گے تو کبھی جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑے کے بارے میں میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ ایک شخص نے ایک کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے دوسری کتاب پڑھ لی' ایک آدمی کو ایک مولوی مل گیا اور دوسرے کو دوسرا مولوی مل گیا' اس نے اس کو بات پکی کر دی' اس نے اس کو بات پکی کر دی کہ دیکھو یا رسول اللہ ﷺ کہنے والی کوئی بات ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ کل نفس ذائقة الموت کہ جو بھی یہاں آیا سب کو مرنا ہے اور آج کل کے حالات میں یہ کہنا کہ حیات النبی ﷺ ہے' کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ زندہ ہیں' یہ تو اسلام کے خلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ ہاں یہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہیں' پھر دوسرے نے کہا کہ اگر حضور پاک ﷺ زندہ نہیں ہیں تو پھر کلمہ کیسے رہ سکتا ہے۔ اب یہ باتیں الگ الگ دونوں پر نازل ہوئی ہیں اور پھر دونوں آپس میں Clash کر گئے' جھگڑا کر گئے' اور پھر یہ بیان کرنے والے رخصت ہو گئے' ایک نے کچھ بیان کیا تھا اور دوسرے نے کچھ اور بیان کیا تھا' تو درمیان میں فرق آ گیا۔ اس لیے اب ضروری ہے کہ اسلام کے حوالے سے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا نہ کرو' جھگڑا نہ ڈالو' پھر آپ کے لیے یہ بہتر ہو جائے گا۔ تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ جھگڑا نہیں ہونا چاہیے' اسلام کے نام پر' تبلیغ کے نام پر اور حالات کے نام پر مسلمانوں میں جھگڑا نہیں ہونا چاہیے۔ بس آپ لوگ یکسو ہو کر اپنا عمل جاری رکھیں۔ یکسوئی کی ایک مثال ایسی ہے کہ ایک بچہ رو رہا ہے کیونکہ اس کو پنڈلی میں درد ہو رہا ہے یا کوئی سا بھی درد ہے یا بچے کا کھلونا ٹوٹ گیا ہے' اس

کی کل کائنات کھلونا ہے جو ٹوٹ گیا ہے' اب وہ رو رہا ہے' اب آپ نے اس کو تھپڑ لگا دیا پھر بھی وہ رو رہا ہے مگر اب اس کی یکسوئی ٹوٹ گئی کیونکہ اس کو کھلونے کا درد نہیں ہے بلکہ تھپڑ کا درد ہے' اس کی وجہ ہی بدل گئی۔ تو مرد وہ ہے جس کی یکسوئی نہ بدلے اگرچہ آپ کہیں کہ اس کو دریا میں پھینکو' تب بھی وہ وہی رہے گا اور کہو کہ موت میں پھینکو تب بھی وہ وہی رہے۔ تو کلمہ وہ پڑھو جو موت کے بعد بھی Same جاری رہے۔ تو یکسوئی کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو خیال آپ نے اپنایا ہے وہ خیال ہمہ حال قائم رہے' زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر یہ بات قائم رہتی ہے۔ ہاں بولو! سب سوال کرو.......

سوال :۔

میں نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو جس ملک' جس دور اور جس زبان میں پیدا کیا گیا ہے آپ کو اسی ملک' اسی دور' اسی زبان میں عرفان ملے گا۔

جواب :۔

مقصد یہ ہے کہ عرفانِ الٰہی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو عربی زبان میں پکارو۔ مقصد یہ ہے کہ جس علاقے میں آپ پیدا ہوئے اس علاقے کی ذمہ داریاں' اس علاقے کی زبان' اس علاقے کی فضا' اس علاقے کی لوکل Symbolic ' تشبیہات اور اشاروں کے اندر آپ کو بات سمجھائی جا سکتی ہے اور سمجھ آ سکتی ہے۔ نماز کے لیے عربی کا مضمون مکمل ہو گیا۔ اب اگر آج آپ یہ فیصلہ کریں کہ لحن کے ساتھ' اس زبر زیر کے ساتھ' اس آواز کے ساتھ جیسے وہاں قرآن پاک پڑھا جاتا

ہے، ویسے ہی آپ یہاں کے رہنے والے پڑھنا شروع کرو تو میرا خیال ہے کہ اس کے لیے دس زندگیاں چاہئیں، تب بھی آپ قرآن پاک کو ویسا نہیں پڑھ سکتے جیسا وہ پڑھتے ہیں۔ اس وقت صرف پڑھنے کی بات کر رہے ہیں اور اگر آپ یہ کہو کہ معنی میں بھی آپ اس طرح عارف ہو جائیں جیسے صاحبانِ زبان ہیں تو یہ بڑا مشکل ہو گا، پھر تفسیر آ جائے گی اور یہ بھی بڑا مشکل ہے اور اتنے عرصہ میں زندگی گزر جائے گی۔ مثلاً محبت جو ہے یہ انسان سے ہوتی ہے زبان سے نہیں ہوتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ بے شمار فقیر، درویش ایسے ہیں جن کی پرانے بزرگوں کے ساتھ محبت اور تعلق قائم ہے، مشاہدہ بھی قائم ہے اور اِن کی زبان جو ہے وہ اور ہے اور اُن کی زبان اور ہے لیکن مشاہدے کی زبان ایک ہے۔ اب کوئی آدمی کسی کو آ کر یہ کہے کہ مجھے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہو گیا، بات بھی ہو گئی اور اگر یہ عربی نہیں جانتے تو بات کیسے ہو گئی؟ بس بات ہو گئی، تو جب یہ بات ہو گئی تو سمجھ لو کہ واقعی بات ہو گئی۔ تو اب یہ زبان جو ہے ناں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ العلم، علم کا شہر ہیں وہاں علم مکمل کوائف کے ساتھ ہر زبان میں موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس زبان میں آپ کو پیدا کیا آپ کو اس زبان میں جلوے آ سکتے ہیں۔ تو یہاں کے جو عام الفاظ ہیں کہ رانجھا لوکل زبان ہے، ہیر لوکل زبان ہے، اب اس استعارے کے اندر بزرگوں نے عرفان بیان کر دیا کہ ہیر کیا ہے؟ رانجھا کیا ہے؟ اور دونوں کو وارث شاہؒ نے عرفان بنا دیا حتیٰ کہ پھر آپ حال کھیلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

تو یہ کیا ہوا کہ یہ بندہ کہہ رہا ہے کہ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپ رانجھا ہوئی، تو وہ حال میں کہہ رہا ہے یہ "انا الحق" ہے گویا کہ انا الحق یعنی۔ اللہ کا ایک نام بن گیا۔ اور یہ آپ کی لوکل زبان میں بن گیا۔ اسی طرح اور بھی آپ کی زبان میں بیان ہوئے جیسے سسی پنوں، تو پنوں بھی اس کا ایک نام ہے اور یہ لوگوں نے بنا لیا اور یہ ایک واقعہ اپنی زبان میں بن گیا۔ میاں محمد صاحبؒ عارف ہیں اور سارا عرفان جو ہے وہ "سیف الملوک" میں بیان کر دیا۔ آپ حضرت سلطان باہوؒ کو دیکھیں کہ وہ کہتے ہیں کہ۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی

"چنبے دی بوٹی" پنجابی کا لفظ ہے اور یہ عربی کا لفظ نہیں ہے عربی میں "چ" تو ہوتی نہیں ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہوَ

اب "چنبے دی بوٹی" کہہ دینا ایک لوکل تشبیہہ ہے یعنی کہ پنجابی کی تشبیہہ ہے لیکن مکمل تشبیہہ ہے۔ اس طرح بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ آپ کا عرفان جو ہے وہ اسی طرح چلتا آیا اور اس زبان کے محاوروں میں بات سمجھ آ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کو نہیں سمجھ سکتا اور ہم اللہ کو کیسے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ہم پنجابی لوگ ہیں، وہ کہاں ہم کہاں؟ اس بات کو بھی پیر مہر علی شاہؒ عرفان میں کہہ گئے اور یہاں وہ اللہ تعالیٰ کو "مِتر" کہہ گئے یعنی دوست، محبوب کہہ گئے۔

اج سک متراں دی ودھیری ہے
کیوں دلڑی اداس گھنیری ہے

لوں لوں وچ شوق چنگیری ہے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

یعنی مجھے آج دوست کی بڑی یاد آ رہی ہے اس لیے دل بڑا اداس ہے' میرے رُوں رُوں میں اس شوق نے آگ لگائی ہوئی ہے اور آنکھوں سے برسات جاری ہے۔

اور یہ کہ ۔

کتھے مہرؔعلی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یعنی میں مہر علی کہاں اور تیری تعریف کہاں۔ میری یہ گستاخ نگاہیں نجانے کہاں جالڑی ہیں۔

وہ فقراء کی بات سن کر روتے رہتے تھے اور حضور پاک ﷺ کے حوالے سے "سارباناً مہرباناً" کہہ گئے۔ تو گویا کہ یہ جو ہے کہ کبھی لوکل زبان میں "گرو" کہہ دیا اور گریب نواج کہہ دیا خواجہ غریب نوازؒ کو تو گریب نواجؒ ہندی کا لفظ ہے' نام تو ان کا خواجہ معین الدینؒ ہے مگر گریب نواجؒ کہہ کر لوکل محاورے میں ایک بات آگئی اور پھر کہتے گئے۔ داتا صاحبؒ کا نام لیں تو "داتا" بھی ہندی کا نام ہے جس کا معنی ہے دینے والا' سخی اور یہ فارسی کا لفظ نہیں۔ تو گنج بخشی اور لفظ ہے اور داتاؒ اور لفظ ہے۔ یہ اپنے اپنے علاقے میں ہندی کے محاورے میں ہندی کے حساب سے ہے' پنجابی کے محاورے میں پنجابی کے حساب سے ہے' فارسی کے محاورے میں فارسی کے حساب سے ہے اور چین کے محاورے میں چین کے حساب سے ہو گا۔ اب آپ یہ بات دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ کوئی ایسا طبقہ نہیں ہے جس میں ہم نے اپنا کوئی ہادی نہ بھیجا ہو' گویا کہ اس زبان اور اس خیال میں ہادی آ سکتا ہے۔ اب چونکہ ہادی آخرالزماں ﷺ تشریف لائے ہیں' ہدایت اس زباں میں ہو سکتی ہے' اس زبان میں آپ کا عشق پرورش پا سکتا ہے جس زبان مین آپ پیدا ہوئے ہیں اور اس عشق کی ایک انتہائی منزل عرفان ہے۔ تو آپ کا اپنے علاقے میں' اپنی زبان میں' اپنے لوگوں میں عرفان کا واقعہ جو ہے وہ مکمل ہو سکتا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ میاں زبان کی دوری تھی اس لیے ہم کیسے سمجھ سکتے تھے' تو عربی بولتا تھا' ہم پنجابی بولتے تھے اور تیرا میرا تو آمنا سامنا ہی نہیں ہوا۔ تو آپ کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے۔ چلو اگر آپ عربی نہیں بول سکتے تو وہ تو پنجابی بول سکتا ہے' آسان سی بات ہے۔ لہٰذا آپ اسے اگر پنجابی میں پکارو تو وہ آپ کو پنجابی میں جواب دے گا' پنجابی کی دعائیں جو ہیں وہ عربی والے خدا کے پاس پہنچ جاتی ہیں اور بڑی آسانی سے پہنچ جاتی ہیں اور وہ آپ کو پنجابی میں جواب دیتا ہے۔ لہٰذا آپ کا اپنی زبان میں ہونا عرفان کے لیے کافی ہے۔ اس میں زبان کی دِقت کوئی نہیں ہے اور نہ ماحول کی دقت ہے۔ ایک آدمی غریب ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں کیسے اللہ کو پکار سکتا ہوں مگر غریب جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوئے۔ بے شمار ایسے غریب ہیں جو بہت ہی غریب تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بہت ہی قریب تھے۔ تو اللہ کے تقرب کے لیے نہ زبان رکاوٹ ہے' نہ ملک رکاوٹ ہے' نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی رکاوٹ ہے' نہ بینائی رکاوٹ ہے' نہ اندھیرا رکاوٹ ہے بلکہ رکاوٹ ہے ہی کوئی نہیں۔ بس صرف من ناپاک نہ ہو۔ اگر نیت پاک نہیں ہے تو پھر رکاوٹ

ہے۔ ہر بندہ، ہر زمانے کا، ہر انداز کا، ہر خیال کا، ہر کیفیت کا، امیری کا، غریبی کا، تنہائی کا، جزیرے کا جو بھی ہے، کائنات ساری اس کی اپنی ہے کیونکہ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے۔ تو آپ جہاں بھی ہو، پہاڑ پر ہو، صحرا میں ہو، تنہائیوں میں ہو، غاروں میں ہو، پھر بھی آپ اس کے قریب ہو سکتے ہو۔ اس لیے یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے اس کا پتہ نہیں چلا کیونکہ میرے پاس زبان نہیں تھی۔ تو آپ اسے اپنی زبان میں پکاریں۔ آپ دیکھو کہ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں لیکن زبان میں لکنت ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں، تو ظاہری زبان کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ تو اللہ سے اپنی زبان میں بات کرنا چاہیے کیونکہ اللہ سے بات ہوتی ہے تو اللہ بات سنتا ہے اور اللہ جواب دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں لیکن زبان میں لکنت ہے اور اللہ تعالیٰ اس زبان پر خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح "س" اور "ش" کی بات ہو تو حضرت بلالؓ یاد آتے ہیں، ان کا یہ تلفظ تو ٹھیک نہیں ہے لیکن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہی آواز پسند ہے اور ہمیشہ سے وہی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے یہ کسی خاص Language کی زبان کی بات نہیں کر رہا کہ یہ زبان بولو۔ داتا صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہمیں پتہ چلا کہ ایک علاقے میں ایک درویش ہے، ہم اس کی زیارت کرنے چلے گئے، اس کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، اس کا قرآن شریف کا تلفظ کچھ صحیح نہیں تھا، ہم نے اس کی نماز چھوڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی کہ اس کے الفاظ صحیح نہیں ہیں، نشست و برخاست صحیح نہیں ہے اور یہ الفاظ حلق سے نہیں نکل رہے۔ سلام دعا کر کے چلے گئے لیکن ان سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم واپس سفر پہ جا رہے تھے

کہ ہمارا جنگل سے گزر ہوا' دیکھتے ہیں کہ ایک شیر میری طرف لپک کر آ رہا ہے' ہم گھبرا گئے کہ اب کیا ہوتا ہے' اتنے میں دیکھتے ہیں کہ وہی مسجد والا بابا عصا ہاتھ میں لیے چلا آ رہا ہے اور شیر سے کہتا ہے کہ ہمارے مہمان کو تنگ کیوں کرتے ہو' چلو بھاگ جاؤ اور وہ شیر بھاگ گیا۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ مقام کہاں سے پایا؟ تو انہوں نے کہا کہ تو تلفظ ٹھیک کر' تجھے ان مقاموں سے کیا واسطہ! تو پتہ یہ چلا کہ بات تلفظ کی نہیں ہے بلکہ بات نیت کی ہے۔ تو بات صرف اتنی ساری ہے کہ ایک دنیا ہے اور ایک دین ہے اور بات ساری نیت کی ہے۔ داتا صاحبؒ نے ایک اور خوب صورت واقعہ لکھا کہ ہم ایک اور بزرگ سے ملنے کے لیے گئے' کیونکہ انہیں جس درویش کی بھی اطلاع ملتی تھی یہ لوگ وہاں جاتے تھے کیونکہ وہ اچھی نیت والے لوگ تھے۔ یہ اس طرح ہے جیسے آپ کو کہیں سے اطلاع ملے کہ کاروبار بہتر ہو سکتا ہے تو ضرور آپ جاؤ گے کیونکہ اپنے اپنے کلائنٹ کی تلاش ہوتی ہے۔ ان کو اپنی تلاش ہوتی تھی' آپ کو اس درویش کی اطلاع ملی تو آپ وہاں گئے۔ آپ کے ساتھ دو اور درویش بھی گئے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے راستے میں سوچ لیا کہ کوئی شرط رکھ لی جائے' اگر وہ پوری کر دے گا تو درویش ہو گا۔ خیر ہم تینوں گئے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس قصیدہ امام زین العابدین علیہ السلام نہیں ہے' مجھے قصیدہ چاہیے' وہ کاغذ میرے سے گم ہو گیا تھا اور یہ قصیدہ ان سے لینا چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میری تلی میں درد ہے اور اس سے مجھے نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے' اس تکلیف سے میں نجات چاہتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ فقیر کے پاس

جا رہے ہیں تو اچھا ہے کہ مجھے حلوہ چاہیے۔ خیر ہم تینوں چل پڑے۔ وہ درویش ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے' وہاں جا کر ہم نے سلام عرض کیا اور ادب سے بیٹھ گئے' وہ درویش مجھے کہنے لگے کہ وہ دیکھو دیوار پر قصیدہ لکھا ہوا ہے اسے آپ نوٹ کر لیں' دوسرے سے کہا کہ ادھر آؤ میں دم کروں تاکہ تیری تلی ٹھیک ہو جائے اور تیسرے سے کہا کہ بازار سے جا کر حلوہ خرید لو اور کھاؤ کیونکہ بازار کی چیز بازار سے ملتی ہے' وہ چیز ہمارے پاس کیوں ملے گی' وہ تو بازار سے ملے گی کیونکہ دنیا دنیا داروں کے پاس ملے گی۔ اب یہ سارے واقعات جو ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر علاقے کی اپنے انداز کی کہانی ہے اور اپنے انداز میں عرفان بیان ہوا' لوکل ڈائیلاگ میں بیان ہوا' لوکل محاوروں میں بیان ہوا۔ ان کے محاورے بھی اور ہیں کہ۔

کلمہ پیر پڑھایا باہوؒ تے میں سدا سہاگن ہوئی

اب "سدا سہاگن" ایک محاورہ ہے' یہ انڈیا کا محاورہ ہے اور اس کا کوئی اور ہی معنی ہوتا ہے۔ تو یہ جو عرفان ہے اپنے اپنے علاقے میں' اپنی اپنی زبان میں بیان ہوتا ہے۔ تو آپ اپنی زبان کے اندر سے عرفان تلاش کرو۔ دوسرے کی زبان میں جا کر آپ اس کے ساتھ Inrteract نہیں کر سکو گے' مثلاً" آپ کو انگریزی میں عرفان نہیں ملے گا۔ Your God, God Almighty کہنے سے وہ کیفیت نہیں پیدا ہو گی اور یہ جو کہا گیا ہے۔

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم

یعنی میں اس کے خیال میں کہاں سے کہاں چلا گیا تو یہ کہنے سے

ہی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور جب یہ کہیں گے کہ

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسرو

محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

یعنی اس لامکاں کی محفل میں اللہ تعالیٰ خود میرِ مجلس تھے اور حضور پاک ﷺ شمعِ محفل تھے لیکن پتہ نہیں کہ میں اس رات کہاں تھا۔ اگر آپ اس کا انگریزی ترجمہ کر لو تو کیفیت نہیں رہے گی۔ تو انگریزی کیفیت میں یہ واقعہ نہیں ہے۔ سکھوں کے اندر بزرگوں کا کلام بیان ہو رہا ہے لیکن کیفیت نہیں ہے' مہاراج گورو نانک آپ کے اسلام سے سارا عرفان لے کر' نچوڑ لے کر توحید بیان کرتے رہے' لیکن اس نے رسالت Minus کر دی' رسالت نکال دی کیونکہ رسالت کے مقام پر وہ خود کھڑے ہو گئے تھے' دعویٰ کر نہیں سکتے تھے کیونکہ مار پڑتی ہے' اور توحید جو ہے یہ مسلمانوں سے لے کر وہ بیان کر گئے' نتیجہ یہ ہے کہ بہت سارے لوگ ان کے دام میں آگئے۔ پھر کسی وقت آپ لوگوں کا اچھا وقت آیا تو آپ یہ بیان کر دینا' پھر یہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تو یہ اتنا سارا واقعہ ہے کہ زبان اپنی جگہ پر بیان کرنے کے لئے Sufficient ہوتی ہے' کافی ہوتی ہے۔ ہاں اور سوال بولو...... ہاں آپ پوچھو اور آپ کو پوچھنا چاہیے......

سوال :۔

آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت لیکن لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور حدیث شریف بھی ہے کہ ہم درود بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔

اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں اس کا شعور نہیں۔ تو اللہ کی راہ میں مارے جانے والے زندہ ہیں اور اللہ کے محبوب پاک ﷺ کے عشق میں مرنے والے شہید ہیں یعنی جو حضور پاک ﷺ کی آن پر مر مٹے وہ شہید ہی ہو گئے۔ جو حضور پاک ﷺ کی آن پر مر مٹے وہ شہید ہے تو پھر آقا ﷺ کا کیا مقام ہو گا؟

پھر حضور پاک ﷺ کے نور اور ان کے جلوے کی بات ہوتی ہے کہ حضور پاک ﷺ ہیں کہ نہیں ہیں یا یہ کہ یہ کیا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں کہ نور ہیں۔ یہ بحثیں لوگ عام کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوگ دیکھیں کہ اگر فرشتہ نور ہے اور فرشتے آپ ﷺ کے خادم ہیں تو آپؐ کا مقام کیا ہو گا! آپ یہ سمجھ لیں کہ جبریل علیہ السلام اگر نور ہیں تو جبریل علیہ السلام تو باہر کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے خادم ہیں۔ تو فرشتے' ملائکہ نور ہیں اور وہ نور آپ ﷺ کے خادم ہیں تو مالک کا کیا مقام ہو گا!!!!! بس یہ بیان کرنے کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ پھر اللہ کریم تو نورٌ علیٰ نور اور خالقِ کائنات ہے' تو اللہ جس ذات پر اتنے عرصے سے درود بھیج رہا ہے وہ تو اب تک نور ہی ہو گیا ہو گا!!!!! میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نور نہیں تب بھی نور ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب ﷺ ہوں تو پھر آپ کے لیے یہ بڑی بات ہے۔ بات یہ ہے

کہ اُس وقت لوگ پہچان گئے کہ آپ ﷺ کی آمد اور ذات کوئی بڑا واقعہ ہے۔ پرانے زمانے کے واقعات آپ قرآن پاک میں پڑھتے ہیں کہ لوگ پیغمبروں کے پاس آیا کرتے تھے کہ آپ ہو تو ہماری طرح اور کیسی کیسی باتیں کرتے ہو' مطلب یہ ہے کہ آپ " ہماری ہی طرح ہو" بالکل یہ واقعہ ہوا ہے کہ آپ ہماری طرح بازار میں جاتے ہو اور ہماری طرح کے انسان ہو لیکن آپ کیسی باتیں کرتے ہو۔ تو لوگوں کا یہ اعتراض پیغمبروں کے ساتھ چلتا رہا۔ حضور پاک ﷺ کا زمانہ جب آیا' لوگ ذرا زیادہ تحقیق کرنے لگ گئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ تو ہماری طرح نہیں ہیں' آپ ﷺ تو ہمیں وہی لگتے ہیں جو وہ ہے' تو پھر آپ ﷺ نے کہا کہ "میں تمہاری طرح ہوں"۔ فرق ہو گیا کہ وہاں لوگ پیغمبروں کو کہتے تھے کہ آپ ہماری طرح ہیں لیکن یہاں آپ ﷺ کو اللہ کریم نے کہا کہ ان کو کہہ دو کہ "میں تمہاری طرح ہوں" ورنہ یہ کچھ اور ہی کہہ دیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ واقعہ کچھ اور ہے۔ پھر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین علیہ السلام ہے کہ سب نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا' کہ جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ ہم نے تم لوگوں کو علم دیا' کتاب دی اور تمہارے پاس ہمارا رسول ﷺ آئے گا' کب آئے گا؟ وہ ہوں گے تو آئیں گے' تو آپ' ہیں' جب آئیں تو تم ان پر ایمان لانا' مطلب یہ ہے کہ ان کی گواہی دینا۔ یہ اللہ کریم نے پہلے نبیوں سے وعدہ لے لیا۔ پھر اقرار لیا اور اللہ نے کہا کہ دیکھو یہ نظارہ ہے۔ یعنی کہ جب میثاق ہوا' نبیوں سے وعدہ لیا' انہوں نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اطاعت کرنی ہے' اتباع

کرنا ہے' انہوں نے کہا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں' یہاں تک تو بات بیان کی ہے کہ "فشہدوا" یعنی اب دیکھو' آگے پھر اللہ نے منظر دکھا دیا اور یہ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے کا منظر ہے انی معکم من الشٰھدین میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یعنی میرے نبی ﷺ کو اب تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ تو اللہ نے وعدہ پہلے لے لیا اور دکھلایا بعد میں۔ یہ کب کی بات ہے؟ نبیوں کے وصال کے بعد تو یہ میثاق نہیں ہو سکتا' یہ اس سے پہلے کی کوئی بات ہو گی۔ تو گویا کہ آپ ﷺ کے لیے قبل از پیدائش یا بعد از موت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ ہی اور ہے۔ اس لیے اس ایک ذات پاک ﷺ کے بارے میں سائنٹیفک تحقیق بند کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ویسے بھی آپ کا ایمان ہے کہ حضور پاک ﷺ کی اتنی تعریف کی گئی ہے' نعت کہی گئی ہے اور نعت جب بھی کوئی کہہ رہا ہے تو اس کی گواہی یہ ہوتی ہے کہ نعت کہلوائی جاتی ہے' یعنی کہ لوگ تو اپنے باپ کی تعریف نہیں کرنے والے لیکن نعت آج بھی رِقت میں کہی جاتی ہے اور رِقت میں سنی جاتی ہے یعنی رو رو کر۔ تو یہ خاص الخاص تعلق ہے۔ آپ لوگ خدا سے دعا کیا کریں کہ ایسا وقت آ جائے کہ جس میں پیغمبر ﷺ کے مقامات کی بحث نہ ہو۔ بس! بحث وہ کرے جو مقام آشنا ہو۔ اب اللہ بڑا ہے کہ پیغمبر ﷺ' یہ کیا بحث ہوئی۔ اللہ اللہ ہے اور پیغمبر ﷺ نے بتایا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور اللہ' اللہ ہی ہے' اب یہ نہ کہنا کہ وہ وہی ہے۔ یہ بتانے کے لیے کہ پیغمبر ایک انسان ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تو بس وہ اللہ ہے!

اللہ خالق ہے اور حضور پاک ﷺ مخلوق ہیں، بس! بیان جیسے ہوا ویسے ہی ہے۔ اب رہ گئی سمجھنے کی بات تو جیسے اور جوں جوں آپ قریب ہوتے جاؤ گے، سمجھتے جاؤ گے کہ بات کیا ہے کہ آپ ﷺ کیا ہیں؟ ہیں! آپ ﷺ ملتے ہیں؟ ملتے ہوں گے! جب آپ پر کبھی کوئی کشادگی ہو جائے تو یہ مشاہدے کی بات ہے اور علم کی بات نہیں ہے کہ آپ علم کے ذریعے معلوم کرو کہ وہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ یہ تو مشاہدہ ہے کہ جب کبھی نظر آ گیا تو پھر بات نظر آ گئی۔ اللہ کرے کہ آپ کو ایسی بات نظر آ جائے تو پھر آپ کبھی بحث نہیں کریں گے۔ تو جو حضور پاک ﷺ کے مقام کو کم بیان کرنے کے لیے بات کرتے ہیں دراصل وہ حضور پاک ﷺ کے مقام کو کم نہیں کرتے بلکہ وہ تم لوگوں سے جھگڑا کر رہے ہیں۔ یہ آپس میں انسانوں کا جھگڑا ہے۔ جھگڑا یہ نہیں کہ حضور پاک ﷺ ہیں، تھے یا چلے گئے ہیں۔ ایک پیغمبر کا مقام سمجھنا بڑا مشکل ہے، پیغمبر صفات کی وجہ سے پیغمبر نہیں ہے، یہ بات آپ نے یاد رکھنی ہے، وہ صفات ساری کی ساری کسی بندے میں ہوں تو وہ بندہ زیادہ سے زیادہ امتی ہو جائے گا۔ تو صفات پیغمبر نہیں بناتیں، اللہ کی ذات پیغمبر بناتی ہے۔ اب وہ ذات جب کسی کو پیغمبر بنائے تو وہ ذات کیا کہے اور کیا نہ کہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کو معراج پر لے گیا، تو وہ لے جائے، اب اللہ لے جا سکتا ہے کہ نہیں لے جا سکتا، یہ بات ولی اللہ سے پوچھو کہ لے جا سکتا ہے؟ مسجد الحرام سے بیت القدس تک لے جا سکتا ہے؟ ہاں لے جا سکتا ہے! قاب قوسین سے آگے لے جا سکتا ہے؟ ہاں لے جا سکتا ہے! اللہ

اگر چاہے تو کیا بندے کو ماضی دکھا سکتا ہے؟ دکھا سکتا ہے! اللہ چاہے تو کیا اپنے بندے کو مستقبل دکھا سکتا ہے؟ اللہ چاہے تو کیا کیا نہیں ہو سکتا" سب کچھ ہو سکتا ہے! لہٰذا بحث آپ کیوں کریں۔

جانے جاون والا یا لے جاون والا
توں وچ کون ہوندا ایں بولن والا

تو جانے والا جانے یا لے جانے والا جانے اور تم بیچ میں بولنے والے کہاں ہوتے ہو۔ اس بات میں بالکل کبھی جھگڑا نہ کرنا' اس سے کہنا کہ مقام تیرا یا میرا بیان ہونا چاہیے کہ آپ کون سے دفتر میں ملازم ہو' کس سکیل میں ملازم ہو' گریڈ آپ کے کمزور ہیں' تنخواہ آپ کی تھوڑی سی ہے اور آپ ان کی شان کے بارے میں بحث کر رہے ہو کہ جن کا نام آپ کا کلمہ ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کلمہ پڑھنا محاورہ ہوتا ہے اور یہ عمل کہ اس ذات کا نام جس پر ساری کائنات درود بھیج رہی ہے' اللہ درود بھیج رہا ہے' اللہ کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں اور آپ لوگ خود درود شریف بھیج رہے ہو اور ساری کائنات میں جو کہا گیا' اس ذات کا مقام آپ نے کیا بیان کرنا ہے بلکہ بیان کرنا بھی غلط ہے کیونکہ ہمیں صرف تسلیم کرنا ہے۔ اگر آپ بیان کریں تو مقابلے میں اور لوگ بیان کر دیتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ تسلیم کریں اور اس مقام کا لطف لیں اور مشاہدہ کریں۔ آئندہ اس مقام پر بحث نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کا مقام اتنا بلند ہے کہ بہت ہی بلند ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بلند مقام حضور پاک ﷺ کا

ہے۔ کیا آپ ﷺ وصال کر گئے ہیں؟ درویشوں نے کہا کہ ہمارا ایمان ہے کہ نہیں کر گئے ہیں، وصال کر گئے ہیں تب بھی نہیں کر گئے ہیں، چلو کر لو اب بات! اچھا، اگر ایک آدمی ظاہری زندگی سے وصال کر کے لوگوں کے دلوں میں چلا جائے تو وصال کیسا، یہ تو اور ہی مقام ہو گیا۔ اس لیے اس بات کی بحث نہیں کرنی ہے۔ یہ سب انگریزوں نے سکھلایا ہے۔ آپ لوگ دیکھو کہ دیو بندی اور بریلوی دو چیزیں ہیں۔ بریلی بھی ہندوستان میں ہے، اور دیو بند بھی ہندوستان میں ہے تو خیر سے ہندوستان کے دو گاؤں آپس میں جھگڑ رہے ہیں، یہ ساری کل کی بات ہے اور یہ جتنے واقعات اور فرقے ہیں یہ بعد میں پیدا ہوئے ہیں، سچے بھی اور سچ سے ہٹ کر بھی، ان ساروں کو نکال دو تو باقی اسلام بچ جائے گا۔ تو آپ فرقے نکال دو اور جو بچ جائے وہ اسلام ہے۔ تو آخر میں کون سی چیز بچ جائے گی! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعنی مدینہ شریف اور مکہ شریف، یہ دو بچ جائیں گے لا الہ الا اللہ مکہ شریف ہو گیا اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ شریف ہو گیا۔ بس یہ دو چیزیں بچ جائیں گی اور یہی اسلام ہے اور اس سے آگے آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ چاہے ادھر سے ہو کر آئیں، ادھر سے ہو کر آئیں، بس آپ وہاں پہنچنے کی بات کریں، کلمہ کی وحدت پر اکٹھے ہو جاؤ، بس یہ کافی ہے۔ باقی یہ جتنے بھی ماضی کے حوالے ہیں یہ سارے لا علمی کے جھگڑے ہیں۔ مثلاً" آپ تو بالا کوٹ کی جنگ میں کہیں نہیں تھے، کیا آپ لوگ وہاں پر تھے؟ آپ نہیں تھے، اچھا پانی پت کی پہلی لڑائی میں آپ تھے؟ آپ نہیں تھے؟ کتاب کیوں پڑھ رہے ہیں؟ ادھر کربلا میں

آپ لوگوں میں سے کوئی تھا؟ تو آپ لوگوں میں سے کوئی نہیں تھا۔ مگر آپ لوگ بیان اس طرح کرتے ہو کہ جیسے یہ واقعہ آپ لوگوں نے دیکھا ہو۔ اس لیے آپ لوگ خیال کرو کہ آپ نے یہ واقعہ دیکھا نہیں ہے' آپ نے واقعہ سنا ہے اور سننے کی تصدیق آپ کے پاس نہیں ہے' لہٰذا ایسا نتیجہ پیدا ہو گیا کہ ایک طرف وہ طبقہ پیدا ہو گیا جس نے کہا کہ محرم ہے ہی کوئی نہیں' سرے سے ہی بات ختم کر دی کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں ہے اور اگر ہوا بھی ہے تو پھر وہ یزید صحیح تھا اور وہ اسے رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ایک مشہور عالم نے ایک کتاب تفسیر کی شکل میں لکھی ہے اور تفسیر کے اندر چلتے چلتے انہوں نے بیان کر دیا کہ پرانی امتوں کا طریقہ کہ وہ اللہ کے علاوہ غیر اللہ کو پکارتے تھے' بتوں کو پکارتے تھے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن انہوں نے یہاں پر اضافہ کیا کہ ہمارے ہاں بھی کچھ لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں' اب ہمارے ہاں اور پرانی امت میں تو فرق ہے۔ لیکن وہ مزید کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو مشکل کشا کہا جاتا ہے اور یہ گمراہی ہے' کچھ لوگ گنج بخش" کہلاتے ہیں اور بنے ہوئے ہیں' کسی کو غریب نواز" کہا جاتا ہے حالانکہ اس غریب کو تو یہ پتہ ہی نہیں ہے۔ حالانکہ ان کا اچھا خاصا مقام ہے اور باطن بھی تھوڑا تھوڑا فقیروں کے ساتھ ہے۔ تو میں نے انہیں کہا تھا کہ فرض کرو کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں مگر اتنا صحیح آپ بغیر سوچے سمجھے کس قوم میں کہہ رہے ہیں۔ تو یہ کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ یہ سالہا سال کی جو Tradition ' روایت چلی آرہی ہے' تو اتنے لوگوں کو سمجھائے بغیر آپ انکار کر رہے ہیں تو یہ ابلاغ جو ہے یہ آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ مشکل کشا کی بات ہے تو

بڑے درویش یہ کہتے ہیں کہ مشکل کشا اللہ ہے مگر اللہ کیا مشکل کشا ہے جب کہ مشکل تو رہتی ہی اللہ والوں میں ہے' اللہ نے کیا مشکل کشائی کی ہے' اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ دشمن مقابلے میں آگئے اور آپ ﷺ گھاٹی میں گئے اور پتھر برسے اور آپ ﷺ کا خون نکل رہا ہے تو اللہ نے کیا مشکل کشائی کی۔ اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لاڈلے نواسے شہید ہو رہے ہیں تو اللہ کہاں مدد کو آیا' اور اللہ کے نبی و پیغمبر یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گر گئے تو وہاں اللہ نے کیا مدد کی؟ تو اللہ مشکل کشا کدھر سے ہے۔ تو اس طرح کے بھی لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ تو یہ دو طرح کے خیال ہو گئے لیکن اللہ کی بات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ مدد کو آئے تب اللہ ہے اور مدد کو نہ آئے تب بھی اللہ ہے۔ اللہ غریب رکھے تب اللہ ہے' امیر رکھے تب بھی اللہ ہے۔ آپ اگر اللہ کو حالات سے Judge کرو گے' حالات سے ناپو گے تو اللہ کو کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔ تو اللہ کو کس طرح جج کرتے ہیں؟ اللہ کو محبت سے جج کرتے ہیں اور اگر آپ اللہ کو اپنے حالات کے مطابق جج کرنے لگ جاؤ وہ یوں ہونے لگ جائے تو آپ اللہ کو Ordinary' عام انسان بنا دو گے' کمپیوٹر بنا لو گے کہ اب بھوک لگی ہے تو کھانا دے دے' اب سفر پر جانا ہے تو گاڑی منگوا دے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے کام لیتے جاؤ گے اور اس کا کام آپ کسی طرح نہیں کرو گے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ محبت رکھو' اطاعت رکھو اور وہ جو کرے اس پر راضی رہو' اگر وہ زندہ رکھے تو راضی رہو اور اگر وہ واپس بلا لے تو بھی راضی رہو' چاہے رلائے' غریب بنائے' امیر بنائے جس حال میں رکھے' آپ راضی

رہو' تو اللہ کو تب آپ جا کر پہچانیں گے ورنہ تو اللہ کے ساتھ آپ شرائط رکھیں گے' وہ پتہ نہیں پوری کرے کہ نہ کرے کیونکہ وہ اللہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ بندے ہو کر کہتے ہیں کہ وہ آپ کی بات مانے لیکن وہ اللہ ہو کر آپ سے نہیں کہہ سکتا کہ تم مانو۔ اس لئے آپ لوگ ذرا دھیان کرو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس لیے مشکل کشا انسان ہو سکتا ہے اور گنج بخش انسان ہو سکتا ہے' قائد اعظم بھی انسان ہو سکتا ہے اور یہ مبالغے نہیں ہیں بلکہ یہ وہ مقام بیان کرنے والوں کی اپنی پہچان ہے کہ انہوں نے کبھی خود نہیں کہا کہ مجھے مشکل کشا کہو اور انہوں نے از خود نہیں کہا کہ مجھے گنج بخش کہو لیکن یہ بعد میں آنے والے ایک درویش نے ان کا مقام پہچان کر کہا۔ انہوں نے خود نہیں کہا کہ مجھے غریب نواز کہو یہ بعد میں آنے والوں نے کہا اور بعد میں آنے والے فقر کے بادشاہ تھے' وہ جو مرضی کہہ دیں۔ اس واسطے اس کا مفہوم بالکل ٹھیک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو آپ سمجھو لیکن اللہ کی سمجھ آپ کو کیوں کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں علیٰ کل شئی قدیر ہوں' مکمل ہوں' اور مکمل قبضہ قدرت رکھتا ہوں اور کوئی شے میرے اختیار سے باہر نہیں جاتی' اور خود ہی اللہ فرماتا ہے کہ شیطان نے میرا کہنا نہیں مانا۔ تو یہ کوئی خاص راز ہے' اور آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آدمی سے زیادہ دنیا اللہ کو نہیں مانتی ہے۔ مالک وہ ہے اور ساری اس کی ملکیت ہے لیکن مسجد کے لیے بڑی مشکل سے جگہ ملتی ہے' اور اللہ مالک ہے لیکن مسجد چندے سے بنتی ہے حالانکہ گھر اللہ کا ہے۔ تو ان سارے واقعات کے باوجود کہیں نہ کہیں آپ لوگوں کو دقت ہے مگر اللہ ٹھیک ہے اور فرق آپ کی سوچ

میں ہے، لہٰذا آپ اس فرق کو مٹائیں کہ آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ کیا Priority رکھتا ہے، کیا ترجیح رکھتا ہے کہ آپ اسے کتنا حق دے رہے ہیں، جتنا اختیار آپ اپنی زندگی میں اللہ کو دیں گے اتنا اختیار اللہ کی کائنات میں آپ کو مل جائے گا۔ بس یہ راز ہے! آپ اگر اللہ کو دکھلاوے کے اڑھائی فیصد دیتے ہیں تو اتنا سا حصہ آپ کو مل جائے گا جتنا آپ دے رہے ہو۔ جو آپ اس کے لئے کر رہے ہیں، وہ آپ کو مل رہا ہے۔ جس نے مکمل سپردگی کر دی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ ہمارا ہے اور ہم اللہ کے ہیں فاذکرونی اذکرکم تم میرا ذکر کرو، تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اگر آپ اِدھر اُدھر کی تعبیریں کرو، تفسیریں کرو اور اللہ کے خلاف سکیمیں بناؤ تو پھر واللہ خیر المٰکرین اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور اس کا نام تدبیر شکن تو ہے ہی کہ ایسی تدبیریں توڑے گا کہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔ مکڑی کا کمزور جالا آپ کی ساری سکیمیں توڑ ڈالے گا اور آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ آپ کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ دلیل شکن ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ کو مکمل ماننا ہے اور منواؤ ناں بلکہ مان جاؤ، اور اللہ کے حبیب ﷺ کے اوپر درجہ بندیاں نہ کرو، بس تسلیم کر لو اور یہ آپ کے لیے بہت کافی بات ہے۔ بس آپ کے لیے یہ بہت کافی ہے۔ اب اس ساری بات کو Sum up کر لو، خلاصہ نکال لو، یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پتہ کرنا کہ اللہ آپ پر راضی ہے کہ نہیں ہے اور یہ ضرور پتہ کرتے رہنا اور اس کا فارمولا یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر راضی ہے اللہ اس پر راضی ہے۔ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آپ کی زندگی جیسے ہے کیا

آپ اس میں جوں کے توں راضی ہیں' کیا آپ اپنے رب پر راضی ہیں' وہ رب جو دشمن کی قوت بھی ہے اور وہ آپ کے دشمن کو بھی پالتا ہے' وہ رب جو نیکوں کو غریب بھی رکھتا ہے اور کئی دفعہ آپ کی سمجھ سے باہر بھی رہتا ہے' کیا آپ اس پر مکمل راضی ہیں' بس اب آپ سمجھو کہ اللہ بھی آپ پر راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہو' اس کو اپنے پر راضی کرلیتا ہے۔ اس لیے آپ یہ طریقہ اپنا لو اور اللہ پر راضی ہو جاؤ' اپنے آپ پر مکمل راضی ہو جاؤ اور نہ اس زندگی میں اضافہ کرنا ہے اور نہ اس زندگی میں ترمیم مانگنا' یعنی جو کچھ زندگی میں ہو رہا ہے۔ آپ لوگ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی عطا فرمائے کہ وہ خود بھی راضی رہے اور آپ خود بھی راضی رہیں۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو کبھی بیان نہ کرنا' میری طرف سے یہ نصیحت ہے کہ کبھی مقام نہ بیان کرنا کہ کیا مقام ہے' یہ مقام جو ہے یہ تسلیم کا مقام ہے اور آپ تسلیم کرنا اور آپ کو کیا پتہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مقام ہے' یہ مقام اللہ جانے اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانیں' بس آپ نے مقام بیان نہیں کرنا ہے۔ آپ اپنا راستہ چلتے جاؤ اور تبلیغ اس شخص کو کرو جس سے تعلق ہو' جس کو آپ اپنے دین پر لے جانا چاہتے ہو اس کے ساتھ تعلق بنالو تعلق کے بعد اس کو تبلیغ کرو اور اپنے دین پر لاؤ۔ اولاد کے لیے دعا کرو اور ماں باپ کے لیے دعا کیا کرو اور یہ بڑی بات ہے۔ جو والدین ہیں وہ بچوں کے لیے دعا کریں کہ وہ نیک راہ ہوں اور بچے جو ہیں والدین کے لیے دعا کریں کہ سلامتی ہو۔ بچے والدین کے لیے آسانی پیدا کریں اور والدین بچوں کے لیے شفقت کریں۔ یہی زندگی کا میلہ ہے۔ اور آپ

نے کیا کرنا ہے' چار بچوں کو وقت پر پالنا ہے اور بچوں نے ماں باپ کو کندھا دینا ہے اور بات ختم ہو جائے گی۔ اس طرح زندگی آسان ہو جائے گی کیونکہ اتنا سارا میلہ ہے۔ اس سے پہلے کہ میلہ ختم ہو آپ لوگ اپنے آپ کی تھوڑی سی اصلاح کر لو' وہاں جانا ضرور ہے کیونکہ کوئی شخص یہاں رہ نہیں سکتا۔ اس لیے سب نگران بن کر جاؤ اور سب کو اپنے لیے رحمت بنالو۔ اب سب کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے حق داروں کے لیے دعا کرو' قرض داروں کے لیے دعا کرو' مسافروں کے لیے دعا کرو اور آنے والے زمانوں کے بہتر ہونے کی دعا کرو۔ اور جن لوگوں کے حالات میں کچھ کمزوری ہے اللہ تعالیٰ ان کے حالات بہتر فرمائے' ہر طرح کے حالات' ظاہری باطنی دینی دنیاوی سب میں بہتری فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

....☆....

ترتیب : ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

توبہ

☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زعم آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لئے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہئے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ نہ سمجھے وہ بد قسمت ہے۔

☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔

واصف علی واصفؒ

جمہوریت

- دنیا والوں کے ہاں جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی' عوام کی حکومت' جو عوام کی خاطر ہو۔
- دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔
- اللہ کا ہونا انسانوں کے ووٹ سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریت کے مزاج سے بہت بلند ہے۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔
- اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرت رائے سے نہیں بنتے اور کثرت رائے کا کسی نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- حضور پاک ؐ امام الانبیاء ہیں اور آپ ؐ کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپ ؐ جو کچھ بھی ہیں' انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔
- اسلام کے نام پر جمہوریت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔
- جمہوریت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے۔
- آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔
- جمہوریت کا سفر جلسوں' تقریروں' جھوٹ سچ ملا کر بولنے' حکومت سابقہ کی گٹھ جوڑ اور توڑ پھوڑ کا نام ہے۔
- جمہوریت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریت صرف مقدار کی قائل ہے' معیار کی نہیں۔
- جمہوریت کے ذریعے کوئی مفکر' امام' دانش ور' عالم دین' ولی یا مرد حق آگاہ برسر اقتدار نہیں آسکتا۔
- جمہوریت سقراط کو زہر پلاتی ہے' منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰ کا احترام نہیں کرتی۔
- جو لوگ جمہوریت کے مہنگے راستوں سے ایوان اقتدار میں آتے ہیں ان کو دینی حکومت کے قیام سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

اللہ

☆ جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔

☆ اللہ کی عطاؤں پر الحمد للہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہیے۔

☆ اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔

☆ اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے۔

☆ جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔

☆ اللہ ہر آخر کا اول اور ہر اول کا آخر ہے۔

☆ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لئے غم بن جاتا۔

☆ اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف

واصف علی واصفؒ

کاشف پبلی کیشنز ☆ ۳۰۱ ۔ اے، جوہر ٹاؤن ۔ لاہور

iliwasif.com